دوستی اوردشمنی قرآن وسنت اور علماء کی توضیحات کی روشنی میں
فضیلۃ الشیخ ابوعمرو عبدالحکیم حسان

دوستی اور دشمنی

قرآن وسنت اور علمائے امت کی توضیحات کی روشنی میں

تالیف
فضیلۃ الشیخ ابو عمرو عبد الحکیم حسان

ترجمہ وتحقیق
فضیلۃ الشیخ ابو سیاف اعجاز احمد تنویر

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّی وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ

دوستی اوردشمنی

قرآن وسنت اور علماء کی توضیحات کی روشنی میں

تالیف:
فضیل□ الشیخ ابوعمرو عبدالحکیم حسان □

تف□یم وتعلیق:
ابوسیاف اعجاز تنویر

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان
Website: http://www.muwahideen.co.nr
Email: salafi.man@live.com

فہرست ابواب

فہرست مضامین

باب:۳

مومنـون سـ دوسـتی اورکـافروں سـ دشمنی واجب

باب:۲

جید علماء دین کی توضیحات(کفار سے دوستی کرنے کے بارے میں)

باب:۶

مسلمانوں سے جنگ کرنے والے گروہ کا معاملہ ایک جیسا ہے
ایک جیسا ہے)خواہ وہ حکمران اور لیڈر ہویا عام فوجی اور کارکن (

باب:۷

جنگ زبان سے بھی ہوتی ہے اور عمل سے بھی

باب:۸

کسی شرعی ضرورت کے تحت کفار کاساتھ دینا

باب:۱۰

دومفید بحثیں

ابتدائیہ نگارش

(از ابوسیاف اعجاز تنویر)

ایمان اور اسلام کی بنیاد عقیدۂ توحید پر ہے۔رسول اللہﷺکی صحیح حدیث ہے کہ
سیدنا عبداللہ بن عمر ؓروایت فرماتے ہیں :
[بُنِیَ الاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ: شَھَادۃُ أَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَ أَنَّ مُحَمَّدً رَسُوْلُ اللِہ .... صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ] (

''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے :سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ گواہی دینا اس بات کی کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمدﷺاللہ کے رسول ہیں ۔''

عقیدۂ توحید میں سب سے زیادہ اَہم اور بنیادی بات ''اَلْحُبُّ فِی اللِہ وَالْبُغْضُ فِی اللِہ''ہے)یعنی اللہ کے لیے محبت اور اللہ کے دشمنی ہو(اللہ تعالیٰ سے تعلق، پیار اور محبت کاایسا سلسلہ قائم ہوجائے کہ روز بروز پختہ ہی ہوتا جائے ۔اس کے بعد مخلوق میں سے ہر ایک کے ساتھ تعلق اللہ کی محبت اور پیارکے تابع ہو۔اگر اللہ تعالیٰ اجازت دیتے ہیں تو بس اس سے تعلق ہونا چاہیے ۔اللہ تعالیٰ جتنی اجازت دیتے ہیں بس اتنا ہی تعلق ہونا چاہیے ۔یہ مطلب ہے کہ ''اللہ ہی کے لیے دوستی ہو اور اللہ تعالیٰ کی خاطر ہی دشمنی ہو''لٰہذا سارے اسلام کی بنیاد عقیدۂ توحیدٔ اور عقیدۂ توحید کی بنیاد '' اَلْحُبُّ فِی اللِہ وَالْبُغْضُ فِی اللِہ''ہے ۔نظریہ '' اَلْحُبُّ فِی اللِہ وَالْبُغْضُ فِی اللِہ''کے لیے ہی شریعت اسلامیہ میں دوسری مشہور اصطلاح ''الوَلَاءُ وَالبَرَءُ فِی الاِسْلَام''ہے۔

عقیدۂ توحید اور اللہ پر ایمان کے بعد دوسرا سب سۓ افضل عمل''الجہاد فی سبیل اللہ''ہے ۔جہاد اسلام کی چوٹی اور کوہان ہے۔نماز اور روزہ کی طرح ''جہاد فی سبیل اللہ ''بھی فرض ہے۔ جہاد کو چھوڑنا،جہاد سے پیچھے رہنا ،جہادی مشن کو رول بیک کرنا (Roll back) کرنا اورجہاد سے (U-Turn) لینا اپنے آپ کو ہلاکت اور تباہی میں ڈالنا ہے ۔اس وقت جو حالات پیدا ہوگئے ہیں ،ان کے باعث مسلمان کافروں سے سخت خوفزدہ نظر آتے ہیں ۔اس کی بنیادی وجہ

جہاد سے گریز اور اجتناب ہے اور جہاد نہ کرنے کے درج ذیل دو اسباب زیادہ اہم معلوم ہوتے ہیں :

۱ عام مسلمان کے عقیدۂ توحید میں بگاڑ آچکا ہۓ مسلمانوں نے زمین وآسمان اور انسان کو پیدا کرنے والی ہستی کو بھول کر غیر اللہ کو اپنا رب اور اختیارات کا مالک ماننا شروع کردیا ہے۔غیر اللہ کی پرستش شروع کردی ہے ۔جب تک کلمہ پڑھنے والے یہ مسلمان اپنی جبینوں اور پیشانیوں کو ایک اللہ کے سامنے نہیں جھکاتے ہم اس وقت تک نہ تو کافروں سے جہاد کرسکتے ہیں اورنہ اس وقت تک مسلمانوں کو عزت وفلاح ہی حاصل ہوسکتی ہے۔

۲ مسلمانوں کے ان نامساعد اور ناگفتہ بہ حالات کا دوسرا سبب ’’کفار سے دوستی‘‘ ہے جب تک کافروں سے دوستی اورمحبت کی پینگیں بڑھاتے رہیں گے،ان کی تہذیب وتمدن کو،عقائد ونظریات کو،رہن سہن کو ،چلنے پھرنے کو ،لباس وحجامت کو اور سیاست ومعیشت کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھتے رہیں گے ہتو وہ اس وقت تک کافروں سے کیونکر جنگ کرسکیں گے ؟ پھر ہماری کوشش ہوگی کہ ہم ان جیسا لباس پہنیں،ان کی طرح کاروبار کریں۔ان سے جنگ کرنے کا پھر کوئی مطلب ہی باقی نہیں ہےاسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ’’ یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ‘‘جب مسلمانوں سے عقیدۂ توحید گیا تو اللہ کی خاطر دوستی اور دشمنی کا عقیدہ بھی رخت سفر باندھ گیا ۔ان دونوں کے رخصت ہونے سے مسلمان جہاد چھوڑ بیٹھے ۔یہ ایک کھلی حقیقت ہے اور قرآن وحدیث کے بہت سارے دلائل سے ثابت ہے کہ توحید کے بغیر موت شرک والی ہے اور جہاد کے بغیر موت منافقت والی موت ہے۔

جب مسلمانوں کے دل میں یہ عقیدہ پختہ ہوگا کہ اللہ کی خاطر ہی دوستی اور دشمنی ہونی چاہیے تو عقیدہ توحید میں کمال درجے کا نکھار پیدا ہوگا اور مسلمانوں میں جذبہ جہاد بھی بیدار ہوگا ہتو اس گفتگو سے عقیدہ ’’الولاءوالبراء‘‘کی اہمیت وضرورت واضح ہوگی کہ اللہ کی خاطر دوستی اور دشمنی کا نظریہ کس قدر اہم اور ضروری ہے یہ عقیدہ ہی ایک مسلمان کو صحیح معنی میں مؤحد بناکر شرک کی موت سے اور مجاہد بناکر منافقت کی موت سے محفوظ رکھتا ہے ۔

قارئین کرام! آپ کے ہاتھوں میں موجودہ کتاب اسی عقیدہ کو ایک مدلل اورمنفرد انداز میں پیش کرتی ہے ۔اس کو پڑھنے والے کچھ لوگ شاید یہ کہیں کہ اس میں بڑا سخت مؤقف اختیار کیا گیا ہے ۔ مگر بقول شخصے:

چمن میں تلخ نوائی میری گوارا کر
زہر بھی کرتا ہے کبھی کارِ تریاق

اگرکسی آگ کے الاؤ کو بجھانا مقصود ہوتو جس شدت کی آگ جل رہی ہو اور شعلے بلند ہورہے ہوں اسی مناسبت سے اگر اس پر پانی کا بہاؤ ہوگا تو آگ بجھے گی ۔ویسے بھی انٹی بائیٹک ادویات (Anti Biotics Medicines)زیادہ تر کڑوی کسیلی ، ترش اور تلخ ہی ہوتی ہیں۔

لیکن اس کتاب میں جو کچھ بھی ہے وہ مضبوط دلائل پر مبنی ہے ۔ زیادہ تر اس میں چمنستان قرآن ہی سے پھول چنے گئے ہیں اور قرآنی آیات کو سب سے زیادہ کتاب میں جگہ دی گئی ہے ۔اس کے بعد احادیث رسول ﷺکوسب سے بڑا مأخذبنایا گیا ہے ۔تیسرے نمبر پر علماء امت ،سلف صالحین کے اقوال ،اقتباسات اور توضیحات کو پیش خدمت کیا گیا ہے ۔علماء امت کے اقوال کو محض اس لیے پیش کیاگیا ہے تاکہ یہ بتایا جاسکے کہ اس موضوع سے متعلق آیات واحادیث کی شکل میں من وعن پیش کردیا گیا ہے۔لہٰذا اس کتاب میں جو کچھ ہے وہ بلاشبہ مضبوط اورمستحکم دلائل پر مشتمل ہے ۔کچی پِلّی باتوں،من گھڑت روایتوں اور جھوٹے قصے کہانیوں کو اس کتاب میں کوئی جگہ نہیں دی گئی ہے۔یہ کتاب محترم ومکرم الشیخ ابوعمرو عبدالحکیم حسانؒکی ترتیب دی ہوئی ہے ۔فاضل مؤلف نے اس میں اختصاراور ضرورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے دس عنوانات قائم کئے ہیں ۔یہ دس عنوانات دراصل دس مسائل ہیں اور شروع میں فاضل مؤلف نے ایک طویل مگر مفید مقدمہ بھی تحریر فرمایا ہے ۔

یہ بھی ایک سچ ہے کہ راقم الحروف نے اس کتاب کا ترجمہ نہیں بلکہ ترجمانی کی ہے ،مؤلف جو بات سمجھانا چاہتا ہے ۔بندۂ ناچیز نے ، پہلے پوری محنت اورجانفشانی سے پہلے اسے خود سمجھا ہے،پھر وہی بات اس کتاب کے قابل صدا حترام قارئین کو سمجھانے کی پوری کوشش کی ہے ۔ترجمانی کرتے وقت ’’لکیر کا فقیر‘‘توبناجاسکتا ہی

نہیں ۔مگر ایسا بھی نہیں کہ میں نے اصل کتاب کا معنی ومفہوم ہی بدل ڈالا ہو،ایساہرگز نہیں ہے۔

چند باتوں کو اس کتاب کی تیاری میں عاجز نے ملحوظ رکھا ہے،جو درج ذیل ہیں :

❶ کتاب میں اگر کوئی آیت ،حدیث یا صحیح سند سے ثابت شدہ واقعہ نامکمل تھا تو اصل کتاب کی طرف مراجعت کرکے اس کو مکمل کردیا گیا ہے۔

❷ اگر کسی جگہ بات مبہم تھی توربط قائم رکھتے ہوئے آگے پیچھے کچھ توضیحی جملے استعمال کرکے اس کو واضح کردیا ہے۔

❸ اگر کہیں کسی واقعہ کی طرف محض اشارہ کیا گیا تھا تو اس کو دیگر کتابوں سے تتبع اور تلاش کے بعد مفصل ذکر کردیا گیا ہے تاکہ قارئین کرام کسی قسم کی کنفیوژن (Confusion) کاشکار نہ ہوں ۔

❹ قرآنی آیات،احادیث رسول ﷺاور علماء امت کے اقتباسات کو ہوبہو عربی عبارت میں درج کیا گیا ہے ،بعد ازاں ان کا ترجمہ پیش کیا گیا ہے۔اس سے اگرچہ کتاب کے صفحات میں اضافہ تو ہوجاتا ہے مگر علمی ذوق رکھنے والوں کی صحیح تشفی اس وقت ہوتی ہے جب وہ عربی عبارت کو ملاحظہ کرتے ہیں ۔

❺ قرآنی آیات ،احادیث رسول ﷺاور علمائے امت کے اقتباسات کے علاوہ دیگر عربی عبارات اور الفاظ کوبھی اعراب لگادیے گئے ہیں تاکہ عوام الناس میں سے عام پڑھے لکھے لوگ بھی عربی عبارات کو پڑھنے میں کوئی دقت محسوس نہ کریں۔

❻ آیات کے حوالے جات توکتاب کے متن ہی میں سورتوں کے ناموں کے ساتھ بیان کردیے گئے ہیں ،ان میں پہلی سورت کانام،پھر سورت کانمبر اور بعد ازاں سورت کا آیت نمبر ذکر کیا گیا ہے۔

❼ کتب احادیث کے حوالے جات میں پہلے تصنیف کا نام پھر کتاب کابیان ،اور باب کا بیان آخر میں حدیث کا نمبر ذکر کیاگیا ہے۔

❽ بعض مقامات پر ضروری توضیحات اور تصریحات پر مشتمل حواشی ذکر کیے گئے ہیں۔

محترم بھائی یوسف سراج صاحب نے بنظر غائر اس کی آخری پروف ریڈنگ کی ہے ۔اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے ۔پوری کوشش کے باوجود یہ ایک انسانی کاوش ہے جس میں غلطی کا امکان بہرحال موجود ہے ۔اگر کسی بھائی کو کوئی سقم نظر آئے تو وہ اطلاع دے کر عنداللہ مأجور ہو۔

اوّلاً واخیراًاللہ رب العزت کالاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے مجھ ایسے حقیر وبے مایہ شخص سے دین کایہ معمولی ساکام لیا ۔۔۔اللہ تعالیٰ کا شکر اداکرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کاوش کو اپنے ہاں شرف قبولیت سے نوازے اور اسے میرے نامۂ اعمال اور کھاتے میں جمع کرلے
اس کتاب کو اللہ تعالیٰ فاضل مؤلف اور دیگر ان تمام احباب کے لیے بھی باعث اجر وثواب بنائے جنہوں نے کسی بھی طرح اس میں سِرًّا یا عَلَانِیَۃً تعاون فرمایا ہے۔

العَبدُ الفَقِیرُ رَحمَۃَ رَبِّ القَدِیْر

ابوسیاف اعجاز احمد تنویر

١٢ جمادی الاولیٰ ١۴٢۵ھ

الموافق ٢٠٠۴/٧/٨

عرض ناشر

) از محمد سیف اللہ خالد’’مدیر دارالاندلس‘‘(

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ ، اَمَّا بَعْد:

ارشاد باری تعالیٰ ہے :’’اے ایمان والو!تم میں سے جو شخص دین سے پھر جائے ،تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم لے آئے گا جن سے اللہ محبت کرے گا اور وہ بھی اللہ سے محبت رکھتی ہوگی،وہ لوگ مسلمانوں پر نرم دل ہوں گے اور کفار پر سخت ،اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے ،یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے دے دیتا ہے۔‘‘)المائدۃ=5:(54

اللہ تعالیٰ اور اس کے دوستوں سے محبت اور اس کے دشمنوں سے عداوت ایک ایسا وصف ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کو عطافرمایا تب تک پھر انبیاء کے علاوہ نیکوکارلوگ بھی اسی راہ پر چلے ،عقیدۂ توحید کا حق ادا نہیں ہوسکتا اورکوئی مسلمان جہاد فی سبیل اللہ کے میدان میں معرکے آراء نہیں ہوسکتا جب ’’اَلْوَلَاء وَالْبَرَاء‘‘کا مضبوط عقیدہ حرزجاں نہ بن جائے۔

زیر نظر کتاب ’’دوستی اور دشمنی ‘‘)کتاب وسنت اورعلماء امت کی توضیحات کی روشنی میں (انہی حقیقتوں پر مبنی ہے ۔

فضیلۃ الشیخ ابوعمرو عبدالحکیم حسان ہکی یہ مایۂ ناز کتاب جس کی تفہیم وتعلیق کے فرائض محترم بھائی ابوسیاف اعجاز احمد تنویر ہنے ادا کیے ہیں ،اپنے موضوع پرنہایت جامع اور منفرد کتاب ہے ،جس میں خود اپنی طرف سے تشریحات وتوضیحات پیش کرنے کی بجائے کتاب وسنت کے محکم دلائل اورعلماء سلف کی توضیحات پر

انحصار کیا گیا ہے ۔عصر حاضر میں امت مسلمہ کی ذلت وپستی کا ایک بنیادی سبب عقیدہ ’’الولاء والبراء‘‘میں کمزوری کو قرار دیا گیا ہے۔

آج جبکہ ہر طرف کفر کا عروج ہے،بڑے بڑے مسلم حکمران بھی کفار ومشرکین کی محبت کے اسیر نظر آتے ہیں ،عوام کا ایک بہت بڑا طبقہ بھی تہذیب وثقافت ،رسم ورواج اور شکل وشباہت میں اسلام اور پیغمبر اسلامﷺکی سنت سے انحراف کرکے یہود ونصاریٰ کی نقالی میں مشغول ہے۔

ایسے حالات میں یہ کتاب عوام وخواص کے لیے ایک راہنما تحریر ہے ،اسے پڑھ کر ہم اپنی سیرت وکردار کو کتاب وسنت اور اسلاف امت کے نمونے کے مطابق ڈھال سکتے ہیں ،ان شاء اللہ

اللہ تعالیٰ فاضل مؤلف اور اعجاز احمد تنویر صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ ان کی بھرپور کاوش سے ادارۂ دارالاندلس یہ اہم کتاب احباب کی خدمت میں پیش کررہا ہے۔اللہ تعالیٰ اسے سب کے لیے اسے ذخیرۂ آخرت بنائے)آمین(

محمد سیف اللہ خالد

مدیر ’’دارالاندلس‘‘
۴-جمادی الأخری ۱۳۲۵/بمطابق ۲۲ جولائی ۲۰۰۴ء

مقدمۃ الکتاب

(از محترم ابوعمرو عبدالحکیم حسانؒ)

اِنَّ الْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَھْدِیْہِ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَنَعُوْذُ بِاللہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّئَاتِ أَعْمَالِنَا ، مَنْ یَھْدِہِ اللہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَ مَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ ، وَ أَشْھَدُ أَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَ حْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ أَشْھَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ، وَ رَسُوْلُہٗ ، قَالَ تَعَالٰی :
يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّـهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ)آل عمران:(102/3

وَقَالَ تَعَالٰی :
يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّـهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّـهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا)النِّساء=(1:4

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّـهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ، يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَن يُطِعِ اللَّـهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا)الاحزاب= (70,71:33

امابعد!
خطبۂ مسنونہ کے بعد!

یہ حقیقت ہے کہ آج امت مسلمہ بہت ہی نازک دور سے گزر رہی ہے ۔انسانی تاریخ کا انتہائی خطرناک اور تشویشناک موڑ اس وقت امت مسلمہ پر آیاہوا ہے ۔ ہم جب ماضی کے دریچوں سے جھانک کر دیکھتے ہیں تومعلوم ہوتا ہے کہ امت مسلمہ کاماضی انتہائی درخشندہ اور تابناک تھاجب اللہ رب العزت نے سید الاولین والآخرین ،امام الأنبیاء والمرسلین ،امام اعظم ،قائد اعظم ،سید دوعالم اور سرور کونین جناب محمد رسول اللہﷺکو بھٹکی ہوئی انسانیت کے لیے نسخۂ رشد وہدایت دے کر مبعوث فرمایا تھا ٔاس وقت نسل انسانی عام طور پر اور اہل عرب خاص طور پر ذلت اور پستی کی

اتھاہ گہرائیوں میں گرے ہوئے تھے ۔دنیا کی دیگر اقوام میں اہل عرب کا کوئی مقام ومرتبہ نہیں تھا ۔اہل عرب بتوں کے پجاری تھے ۔ان کی دوستیاں پتھروں کی مورتیوں اوربے جان دیوتاؤں سے تھیں ،جن پتھروں کو وہ اللہ رب العالمین کی بجائے عبادت کیا کرتے تھے ۔ان کی دوستیاں ان جاہلی تصورات کا شکار ہوچکی تھیں کہ جن کے متعلق اللہ رب العزت نے اپنے کسی کلام میں کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی ۔کوئی اپنے ملک اور علاقے سے محبت کرتا تھا، کوئی اپنی برادری اورخاندان سے محبت کا دم بھرتا تھا اورکسی کی محبت کا معیار فقط لسانی تعصب تھا۔

رفتہ رفتہ اللہ رب العزت نے رسول اللہ ﷺکی بعثت اور دعوت کی بدولت انسانوں کے اس بکھرے ہوئے شیرازے کو مجتمع کردیا ۔سب انسانوں کو ایک محبت کے تابع کردیا ۔دشمنیوں اور عداوتوں کے لیے ایک معیار مقرر کردیا ۔سب انسانوں کو ایک محبت کے تابع کردیا ۔دشمنیوں اور عداوتوں کے لیے ایک معیار مقرر کردیا ۔محبت اور عداوت کا وہ معیار صرف اور صرف اللہ رب العزت کی رضا قرار پایا ۔یعنی صرف اللہ کی خاطر کسی سے محبت ہو اور صرف اللہ ہی کی خاطر کسی سے عداوت ہو ۔اس معیار سے یہ خوشگوارنتیجہ سامنے آیا کہ باشندگان سرزمین عرب ذلت ورسوائی سے عزت وفلاح کی طرف پھر گئے ،غربت وافلاس اور فقر وفاقے کے خوشحالی اور تونگری نے ان کے قدم چومے ،کمزوری اور بے بسی کے قوت وطاقت ان کو نصیب ہوئی ۔ان کے دوستانہ مراسم قومی،علاقائی اور لسانی عصبیتوں سے منقطع ہوکر اللہ واحد،احد اور رب ارض وسما کے ساتھ جڑ گئے ۔پھر دیکھتے ہی دیکھتے اللہ رب العزت نے مشرق ومغرب کی طرف ان کے لیے فتوحات کے دروازے کھول دیے ۔ابھی پچاس برس بھی نہ گزرے تھے کہ وہ دور کی تمام امتوں ،ملتوں ،قومیتوں اور تہذیبوں پر غالب ہوگئے۔بڑے بڑے سرکش ،بپھرے ہوئے اور طاقت کے نشے میں چور ممالک ،روم وایران جیسی سلطنتیں ان کے سامنے عاجز ودرماندہ اوربے بس وناچار ہوچکی تھیں ۔مسلمانوں نے اقوام عالم پر واضح کردیا کہ اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ اور رب العالمین کے لیے دوستی اور دشمنی کا کیا مفہوم ومطلب ہے۔بنو نوع انسان نے غلامی اور ذلت سے نجات پائی ،وہ غلامی اور ذلت جو انہیں رب ارض وسماء اس کے مجبور وبے بس بندوں کے سامنے کرنی پڑرہی تھی ۔مسلمانوں نے اقوام عالم پر یہ بھی واضح کردیا کہ وہ گردنیں جو غیر اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہوتی

تھیں انہیں صرف اور صرف اس بزرگ وبرتر ہستی کے سامنے سجدہ ریز ہونا چاہیے جو ان کی گردنوںکا خالق ،مالک اور بغیر کسی نقشہ اور سیمپل (Sample)کے بنانے والا ہے ۔

مسلمانانِ عالم اسی طرح عزت وآزادی کی زندگی گـزارر ہے تھے کہ ان کے درمیان خود انہی کی غفلت کی بناپر ایسی نسل پیدا ہوگئی جو یورپ کے دسترخوانوں پر جابیٹھی اور اہل مغرب کے نظریات اور افکار اپنے اندر سمونے لگی ۔شیطان نے انہیں خوب بہکایا اور لمبی لمبی امیدیں دلائیں ۔یہاں تک کہ ایسے لوگ امت مسلمہ کے بے داغ اور صاف وشفاف جسم پر ایک بدنمادھبہ کی صورت اختیارکرگئے ۔اس کا بڑا سبب یہی تھا کہ انہوں نے اپنے خالق ومالک اللہ تبارک وتعالیٰ کو چھوڑ کر باغیوں اورمشرکوں سے دوستی رچائی۔جس کے بدلے میں ان کافروں نے مسلم غداروں اوراپنے یاروں کو اسلامی ممالک کی بڑی بڑی پوسٹوں اور اعلیٰ مناصب پر فائز کیا ۔ان بلند عہدوں کی وجہ سے وہ مسلمانوں کے لیڈر وقائد بن بیٹھے ۔انہوں نے مسلمانوں کی عزت وناموس ،غیرت وحمیت،جائیدادوں اورقومی املاک کو بڑی ہی تھوڑی قیمت کے عوض فروخت کرڈالا۔انھوں نے کفار ومشرکین کو مسلمانوں کے علاقے جات میں متسلط کرتے ہوئے مسلمانوں کی باگ دوڑ ان کے ہاتھ میں دے ڈالی۔دل وجان سے مخلص ہوکر انہوں نے کافروں سے دوستی نبھائی ۔کافروں کے ساتھ ایسے ایسے معاہدے (Agreements)کیے جن میں مسلمانوں کے لیے ذلت ورسوائی اورغلامی وناکامی کے سوا کچھ نہ تھا۔اہل زمانے نے یہ انجام بد اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کیا کہ مسلمان مشرق ومغرب کے کافروں کو اپنے آقا وسردارمان کر ان کے نوکر وغلام بن گئے ۔کافروں سے کسی بھی معاملے میں حکم عدولی کرنے کی ان کے اندر جرأت نہ تھی ۔نہ کافروں کے کسی آرڈر کو مسترد کرنے کی ان کے اندر سکت تھی ۔ذلت وغلامی یہاں تک پہنچ گئی کہ مسلمانوں کے علاقے اورممالک ہر کافر وملحد کے لیے ’’ذاتی چراگاہ‘‘اور ’’خالہ جی کا داڑا‘‘بن گئے ۔مسلمانوں کی ذاتی املاک ،موروثی جائیدادیں ،بینک بیلنس ،فیکٹریاں اور کارخانے ،تعلیمی ادارے اور صنعتی مراکز غرضیکہ سب کچھ کافروں کے لیے ’’جائز لوٹ مار‘‘قرار دے دیا گیا۔جبکہ ایک وقت وہ تھا کہ جب مسلمان غالب وفاتح تھے ۔یہودی اور عیسائی مسلمانوں کے علاقہ جات اورممالک میں ذلیل ورسوا ہوکر رہتے تھے۔اپنے ہاتھوں سے اپنے زندہ رہنے کا ٹیکس جزیہ کی شکل میں ادا کرتے تھے ۔اللہ رب العزت

نے مسلمانوں کو جہاد پر ابھارتے اور برانگیختہ کرتے ہوئے جہاد کا ایک اہم مقصد یہی بیان فرمایا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّـهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّـهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَن يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ)التَّوبۃ= (29:9

’’ان لوگوں سے جنگ کرو جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں لاتے ،جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺکی حرام کردہ چیز کو حرام نہیں سمجھتے ،نہ دین حق کو قبول کرتے ہیں ،ان لوگوں میں سے جن کوکتاب دی گئی ہے۔ یہاں تک کہ وہ ذلیل وخوار ہوکر اپنے ہاتھوں سے جزیہ ادا کریں ‘‘

ایک وقت وہ تھا جب مسلمان عیسائی اور یہودی کافروں سے جزیہ وصول کرتے تھے ،ایک یہ وقت ہے کہ مسلمانوں کے بزدل ،غلام اور کٹھ پتلی حکمرانوں کی غیرت وحمیت سے خالی پالیسیوں کی وجہ سے آج مسلمان زندہ رہنے کے لیے اپنی زندگی کا ٹیکس ادا کرنے پر مجبور ہیں وہ ٹیکس جو مسلمان ہر سال مارک اپ (Mark Up) یا انٹرسٹ (Interest)کے نام پر ورلڈ بینک یا آئی ایم ایف کے ہاں ادا کرنے پر مجبور ہیں ۔

ایک وہ وقت تھا کہ جب مسلمانوں کے ہاتھ میں اقوام عالم کی قیادت وسیادت تھی ،مسلمان مشرق ومغرب کے سیاہ وسفید کے مالک تھے کوئی اپنے اندر اتنی ہمت نہیں رکھتا تھا کہ مسلمانوں کے آگے سراٹھاسکے ،مسلمانوں کا خلیفہ)ہارون الرشید (فلک پر تیرتی ہوئی بدلی سے یوں مخاطب ہواکرتا تھا :

’’آسمان پر نمودار ہونے والی اے بدلی !توجہاں کہیں بھی برسے گی تیرا خراج)ریونیو(ہمارے پاس ضرور آئے گا۔‘‘

لیکن آج وہی امت ذلیل اور رسوا ہوچکی ہے ،مسلمانوں کے ممالک میں نافذ ہونے والی تمام پالیسیاں مشرق اور مغرب میں بسنے والے کافروملحد آقاؤں کی طرف سے امپورٹ (Import) کی جاتی ہیں ،صرف نظریات اور نصابی پالیسیاں ہی نہیں بلکہ نواۂ حیات)زندگی گزارنے کے لیے روٹی کا لقمہ (کے لیے بھی ہم ان کے دستِ نگر

بن چکے ہیں ۔آج ہم اپنے قوانین بنانے میں ،اپنے اخلاق اور اپنی عادات اختیار کرنے میں اوراپنی زندگی کے تمام شعبوں میں ان کے طرز حیات کو اپنانے پر مجبورکیے جاتے ہیں ۔آج امت مسلمہ عضو معطل اور بے قیمت ہوچکی ہے ۔

مسلمانوں کی اس کسمپرسی اور بدحالی کا تذکرہ ایک عربی شاعر نے بڑے ہی دردمندانہ اور حقیقت پسندانہ انداز میں کرتے ہوئے کھوجانے والی عزت وغیرت پر افسوس کا اظہار کیاہے ۔وہ عزت وغیرت جس کی ہمارے اسلاف نے بنیاد رکھی تھی ۔شاعر مسلمانوں کے درخشاں ماضی کو یاد کرتے ہوئے مسلمانوں کی موجودہ بے بسی کا اظہار یوں کرتا ہے:

مَلِكنَا هَذِ الدُّنْيَا الْقُرُوْنَا
وَ أَخْضَعَهَا جُدُوْدُ خَالِدُوْنَا

’’کئی صدیاں ہم اس دنیا کے مالک رہے ہیں ۔ہمارے آباء واجداد نے اس دنیا کوسر تسلیم خم کرنے پر مجبور کردیا تھا۔وہ آباء واجداد جن کا نام تاریخ انسانی کے اوراق میں ہمیشہ چمکتا رہے گا۔

وَ سَطَرْنَا صَحَائِفْ مِنْ ضِيَاءِ
فَمَا نَسِیَ الزَّمَانُ وَ مَا نَسِيْنَا

’’ہم نے روشنی سے بڑے بڑے دیوان اورصحیفے تحریر کیے ۔ ہمارے یہ کارنامے نہ تو زمانے نے بھلائے ہیں نہ ہی ہم نے ان کو فراموش کیا ہے ۔‘‘

بَنِيْنَا حِقْبَۃً فِی الأَرْضِ مُلْكًا
يَدْعَمُہٗ رِجَالٌ صَالِحُونَا

’’کرۂ ارضی پر ہم نے ایک لمبا زمانہ بادشاہت اور حکومت کی بنیاد رکھی پھر اس حکومت واقتدار کو ہمارے نیک ،پارسا ،متقی اور پرہیز گار مردوں نے سہارا دیا اور تقویت پہنچائی ۔

رِجَالٌ ذَلُّلُوا سُبُل المَعَالِی
وَمَا عَرَفُوْا سِوی الاِسْلَامِ دِيْنَا

’’وہ ایسے مرد تھے کہ جنہوں نے بڑی بڑی قدآور اور بلند چوٹیوں کی طرف جانے والے راستوں کو قدموں تلے روند ڈالا تھا اور وہ اپنے دین اور مذہب پر اتنے پختہ اور کاربند تھے کہ کسی اور دین کا اختیار کرنا تو درکنار وہ اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو پہچانتے تک نہ تھے ۔‘‘

تَعَهَّدَهُمْ وَ أَنْبَتَهُمْ نَبَاتًا
كَرِيْمًا طَابَ فِى الدُّنْيَا غُصُوْنَا

’’دین اسلام نے بھی ان کی بہت اچھی دیکھ بھال کی اور بڑی عزت ووقار کے ساتھ ان کو پروان چڑھایا ۔عزت ووقار کا یہ درخت جب پروان چڑھا تو ساری دنیا میں اس کی شاخیں اور ٹہنیاں بڑی خوشنما اور دیدہ زیب بن کر پھیلیں۔‘‘

اِذَا شَهِدُوْا الوَغْى كَانُوا كُمَاةً
يُدْكُوْنَ الْمَعَاقِلَ وَ الحُصُوْنَا

’’اسلامی دنیا کے وہ نیک ،پارسا اور متقی مرد جب میدان جنگ میں کودتے ہیں تو اس وقت بڑے بڑے بہادر سپہ سالار اور زرپوش مجاہدوں اور زرہ پوش مجاہدوں کا روپ دھارلیتے ہیں ۔غلامی کی رسیوں اور طوقوں کو انہوں نے کاٹ ڈالاتھا اوربڑے بڑے سربلند قلعوں کو انھوں نے پائمال کرڈالا تھا۔

شِبَابٌ لَم تَحْطَمْهُ اللَّيَالِى
وَ لَمْ يُسْلِمِ اِلَى الخَصْمِ العَرِيْنَا

’’وہ ایسے نوجوان مرد تھے کہ راتوں)کے گزرنے (نے انہیں بوڑھانہیں کیا تھا۔یعنی لمبا زمانے بیت جانے کے باوجود وہ بوڑھے اور ضعیف نہیں ہوئے تھے ۔پھر وہ ایسے خود دار تھے کہ اپنے آپ کو کسی غرّانے والے اور خونخوار دشمن کے حوالے بھی نہیں کیا کرتے تھے۔‘‘

وَ اِنْ جَنْ الْمَسَاءُ فَلَا تَرَاهُمْ
مِنَ الاِشفَاقِ اِلّا سَاجِدِيْنَ

’’اور اگر دن کے بعد شام اپنے سائے گہرے کرلیتی تو پھر وہ نوجوان اللہ کا ذکر اور خوف دل میں رکھتے ہوئے اللہ کے سامنے سجدہ ریز دکھائی دیتے ۔

كَذَالِكَ أخرَجَ الاِسْلَامُ قَوْمِیْ
شَبَابًا مُخْلِصًا حُرًّا أَمِیْنَا

’’اسی طرح دین اسلام نے میری قوم سے ایسے ایسے گھبروجوان نکالے جو پورے عہد شباب میں تھے ،مخلص تھے،آزاد تھے اور امانت دارے‘‘

وَ عَلْمَہٗ الْكَرَامَۃَ كَيْفَ تُبْنٰی
فَيَأْبٰی أن يُقَيَّدَ أوْ يَهُونَا

’’اسلام نے میری قوم کے نوجوانو ںکو عزت وآزادی اورفلاح وکامرانی کا ایسا انداز سکھایا کہ ہمارے نوجوان گرفتاری پیش کرکے قید وبند والی زندگی گزارنے کی بجائے سینے پر تیر کھاکر شہادت کی موت کو پسند کرتے تھے،ذلت ورسوائی کی بجائے عزت کے ساتھ سر اٹھاکر جینے کو ترجیح دیتے تھے ۔

وَمَا فَتأ لزَّمانُ يَدُورُ حَتّٰی
مَضٰی بِالمَجْدِ قَوْمٌ آخَرُوْنَا

’’زمانہ اسی طرح گھومتا اورچکر لگاتا رہا۔مسلمان اپنی اپنی بدعملیوں میں کھوکر ،جہاد چھوڑ کر اور دنیا داری میں پڑ کر عزت وآزادی کھوبیٹھے ۔وہی عزت اور آزادی،رعب ووقار جو مسلمانوں کے پاس تھی اب یہ چیزیں دوسری اقوام کے پاس چلی گئیں ۔‘‘

وَ أَصْبَحَ لَا يُرٰی فِی الرَّكْبِ قَوْمِیْ
وَ قَدْ عَاشُوا أَئِمَّتُہٗ سَنِينَا

’’آج دنیا کے اندر صف اوّل کی باعزت قوم میں مسلمانوں کا نام ونشان تک نہیں ہےجبکہ مسلم حکمرانوں اورخلفاء نے عرصۂ دراز تک حکومت وخلافت کی داغ بیل ڈالے رکھئ

وَ آلَمَنِی وَ آلَمَ كُلَّ حُرٍّ

سُؤالَ الدَّهرِ أيْنَ الْمُسْلِمُوْنَ ؟

’’آزادی کے ہر متوالے کی طرح مجھے بھی یہ سوال بہت تکلیف پہنچاتا ہے جب زمانہ سوال کرتا ہے کہ آج مسلمان کدھر چلے گئے ہیں ؟‘‘

جی ہاں.!آج کچھ لوگ یہ سوال بھی کرتے ہیں : مسلمانوں کی آج یہ بدترین حالت کیوں ہے ؟پوری دنیا کے اندر مسلمان افرادی قوت ،معاشی استحکام اور قدرتی وسائل میں سب سے آگے ہیں ،اس کے باوجود مسلمان سب سے زیادہ مجبور ومقہور ،ناچار وبے بس ،ابتر وبدتر اور ذلیل ورسوا کیوں ہیں ؟جب کوئی شخص اس صورت حال کا حقیقت پسندانی تجزیہ (Analysis) کرتا ہے اورغور وفکر سے کام لیتا ہے تو اسے اس کا سب سے زیادہ واضح جواب وہی سمجھ میں آتا ہے جو اللہ نے قرآن مجید میں بیان کردیا ہے اس جواب میں گویا یوں سمجھئے کہ اللہ رب العزت نے اس سوال کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرکے رکھ دیا ہے ۔جواب اللہ تعالیٰ کے اس فرمانِ ذی شان میں یوں مرقوم ہے:

﴿اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا وَّ يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَ لَا تَضُرُّوْهُ شَيْئًا وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾(التَّوبۃ= (39:9

’’اگرتم اللہ کے راستے میں نہیں نکلوگے تو اللہ تعالیٰ تمہیں دردناک سزا دے گا اور تمہارے سوا اورلوگوں کو بدل لائے گا اور تم اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان نہیں پہنچاسکوگے۔اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔‘‘

غور کیجیے !آج وہی عذاب ہی ہے جو ذلت ،بے بسی اور رسوائی کی شکل میں دنیا میں ہم پر اپنا مہیب سایہ ڈالے ہوئے ہے یہ اللہ کی طرف سے عذاب ہی ہے کہ مسلمانوں کی قوت اور طاقت ختم ہوچکی ہے ،مسلمانوں کا رعب ودبدبہ کے غبارے سے ہوا نکل چکی ہے ،اور کافر طاقتیں آج مسلمانوں پر مسلط ہوچکی ہیں ۔

اللہ کی طرف سے ہم پر سزا کے طور پر مسلط ہونے والے عذاب کا بقیہ حصہ آخرت میں ہمارا منتظر ہے ،جو ہمیں ،اپنی روش نہ بدلنے کی صورت میں آخرت میں سہنا ہوگا۔اسی ’’عذاب الیم ‘‘کا

تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اور مقام پر ان الفاظ سے بھی فرمایا ہے:

﴿قُلْ إِن كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ﴾ (التوبۃ= 24:9)

''اے پیغمبر!(کہہ دیجیے کہ اگر تمہارے باپ اورتمہارے بیٹے اورتمہارے بھائی اورتمہاری بیویاں اور تمہارے کنبے قبیلے اور تمہارے کمائے ہوئے مال اور وہ تجارت جن کی کمی سے تم ڈرتے ہو اور وہ حویلیاں جنہیں تم پسند کرتے ہو اگر یہ تمہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے بھی زیادہ عزیز ہیں توتم اللہ کے حکم سے عذاب آنے کا انتظار کرو اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا ہے''

''جہاد کو ترک کرکے دنیا داری کو اختیار کرنے پر اللہ تعالیٰ نے درج ذیل مقام پر مسلمانوں کو سخت سست کہا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ انفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ أَرَضِيتُم بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ﴾(التوبۃ= 38:9)

''اے ایمان والو!تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے راستے میں جہاد کے لیے نکل پڑو توتم زمین سے لگے جاتے ہو،کیا تم آخرت کے عوض دنیاکی زندگی پر ہی ریجھ گئے ہو،سنو! دنیا کی زندگی تو آخرت کے مقابلے میں کچھ یونہی سی ہے۔''

ان آیات قرآنیہ سے معلوم ہوا کہ موجودہ ابتر وبدتر صورت حال کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ اپنے اہل وعیال ،خاندان وبرادری ،اَعِزَّ واقارب اور دوست واحباب کی محبت کو مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کی محبت سے،اس کے رسول ﷺکی محبت سے اور دنیا بھرکے اہل ایمان کی محبت سے مقدم کیا ہوا ہے ۔مسلمانوں کے دلوں اور دماغوں پر آج صرف دنیا اور دنیاکے ساز وسامان کی محبت سوار ہے ،پیٹ اور پلیٹ

کی خاطر آج مسلمان دنیاکے سوکھے ٹکڑوں کے ساتھ چمٹے اور جھکے ہوئے ہیں ۔آج کا مسلمان موت سے کراہت اور نفرت کرتا ہے ۔دنیا سے محبت اورموت سے نفرت ہی کو رسول اللہ ﷺنے ''وہن''قرار دیا ہے ۔یہ ''وہن''ہی ترک جہاد کا سبب ہے اور ترک جہاد امت مسلمہ کی ذلت ورسوائی اور اللہ رب العزت کی آنکھ سے گرجانے کا واحد سبب ہے ۔اگر ہم بنظر غائر دیکھیں تومعلوم ہوگاکہ ہمارے پیغمبر آخر الزمان، ختم الرسل،سید ولد آدم جناب محمدﷺنے ایک طبیب حاذق کی طرح مرض کی تشخیص بھی فرمائی اور اس کا تیر بہدف علاج بھی بتادیا ۔رسول اللہ ﷺارشاد فرماتے ہیں:

)) إِذَا تَبَايَعْتُمْ بِالْعِيْنَةِ وَأَخَذْتُمْ أَذْنَابَ الْبَقَرِ ، وَرَضِيْتُمْ بِالزَّرْعِ وَ تَرَكْتُمُ الْجِهَادَ سَلَّطَ اللہُ عَلَيْكُمْ ذُلًّا لَا يَنْزِعُہُ عَنْكُمْ حَتَّى تَرْجِعُوْا اِلٰى دِيْنِكُمْ ((¹

---

[1] صَحِيح أَبِى دَاوُد=كِتَابُ الْجِهَادِ : بَابٌ فِى النَّهيِ عَنِ العِيْنَۃِ، الحديث:6592 ، سِلْسِلَۃُ أَحَادِيثِ الصَّحِيْحَۃِ ، اَلْحَدِيث :11.اس حدیث کو تین اسناد سے بیان کیا گیا ہے:

)١(پہلی سند:مذکورہ بالا الفاظ کے ساتھ اس حدیث کو امام ابوداؤد اور امام بیہقی ﷮نے روایت کیا ہے ۔ علامہ منذری﷫نے سیدنا عبداللہ بن عمر﷜کی سند سے اس کو ''الترغیب والترہیب ''میں نقل کیا ہے ۔امام احمد بن حنبل﷫نے بھی اس کو ''المسند''میں ذکر کیا ہے ۔اس روایت کی سند کچھ یوں ہے:

)عَنْ يَزِيْدِ بْنِ هَارُوْنَ عنْ أَبِى حُبابٍ عَنْ شَهْرِ بنِ حَوْشبٍ أَنَّہُ سَمِعَ عَبْدَاللہِ بْنَ عُمَرَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ عَنْ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ(اس سند کے ساتھ درج ذیل تین روایات محدثین نے نقل کی ہیں :

١۔)لَئِنْ تَرَكْتُمُ الْجِهَادَ وَ أَخَذْتُمْ بِأَذْنَابِ الْبَقَرِ وَ تَبَايَعْتُمْ بِالْعِيْنَۃِ لَيَلْزَمَنَّكُمُ اللہُ مَذلًّۃً فِى رِقَابِكُمْ لَا تَنْفَكُّ عَنْكُمْ حَتّٰى تَتُوْبُوْا اِلَى اللہِ وَتَرْجِعُوْا عَلٰى مَا كُنْتُمْ عَلَيْہِ(

)رسول اللہ ﷺنے فرمایا(البتہ اگر تم جہاد ترک کردوگے ،گائے کی دمیں پکڑلوگے ،سودی کاروبار شروع کردوگے تو اللہ تمہاری گردنوں میں ذلت ورسوائی کا ہار ڈال دے گا ۔ذلت ورسوائی کا ہار مسلسل تمہاری گردنوں میں لٹکتا رہے گا ۔

اس ذلت کو اس وقت تک ان سے نہیں ہٹائے گا جب تک وہ اپنے دین کی طرف نہ پلٹ آئیں ۔''

٣۔ اسی سند سے اس روایت کو امام طبرانی﷫نے اپنی تالیف لطیف''الطبرانی الکبیر''میں ان الفاظ سے نقل کیا ہے:

﴿ اِذَا ضَنَّ النَّاسُ بِالدِّيْنَارِ وَ الدِّرْهَمِ وَ تَرَكُوْا الْجِهَادَ فِى سَبِيْلِ اللہِ وَلَزِمُوْا أَذْنَابَ البَقَرِ وَ تَبَايَعُوْا بِالْعِيْنَۃِ سَلَّطَ اللہُ عَلَيْهِم بَلَاءً لَمْ يَرْفَعُ حَتّٰى يُرَاجِعُوْا دِيْنَهُمْ ﴾

''جب لوگ درہم ودینار کے بارے میں کنجوسی کا مظاہرہ کریں گے ،جہاد فی سبیل اللہ کو چھوڑ بیٹھیں گے ،گائے کی دمیں پکڑ بیٹھیں گی ،سودی کاروبار شروع کردیں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر سخت آزمائش مسلط کردے گا ،پھر اس آزمائش کو اس وقت تک نہیں اٹھائے گا)یعنی اس وقت تک دور نہیں کرے گا (جب تک وہ اپنے دین کی طرف نہیں پلٹ آتے ۔''

)٢ (دوسری سند:امام ابن قیم ﷫فرماتے ہیں اس حدیث کو امام ابوداؤد ﷫نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے وہ صحیح سند یوں ہے:

﴿ عَنْ حَيوَ بْنِ شُرَيْحِ الْمِصْرِىْ عَنْ إِسْحَاقِ أَبِى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الخَرَاسَانِىْ أَنَّ عَطَاءَ الخُرَاسَانِىَّ حَدَّثَہُ أَنَّ نَافِعًا حَدَّثَہُ عنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ﴾

امام ابن قیم﷫فرماتے ہیں یہ دونوں سندیں ہی حسن درجے کی ہیں ،دونوں ایک دوسرے کو مضبوط اور قوی کرتی ہیں ۔پہلی سند کے تمام ہی راوی بڑے بڑے مشہور اما م ہیں ۔اس میں یہ خدشہ ہوسکتا ہے کہ امام اعمش نے امام عطاسے سنا ہو یا نہ سنا ہو ۔اسی طرح یہ اندیشہ بھی موجود ہے کہ امام عطا نے سیدنا عبداللہبن عمرسے سنا ہویا نہ سنا ہو۔لیکن دوسری سند جو پہلی سند کو پختہ کرتی ہے وہ اس اندیشہ کو دور کردیتی ہے ۔کیونکہ دوسری سند سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس حدیث کا سیدنا ابن عمرسے بہرحال ایک محفوظ اصل ضرور ہے ۔یہ حدیث بالکل بغیر اصل کے نہیں ہے ۔امام عطا خراسانی مشہور ثقہ راوی ہیں ۔اسی طرح حیوہ بن شریح المصری بھی ثقہ راوی ہیں۔امام ابوعبدالرحمن اسحاق محدثین کے مشہور استاد ہیں مصر کے بہت زیادہ ائمہ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔ مثلاًحیوہ بن شریح ،لیث اور یحییٰ بن ایوب وغیرہ نے۔

٣۔ تیسری سند:اس حدیث کی ایک تیسری سند بھی ہے ،جو اس طرح ہے:

’’جب تم سودی کاروبار شروع کردوگے ،گائے کی دمیں پکڑلوگے ،کھیتی باڑی پر تکیہ کربیٹھوگے اور تم جہاد چھوڑ دوگے تو اللہ تعالیٰ تم پر ذلت مسلط کردے گا اور اسے اس وقت تک نہیں اٹھائے گا جب تک تم اپنے دین)جہاد(کی طرف واپس نہ پلٹ آؤ۔‘‘

اسی لیے ہمارے پروردگار ،اللہ رب العالمین نے ہمیں اس بات سے ڈرایا ہے کہ جب تم ہمارے پسندیدہ دین’’اسلام ‘‘کو بدل ڈالوگے ، ہماری نازل کردہ شریعت سے منہ موڑ لوگے تو میں تمہیں دنیاسے مٹا کر نئی قوم زمین پر آباد کردوں گا۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ۚ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ

’’اے ایمان والو!تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم کو لائے گا جو اللہ کو محبوب ہوگی اور وہ بھی اللہ سے محبت رکھتی ہوگی ،وہ مسلمانوں پرنرم دل ہوں گے اورکفار پر سخت اور تیز ہوں گے ،اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اورکسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا بھی نہ کریں گے ،یہ ہے اللہ تعالیٰ کا فضل جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا اور زبردست علم والا ہے۔‘‘)المائدہ:54/4(

یہ وہ بہترین صفات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیں ہیں کہ میں ایسی قوم کو آبادکروں گا جن کے اندر درج ذیل صفات حمیدہ ہوں گی :

۱۔ اللہ تعالیٰ کی محبّ اور محبوب ۲۔ مسلمانوں پر رحم دل اور نرم

۱رَوَاُ السُّرِیُّ بنُ سَہلٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ ا للِہ بنُ رَشِیْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحمٰنِ بنِ مُحَمَّدٍ عَن لَیْثٍ عَنْ عِطَاءٍ عَن ابنِ عُمَرَ رَضِیَ ا للہُ عَنْہُ عَن رَسُوْلِ ا للِہ صَلَّی ا للِہ عَلَیِہ وَسَلَّمَ۔
یہ تیسری سند بھی واضح کرتی ہے کہ بہرحال اس حدیث کا ’’محفوظ اصل ‘‘ضرور ہے ،اس پوری تفصیل کے لیے دیکھیے ،حاشیہ ابن قیم علی سنن ابی داؤد :245/9

۳۔ کافروں پر سخت گیر اورگرم ۴۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والی
۵۔ ملامت گر کی ملامت سے خوف نہ کھانے والی

ایک عام شخص جب اپنے دائیں ،بائیں ،آگے پیچھے نظریں گھماتا ہے تو اس کو ہر طرف مسلمانوں کی بہت سی جماعتیں اور تنظیمیں نظر آتی ہیں ۔برساتی مینڈکوں کی طرح آج یہ اتنی کثرت سے وجود میں آچکی ہیں کہ ان کو احاطۂ شمار میں لانامشکل ٔہر جماعت خدمت اسلام کے دعوے کرتی ہے۔غلبۂ اسلام کے نعرے لگاتی ٔقرآن وسنت کوماننے کا اقرار کرتی ہے ۔مگر جب ایک عام شخص ان پر سرسری سی نظر ڈالتا ہے تو واضح ہوجاتا ہے کہ ان کے دل ایک دوسرے کی نفرت سے بھرے ہوئے ہیں ۔جسم ایک دوسرے سے کوسوں دور ہیں ۔افکار ونظریات میںبُعدُ المَشرِقَیْنِ وَالمَغرِبَین ہے ۔عقائد واعمال ایک دوسرے سے ٹکراتے ہیں بعض جماعتیں تو درپردہ اسلام اورمسلمانوں کے خلاف سنگین دسیسہ کاریوں اور سازشوں کا جال بنے ہوئے ہیں ۔جبکہ بعض اپنی ڈھٹائی اوربے حمیتی میں اس قدر آگے نکل چکی ہیں کہ علی الاعلان اسلام اور مسلمانوں کے خلاف زہر اگل رہی ہیں ۔

بعض جماعتوں کی ضمیر فروشی کا یہ عالم ہے کہ سب سے آگے نکل جانے کے شوق میں انھوں نے ملت اسلامیہ کے دشمنوں ،یہودیوں ،عیسائیوں ،عالمی طاغوتی اورمرتدوں کے سامنے اپنی محبت اور وفاداریوں کی یقین دہانیاں کرائی ہوئی ہیں ۔کفار کے عالمی ایجنڈوں کو تقویت پہنچانے اور نافذ کرنے میں مدد فراہم کرنے کے لیے ان کے پاس کفار کے حق میں فتوے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں ہوں کفار کے کفریہ اور اسلام دشمنی پرمبنی اقدامات کو جواز فراہم کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار بیٹھے ہیں ۔

ان ضمیر فروش ،ملت فروش اور دین فروش مولویوں ،سیاستدانوں ،صحافیوںا ور نام نہاد دانشوروں کی زبانیں اور فتوے مجاہدین کے خلاف تلواروں سے زیادہ کاری ضربیں لگارہے ہیں ۔ بعض جماعتوں کے موقف اور منشور ایسے بودے ہیں کہ بیان کرنے کے قابل ہی نہیں ہیں ۔مسلمانوں کی موجودہ صورت ان تمام جماعتوں ،تنظیموں اور تحریکوں کو نظر آرہی ہے۔امت مسلمہ کا

وجود آج زخموں سے چور ہے ،یہودیوں اور عیسائیوں کے فوجی دستے اپنی عسکری کاروائیوں کے ساتھ شریعت اسلامیہ کو ختم کرنا اور شمع اسلام کو بجھانا چاہتے ہیں ۔مسلمانوں کے مخلص جہادی لیڈروں اور روحانی پیشواؤں پر وہ بے دھڑک دہشت گردی اور غنڈہ گردی کی دن دیہاڑے کاروائیاں کررہے ہیں ۔پوری دنیا کے نام نہاد مسلم حکمران اور ہمارے چہار سو پھیلی ہوئی یہ جماعتیں خاموش تماشائی بنی ہوئی ہیں ۔عوام الناس کے اندر پائے جانے والے ان مولویوں ،مذہبی لیڈروں اور اصحاب جبہ ودستار سرکاری علماء کا مقصود و مطلوب روٹی کے چندٹکڑے ہیں یا پھر لمبی اور گہری نیند کے مزے ۔

ذرا سوچیے! بھلا مسلمانوں کی یہ جماعتیں ،یہ مذہبی لیڈر اور یہ تنظیمیں اور تحریکیں کب دین اسلام کی غیرت اورلاج کے لیے اٹھیں گی ؟کب عزت وآزادی ان کو نصیب ہوگی ؟اور کب کرۂ ارضی پر ان کو استقلال ،استحکام ،غلبہ اور تفوق حاصل ہوگا؟

اللہ رب العزت ،مالک الملک ، خالق حقیقی ،معبود برحق ،شہنشاہِ کون ومکان کاایک اٹل اصول ہے وہ اصول اس کے آخری پیغمبر سیدالاوّلین والآخرین ،امام الانبیاء والمرسلین جناب محمد ﷺ نے بیان فرمایا ہے۔آپﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت تک ہر دور میں ایک جماعت ایسی ضرور باقی رکھے گا جو حق پر قائم رہے گی ،حق کی خاطر جہاد کرتی رہے گی ،قیامت تک اپنے مخالفین پر غالب رہے گی ،ان کے دشمن ان کاکچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔

اسی اصول وضابطہ کے تحت اللہ کے فضل وکرم سے انسانوں کے جم غفیر میں سے ایک جماعت نکل کھڑی ہوئی ہےجس نے ذلت اور رسوائی ،غلامی اور بے بسی کی زندگی قبول کرنے سے انکار کردیا ۔ انہوں نے اللہ کے دین کو سربلند کرنے کے لیے اپنے آپ کو خواب غفلت سے بیدار کیا ۔یہ لوگ جہاد فی سبیل اللہ کا جذبہ عالیہ اپنے دل ودماغ میں لے کر میدانِ کارزار میں اترے ۔اللہ کے دین کی حرمتوں کی بے حرمتی اور عزتوں کی پائمالی کے خلاف وہ ایک آہنی دیوار بن کر کھڑے ہوگئے ۔جہاد کی خاطر رب کے راستے میں انہوں نے اپنی معمولی متاع حیات سے لے کر اپنی زندگی کا عزیزترین سازوسامان بھی لٹادیا ۔اپنی دوستی اور دشمنی کی بنیاد انہوں نے فقط اپنے خالق ومالک اللہ رب العالمین کو قرار دیا ۔انہوں نے اپنی پرتعیش زندگیاں ترک کرکے ،ائیر

کنڈیشنڈکوٹھیوں ،دفتروں اور گاڑیوں کو خیر باد کہہ کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر آکر ڈیرے ڈالے ،جنہوں نے دل میں یہ بات پختہ کرلی تھی کہ

نہیں تیرا نشیمن قصرِ سلطانی کے گنبد پر
توشاہین ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں پر

دنیا اور دنیا کی سج دھج قربان کرنے کا مقصد کسی دنیوی مفاد کا حصول نہیں تھا بلکہ اپنے اللہ کی ابدی اور ازلی نعمتوں کا حصول ہے۔ وہ کوئی بھی عمل کرتے ہیں (چھوٹایابڑا)اس کے پیچھے صرف ایک ہی مقصد ''جو اللہ کی رضا اور خوشنودی کا حصول''ہے۔ جس طرح جناب موسیٰ ؑاپنے اللہ سے ملاقات کے لیے کوہ طور پر جارہے تھے ،ان کے ساتھ ان کی قوم کے ستر (۷۰)افراد بھی تھے ،جب وہ مقام قریب آیا جہاں اللہ رب العزت سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوتا تھا تو وہ اپنے قدم تیز تیز اٹھانے لگے،باقی افراد کچھ پیچھے رہ گئے ،اللہ تعالیٰ نے موسیٰ ؑسے پوچھا:اے موسیٰ !تونے یہاں قریب آکراپنی چال میں تیزی کیوں پیدا کی ہے؟توانہوں نے وہ جواب دیا جو سورۂ طٰہٰ کی آیت ۸۴ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایاہے:

﴿وَ عَجِلْتُ اِلَيْکَ رَبِّ لِتَرْضٰى﴾ (طٰہٰ: 84:20)

''اور میں نے اے میرے رب !تیری طرف جلدی اس لیے کی کہ توراضی ہوجائے''

اس آیت کریمہ سے معلوم ہواکہ اپنی رفتار میں تیزی پیدا کرنا بظاہر معمولی سا اور عام ساعمل ہے مگر اس معمولی عمل کے پیچھے بھی موسیٰ ؑکے پیش نظر فقط اللہ کی رضا مقصود تھی۔

آدمیوں کے ہجوم میں سے نکلنے والی یہ ایک چھوٹی سی جماعت وہ تھی جس نے اسلام کے صاف اور شفاف دسترخوان پر نشوونما پائی تھی ،قرآن کی تعلیم سے خود کو آراستہ کیا تھا،عزت و شرف کے حامل اپنے اسلاف کی سیرت پر غوروفکر کیا تھا ،انہوں نے اپنی ''دوستی اور دشمنی کا معیار''دین اسلام کو بنایا تھا،اپنی دوستی اور دشمنی کو انہوں نے زمین وآسمان کے پروردگار کے لیے خالص کرلیاتھا ،انہوں نے صاف صاف اور علی الاعلان کہہ دیا:

’’اے ہماری قوم کے لوگو! ہم تم سے بیزار ہیں ،مشرق ومغرب میں تم جن عالمی طاقتوں کی عبادت کرتے ہو اور ان کے سامنے سرتسلیم خم کرتے ہوئے سجدہ ریز ہوتے ہو ہم ان سے بھی بے زار ہیں ۔ہم تمہارے باطل معبودوں گندے اور گناہ آلودہ ایجنڈوں اور عادات فاسدہ ومفسدہ سے لاتعلق ہیں ۔ہم اللہ رب العالمین کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے ،وہ اللہ جو پہلے اور پچھلے تمام لوگوں کامعبود برحق ہے ،جو تمام آسمانوں اور زمینوں کا واحد پروردگار ہے ۔ہم اپنے چہروں کا رخ نہ کسی وائٹ ہاؤس کی طرف کرنا چاہتے ہیں نہ ماسکو نہ لندن کی طرف ۔عالمی طاقتوں کی لونڈی ’’اقوام متحدہ‘‘ہمارا قبلہ ہے اور نہ نام نہاد ’’سلامتی کونسل‘‘۔ہمارا کعبہ وقبلہ صرف ’’البیت العتیق‘‘یعنی خانہ کعبہ ہے ۔عالمی طاغوتی طاقتوں کے ورلڈ آرڈر کو ہم تسلیم کرنے والے نہیں ہیں ۔ہمارے سامنے سَیِّدُ الحُنَفَاءِ وَالْمُحِبِّین جناب ابراہیم ؑاور ان کے ساتھیوں کی ملت اور سیرت موجود ہے۔‘‘

انسانوں کے بہت بڑے ہجوم میں سے کفار کے سامنے اسٹینڈ (Stand)لینے والے چند نوجوانوں کی جماعت نے اپنی قوم کے سامنے یہ اعلان براء ت اس لیے کیا کہ قرآن مجید کی سورۃ الممتحنہ کی آیت ۴: ان کے دلوں کی تختیوں پر منقش تھی ۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّىٰ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ﴾

’’)مسلمانو!(تمہارے لیے ابراہیم ؑاور ان کے ساتھیوںمیں بہترین نمونہ موجو د ہے ۔جبکہ ان سب نے اپنی قوم سے برملا کہہ دیاکہ ہم تم سے اور جن جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو ان سب سے بالکل بیزار ہیں ۔ہم تمہارے عقائد ونظریات کا انکار کرنے والے ہیں ۔جب تک تم اللہ وحدہ، لاشریک لہ، پر ایمان نہ لے آؤ۔‘‘

چند مخلص نوجوانوں کی یہ جماعت ایسے اجلے اور روشن چہروں والوں کی جماعت ہے۔جن کی پیشانیوں پر بددیانتی ،خیانت ،لوٹ مار اورکرپشن کا کوئی داغ اوردھبہ بفضل اللہ

تعالیٰ نہیں ہے۔یہ ہ بے داغ ماضی کے حامل نوجوان تھے۔ان کے ہاتھ ہر معاملے میں صاف تھے ۔اللہ کے دشمنوں اور اسلام کے مخالفوں کے ساتھ انہوں نے کبھی کوئی ساز باز نہیں کی ۔اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کافروں سے کوئی گندہ معاہدہ نہیں کیا ۔مسلمانوں کی جائیداد اور املاک کو کفار کے ہاتھوں فروخت نہیں کیا ۔انہوں نے مسلم علاقوں میں کافروں کو من مانیاں کرنے اور کھل کھیلنے کا کوئی موقع فراہم نہیں کیا ۔یہ خوددار ،غیرت مند اور باحمیت نوجوان دین کی سربلندی اور شریعت اسلامیہ کے احیاء اور رسول اللہ ﷺکی سنتوں کی ترویج کے لیے کھڑے ہوئے تھے ۔

ہر وہ شخص جو قرآن وسنت پر تدبر وتفکر کرتا ہے ،ایمان کی حلاوت اورمٹھاس کو چکھ لیتا ہے اور سلف صالحین کی سیرت وکردار پر غور وفکر کرتا ہے تو وہ شخص لازماً جان جاتا ہے کہ ’’مسئلہ الولاء والبراء‘‘کی اسلام میں کیا اہمیت اور ضرورت ہے ۔’’دوستی اور دشمنی کا معیار‘‘یہ وہ موضوع ہے کہ جو دین کاستون اور دین کی بنیاد ہے ۔یہ وہ ستون ہے کہ جس پر اس دین کی عمارت کھڑی ہے ۔’’دوستی اور دشمنی‘‘کے مسئلہ کا دین اسلام میں وہی مقام ہے جو انسانی جسم میں ’’سر‘‘کو حاصل ہے ۔اگر سر کو جسم سے جدا کردیا جائے تو سارا جسم بے حس وحرکت اور بے جان ہوجاتا ہے۔

اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے صحت ایمان کے لیے ’’الکُفْرُبِالطَّوَاغِیت‘‘کو شرط قرار دیا ہے ۔یعنی جب تک کوئی شخص تمام طاغوتوں کا انکار نہ کرے اس شخص کا عقیدۂ توحید اور عقیدۂ ایمان واسلام کبھی درست ہوہی نہیں سکتا ۔بلکہ اللہ تعالیٰ نے ’’طاغوتوں کے انکار‘‘کا حکم پہلے دیا ہے اور ایمان باللہ کا حکم بعد میں دیا ہے۔جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿فَمَن يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِن بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ﴾(البقرہ:256)

’’پس جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے معبودوں کا انکار کرکے اللہ پر ایمان لائے اس نے مضبوط کڑے کوتھام لیا ۔‘‘

اس آیت میں ’’الْعُرْوَۃَ الْوُثْقٰی‘‘سے دینِ اسلا م اور شہادتِ توحید مراد ہے ۔یہ ایک بدیہی بات ہے کہ طاغوت کا انکار اس وقت تک کیسے ممکن ہے جب تک اللہ تعالیٰ کے سوا تمام زندہ اور مردہ

معبودوں اور ان کے عبادت گزاروں سے اعلان براء ت اور اظہار نفرت نہ کیا جائے۔اس صورت حال میں دنیا کے تمام طاغوتوں ،اسلام کے مخالفوں اور زندہ مردہ معبودوں سے بیزاری اور بھی زیادہ ضروری ہوجاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی کتاب مبین میں امام المؤحدین ، سیِّد المُحِبِّین جناب ابراہیم ؑکی ملت کی پیروی کا حکم بھی دیاہے۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ملتِ ابراہیمی کی بنیادہی مسئلہ ’’الولاء والبراء‘‘پر قائم ہے کہ ’’دوستی اور دشمنی ‘‘کا معیار فقط اللہ رب العالمین کی ذات بابرکات ہے ۔اللہ تعالیٰ ملت ابراہیمی کی پیروی کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں :

﴿ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾(النحل:123)
’’پھر ہم نے آپ کی جانب وحی بھیجی کہ آپ ملت ابراہیم حنیف کی پیروی کریں۔جو مشرکین میں سے نہ تھے ‘‘۔

جی ہاں.!ایک وہ وقت تھا جب ’’الوَلَاء وَالبراء‘‘کامعنی اورمفہوم ابتدائی مسلمانوں کے دلوں میں موجود تھا ۔وہ اللہ کی خاطر محبت کرتے تھے اور اللہ کی خاطر ہی نفرت کرتے تھے ۔دنیا بھر کے کلمہ گو مسلمان ان کے بھائی اور دوست تھے اور دنیا بھر کے کافر اور مشرک ان کے مخالف اور دشمن تھے ۔اسی عقیدہ ونظریہ کی بنیاد پر وہ جنگیں کرتے تھے ،جہاد کے لیے نکلتے تھے ۔اسی عقیدہ کی بنیاد پر ہونے والے جہاد کی بدولت اللہ تعالیٰ نے ان کو ساری دنیا میں قوت وشوکت اور عزت و آزادی سے سرفراز کیا تھا۔

مسلمانوں کے دلوں سے جب ’’الولاء والبراء‘‘ کا معنی مفقود ومعدوم ہوا ’’الولاء والبراء‘‘کے احکام دماغوں سے غائب ہوئے ہیں عقیدہ آجاکر صرف اور صرف بڑی بڑی لائبریریوں اور مکتبوں ہی میں لکھا ہوارہ گیا ۔یہ عقیدہ صرف اور صرف علماء کے دروس ،مواعظ اور خطبات ہی کا حصہ بن کر رہ گیا ۔عملاً اس سے بے رخی اوربے اعتنائی برتی گئی تو امت اس حالت کو پہنچ گئی جو آج سب مسلمانوں کو نظر آرہی ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ مسلمانوں کو وہ درخشندہ اورتابناک ماضی اس وقت تک نصیب نہیں ہوسکتا جب تک ہم اس سابقہ حالت میں نہیں

لوٹتے جس پرہمارے اسلاف اور السابقون الاولون گامزن تھے۔ وہ خوشگوار ماضی ہمیں اس وقت تک دوبارہ دیکھنا نصیب نہیں ہوسکتا جب تک ہم سچے دل سے اسلام کے احکام اور شریعت اسلامیہ کی طرف نہیں پلٹتے ۔دین اسلام اور شریعت اسلامیہ کی طرف پلٹنے کا سب سے بڑا ثبوت عقیدہ ’’الولاء والبراء‘‘کی طرف پلٹنا ہے۔ اللہ کی خاطر مومنوں سے دوستی اور کافروں سے دشمنی کا عقیدہ ہی بندۂ مومن کو میدان جہاد کا راستہ دکھاتا ہے۔جب وہ دنیا بھر کے مسلمانوں کو ظلم کی چکی میں پیستا ہوا اورمسلم عزتوں کوپائمال اورنیلام ہوتا ہوا دیکھتا ہے۔ تو اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر میدان جہاد میں بے خطر کود پڑتا ہے۔بڑی سے بڑی رکاوٹ اور خوف بھی اس کے راستے میں حائل نہیں ہوسکتا ۔جب الولاء والبراءکے عقیدے پرمبنی جہاد فی سبیل اللہ معرض وجود میں آتا ہے۔ تو اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ اسلام کو تمام باطل اورمنسوخ دینوں پر غلبہ وسربلندی بھی عطا فرماتا ہے۔مسلمانوں کو کافروں کے پنجۂ استبداد سۂ چھٹکارا بھی حاصل ہوتا ہے۔

مسلمانوں کی کوئی مذہبی جماعت ہو،کوئی اسلامی تنظیم ہو یا کوئی اسلامی ریاست اورمملکت ،جس کا اصل منہج اور بنیاد اسلام کا شرعی عقیدہ ’’الولاء والبراء‘‘نہیں وہ جماعت ،تنظیم اورمملکت بالکل مردہ اور بے جان ہے۔لازم ہے کہ اس پر چار تکبیرات)نماز جنازہ (پڑھ دی جائیں ۔ایسی جماعت ،تنظیم اور مملکت کو اللہ رب العالمین کی طرف سے کبھی استحکام ،پختگی اور قوت حاصل ہوسکتی ہی نہیں ۔ان کی مثال انتہائی گرمی کے موسم میں چٹیل میدان میں دکھائی دینے والے ’’سراب‘‘کی سی ہے۔جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ قرآن مجِید میں ارشاد فرماتے ہیں :

﴿كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا﴾

’’)کافروں کے اعمال (چٹیل میدان میں چمکتی ہوئی ریت)سراب(کی طرح ہیں ،جسے پیاسا شخص دور سے پانی سمجھتا ہے۔لیکن جب اس کے پاس پہنچتا ہے۔ تو کچھ بھی نہیں پاتا۔‘‘

میرے مؤحد ومومن بھائیو!اس قسم کی جماعتیں اہل توحید اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے لوگوں کی جماعتیں نہیں ہیں ۔نہ ان

کو مسلمانوں ،مجاہدوں اورمؤحدوں کی جماعتیں سمجھنا اور شمار کرنا چاہیے۔یہ مذہبی جماعتیں اور اسلامی ریاستیں محض کٹھ پتلیاں ہیں ۔جس طرح ان کو کفار کی انگلیاں حرکت میں لاتی ہیں یہ اسی طرح حرکت کرتی ہیں ۔کافر طاقتیں ،عالمی قوتیں ،بین الاقوامی طاغوتی تنظیمیں)اقوام متحدہ،دولت مشترکہ،سلامتی کونسل ،اور آئی ایم ایف وغیرہ(جس طرح کے مفادات ان سے حاصل کرنا چاہیں یہ ان کے سامنے دست بستہ ہوکرمجسمۂ تسلیم ورضا بنی ہوتی ہیں

ان جماعتوں ،تنظیموں ،ریاستوں اور ان کے کارکنوں اور افراد کی کثرت تعدا د کی وجہ سے کبھی دھوکے نہ کھائیے ،جہنم کا ایندھن بننے والے لوگوں کی بلاشبہ کثرت ہی ہوگی ۔اس کے برعکس اسلام کی خاطر جہاد کرنے والے مخلص اورمؤحد افراد کی قلت کی وجہ سے بھی پریشان نہ ہوں کیونکہ یہی لوگ اسلام کی اصل قوت اور طاقت ہیں ،لسی کے مقابلے میں اوپر نمودار ہونے والا مکھن تھوڑا ہی ہوتا ہے ۔یہی چند مخلص ،مؤحد اور مجاہد افرادہی حقیقی معنی میں اللہ کی جماعت اور اللہ کاگروہ ہیں ،یہی لوگ اللہ کی دوستی اور محبت کے اصل حقدار ہیں ،ہر دور اور زمانے میں یہ بالکل تھوڑے ،اجنبی اور پردیسی بن کر ہی نمایاں ہوئے ہیں ۔رسول اللہ ﷺنے فرمایا:

(بَدَأَ الاِسْلَامُ غَرِیْبًا وَ سَیَعُوْدُ غَرِیبًا کَمَا بَدَأَ فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَاء)[2]

’’اسلام کا جب آغاز ہوا تھا تو اسلام اجنبی تھا۔اس پر پھر وہی حالت آجائے گی کہ یہ اجنبی ہوجائے گا ۔)اس وقت جو دین پر چلیں گے وہ بھی اجنبی ہوں گے(پس ان اجنبیوں کو میری طرف سے مبارک باد ہو۔‘‘

ان اجنبیوں کو آج کے زمانے میں دیکھنا ہوتو آپ کو قبائلی علاقہ جات میں پھیلے ہوئے وہ مجاہدین نظر آئیں گے جن کی ’’دوستی اور دشمنی کا معیار‘‘فقط اللہ رب العالمین کی ذات ہے ،وطن، قوم ،خاندان ،علاقائی اورلسانی تعصب ان کی دوستی اوردشمنی کا معیار نہیں ہے ۔آج وہ اس دور کی یاد تازہ کررہے ہیں جو ہمارے اسلاف کی اصل میراث تھا ۔دین کے جو عقائد ،نظریات اور جذبات راکھ کے نیچے دب چکے تھے وہ ان کو ازسرنو زندہ کررہے ہیں ۔

[2] صحیح مسلم=کتَابُ الاِیمَانِ : بَابٌ بَیَانِ أَنَّ الاِسْلَامِ بَدَأَ غَرِیْبًا وَسَیَعُوْدُ غَرِیْبًا وَ اِنَّہٗ یَأرِزُ بَیْنَ المَسْجدین، الحدیث: 145

آخر میں ہم اللہ رب العزت کے ہاں دعاگو ہیں ،اللہ تعالیٰ کو اس کے اسمائے حسنیٰ اور صفات حمیدہ کا واسطہ اور وسیلہ پیش کرتے ہوئے سوال کرتے ہیں کہ :

- اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے مجاہد اورمؤحد بندوں میں شامل کرلے ۔ہمیں ان اجنبیوں میں شامل کرلے جو ہر دور میں قلیل ہی رہے ہیں ۔کل روزمحشر اللہ تعالیٰ ہمیں قبروں سے زندہ کرکے ان کے ساتھ ہی شامل کرے۔

- ہم اللہ تعالیٰ سے یہ بھی سوال کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کو ایسی سیدھی شاہراہ پرچلادے کہ جس پر چل کر اہل توحید اور اہل اطاعت کو عزت وفلاح نصیب ہو اہل شرک وکفر کو ذلت و رسوائی اور شکست وریخت کا چہرہ دیکھنا پڑے ۔توحید وسنت کا علم ہر سو لہراجائے ، شرک و بدعت کا قبیح جھنڈا ذلت وپستی کا شکار ہوکر سرنگوں ہوجائے۔

ہم اپنے پروردگار سے یہ بھی التجائیں کرتے ہیں کہ

- یااللہ! جو دین تونے بنی نوع انسان کے لیے پسندفرمایا ہے اس کو اپنی زمین پر قوت وطاقت عطا فرما۔مسلمانوں کے درمیان خوف وہراس کو امن وسلامتی سے بدل دے ،اور مسلمانوں کی ناگفتہ بہ ذلت وخواری کو عزت وشوکت میں تبدیل کردے ۔
- یااللہ تواسلام اور مسلمانوں کی مدد فرما،کفر اور اہل کفر کو ذلیل ورسوا اورتباہ وبرباد فرما،یا اللہ! تو ہر چیز پر قادر ہے اور ہماری دعا کو شرفِ قبولیت بخشنے پر بھی قادر ہے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِیْنَ وَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی وَ سَلَّمَ عَلٰی عَبْدَہٖ وَ رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِہٖ وَصَحَبِہٖ أَجْمَعِیْنَ وَ عَلٰی مَنْ تَبَعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ۔

اَلْعَبْدُ الْفَقِیْر اِلٰی رَحْمَۃِ رَبِّہٖ وَ مَوْلَاہُ
ابـــوعمرو عبـــدالحکیم حسان ﷾

باب:١

’’مومنـون سـے دوسـتی اورکـافروں سـے دشمنی ‘‘اللہ تعالیٰ کی طرف سـے عائـد کردہ واجبـات اور فـرائض میں سـے اہم ترین فریضہ ہے۔اور ایک ایسـی امتیـازی خوبی ہے جس سے دین اسلام بقیہ تمـام ادیان ومذاہب سے ممتاز قرار پاتا ہے۔

چند ابتدائی باتیں

اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام انبیاء ورسل کے آخر میں رسول اکرم،نبئ رحمت ،پیغمبر جہاد ،جناب محمد رسول اللہ ﷺکو مبعوث فرمایا۔ ان کی طرف قرآن وسنت کی صورت میں اپنی شریعت اور اپنا منہج وحی کردیا تاکہ اس وحئ الٰہی کے ذریعے اللہ تعالیٰ لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر اجالوں کی طرف لے آئے یعنی گمراہی وضلالت سے نکال کر ہدایت اور صراط مستقیم کی طرف لائے۔یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ شریعت اسلامیہ اور دعوت الٰہیہ کی ایک بنیاد ضرور ہے ،جس پر شریعت ودعوت کی عمارت کھڑی ہے ،جس بنیاد پر یہ عمارت قائم ہے وہ بنیاد یہ ہے کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کی جائے ،اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیاجائے۔

’’مومنوں سے دوستی اور کافروں سے دشمنی ‘‘اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ واجبات اور فرائض میں سے اہم ترین فریضہ ہے ،اور ایک ایسی امتیازی خوبی ہے جس سے دین اسلام بقیہ تمام ادیان ومذاہب سے ممتاز قرار پاتا ہے۔

پیغمبر آخرالزمان کو اسوۂ براہیمی کی پیروی کا حکم:

اللہ رب العزت نے اپنے نبی ﷺاور تمام اہل ایمان کے لیے امام المؤحدین جناب ابراہیم خلیل ؑکا نمونہ پیش کیا ہے اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ :مؤمنوں سے دوستی اورکافروں سے دشمنی ‘‘کا بیڑا اٹھانے والوں میں سب سے قدآور شخصیت ابراہیمؑکی ہے ،یہی تووجہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے آخرالزماں پیغمبر اما م الانبیاء والمرسلین جناب محمدﷺکو حکم دیا ہے کہ آپ بھی ملتِ ابراہیمی کی پیروی کریں ‘‘

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّـهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّىٰ تُؤْمِنُوا بِاللَّـهِ وَحْدَهُ إِلَّا قَوْلَ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَا أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللَّـهِ مِن شَيْءٍ رَّبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ﴾ (الممتحنۃ: 4)

(مسلمانو!) تمہارے لیے ابراہیم اور ان کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ موجود ہے، جبکہ ان سب نے اپنی قوم والوں سے برملا کہہ دیا تھا کہ ہم تم سے اور جن جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو ان سب سے بالکل بیزار (متنفر) ہیں ہم تمہارے (عقائد ونظریات) کے منکر ہیں جب تک اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان نہ لے آؤ ہم میں اور تم میں ہمیشہ کے لیے بغض وعداوت ظاہر ہوچکی ہے، لیکن ابراہیم کی اپنے باپ سے کہی ہوئی اتنی بات (نمونہ نہیں ہے) کہ میں تمہارے لیے مغفرت کی دعا کروں گا اور تمہارے لیے مجھے اللہ کے سامنے کسی چیز کا کچھ بھی اختیار نہیں ہے اے ہمارے پروردگار! تجھی پر ہم نے بھروسہ کیا اور تیری ہی طرف رجوع کرتے ہیں اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔‘‘

ایک اور مقام پر بھی یہی حکم دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ اپنے نبی محمد ﷺ سے فرماتے ہیں :

﴿ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ (النحل: 123)

’’پھر ہم نے آپ (کی جانب وحی بھیجی کہ آپ ملت ابراہیم حنیف کی پیروی کریں ، جو مشرکین میں سے نہ تھے ‘‘

انسانی تاریخ میں ایسا دور بھی آیا ہے کہ اللہ رب العالمین کی شریعت کی پاسداری میں ’’اَلوَلَاء وَالْبَرَاء‘‘ (اللہ کے لیے دوستی اور اللہ کے دشمنی) کی بڑی حیرت انگیز مثالیں منظر عام پر آئی ہیں ، دین کی دشمنی کی بنیاد پر کبھی بیٹا اپنے باپ کو قتل کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے توکبھی اسلام کی بیٹی دین کی بنیاد پر اپنے اہل خانہ اور برادری کو داغ مفارقت دیتی ہوئی دکھائی دیتی ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے بھی دین اسلام

کے وفا شعاروں کو بے یارومددگار نہیں چھوڑا۔جبکہ اس قادر وقدیر وحدہ لاشریک لہٗ ہستی نے ان کی مدد فرمائی اور ان کو اپنے دشمنوں پر غلبہ بھی عطافرمایا۔[3]

دنیا سے ٹوٹ کر محبت کرنے والوں کا انجام :

وقت گزارنے کے ساتھ ساتھ بعد میں کچھ ایسے نالائق ،نااہل اور ناخلف پیدا ہوئے جو دنیا اور دنیا کی سج دھج کے ساتھ چمٹ گئے ۔ آخرت کو نظرانداز کرکے دنیا کی طرف ہی اپنا کلی میلان کردیا اور جہاد فی سبیل اللہ کو بالآخر خیرباد کہہ دیا۔حالانکہ دین اسلام میں ’’الولاء والبراء‘‘ کا سب سے بڑا مظہر جہاد فی سبیل اللہ ہی تھا ۔تو اس دنیا کی طرف میلان اور ترک جہاد کے جرم کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے ا ن کے دشمنوں کو ان پر مسلط کردیا اور پھر اللہ کے باغی اور دشمن ان نالائقوں ،نااہلوں ،دنیا کے لالچیوں اور جہاد سے پسپائی

---

[3] ❶ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:
﴿لَّا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّـهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّـهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ﴾)المجادلہ= (228:5
’’اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو آپ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں سے محبت کرنے والے ہرگز نہ پائیں گے اگرچہ وہ ان کے باپ ہوں یا اُن کے بیٹے ہوں یا اُن کے بھائی ہوں یا اُن کے قبیلے کے عزیز ہی کیوں نہ ہوں۔‘‘
مذکورہ بالا آیت کی تفسیر وتشریح کے ضمن میں مفسرین کرام نے ذکرکیا ہے کہ یہ آیت کریمہ :

- سیدنا ابوعبید ہ عامر بن عبداللہ بن جراح ؓکے بارے میں نازل ہوئی جب انہوں نے غزوۂ بدر کے روز میدانِ بدر میں اپنے باپ کو قتل کردیا تھا۔
- نیز سیدنا صدیق اکبر ؓکے بار ے میں نازل ہوئی کیونکہ انہوں نے بدر کے دن اپنے حقیقی بیٹے عبدالرحمن بن ابی بکر کو قتل کرنے کا مصمم ارادہ کیا ہوا تھا۔
- سیدنا مصعب بن عمیر ؓکے متعلق بھی نازل ہوئی کیونکہ انھوں نے اپنے حقیقی بھائی عبید بن عمیر کو بدر کے دن ہی قتل کیا تھا۔
- اس آیت کا نزول سیدنا عمر بن خطاب ؓسے بھی تعلق رکھتا ہے کیونکہ انہوں نے اپنے ای قریبی رشتے دار)اپنے سگے ماموں عاص بن ہشام(کو قتل کردیا تھا۔
- یہ آیت سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب ،سیدنا علی بن ابی طالب اور سیدنا عبیدہ بن حارث ؓکے بارے میں بھی نازل ہوئی کیونکہ انہوں نے اپنے قریبی رشتے داروں عتبہ،شیبہ اور ولید بن عتبہ کو بدر کے دن قتل کردیا تھا۔
- یہ واقعہ بھی مندرجہ بالا مضمون ہی سے تعلق رکھتا ہے کہ جب رسول اکرم ﷺنے مسلمانوں سے بدر کے قیدیوں کے بارے میں مشورہ طلب کیا ؟تو سیدنا ابوبکر صدیق ؓنے اس طرف اشارہ کیاکہ اُن کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے ؛پھر اس حاصل کیے ہوئے فدیہ)تاوانِ جنگ(سے مسلمانوں کی قوت وطاقت)اسلحہ وغیرہ (کا سامان بنایاجائے آخر وہ ہمارے ہی چچیرے بھائی اور برادری والے ہیں ہوسکتا ہے کہ ان میں سے اللہ تعالیٰ کسی کو ہدایت کی دولت سے بھی نواز دے ؛جب رسول اللہ ﷺنے سیدنا عمر بن خطاب ؓسے مشورہ طلب کیا تو سیدنا عمر ؓفرمانے لگے :اے اللہ کے رسول!میری رائے اور مشورہ وہ نہیں ہے جو سیدنا ابوبکر صدیق ؓنے دیا ہے ،میں تو آپ سے عرض کروں گا کہ آپ مجھے اجازت دیں کہ قیدیوں میں سے جو فلاں شخص میرا قریبی رشتے دار ہے وہ مجھے دیا جائے اورمجھے اس کی گردن کاٹنے کا اختیارحاصل ہوتاکہ میں اس کی گردن کاٹ ڈالوں ۔ ؛سیدنا علی بن ابی طالب ؓکو ان کا قیدی حقیقی بھائی عقیل بن ابی طالب ؓسپرد کیا جائے تاکہ وہ اس کی گردن کاٹ ڈالیں ۔

علیٰ ھٰذا القیاس جس کا کوئی عزیز اوررشتے دار قیدیوں میں ہے وہ ا س کے حوالے کردیا جائے اور اُس کو اختیار دیا جائے کہ وہ اس کا گلہ کاٹ ڈالے ؛تاکہ اللہ تعالیٰ کو ہماری طرف سے پتہ چل جائے کہ ہمارے دلوں میں مشرکین کی کوئی محبت وموالات نہیں ہے۔)دیکھیے تفسیر ابن کثیر: (330:4

اختیار کرنے والوں کی عزتوں کو تار تار کرنے لگے اوران کے علاقوں اور ملکوں کو روندتے ہوئے ان کے گھروں میںآگھسے ۔بعد ازاں مسلمانوں کے درمیان سے ہی نئی روشنی کی دلدادہ ایسی پود پیدا ہوگئی جنھوں نے اللہ کے دشمنوں کی دوستی کو اور ان کی فرمانبرداری کو سب سے زیادہ مقدم رکھا ۔بجائے اس کے کہ وہ اللہ رب العزت سے مدد طلب کرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی کو تھامتے ہوئے ان کافروں کے خلاف معرکہ آراء ہوتے ۔بلکہ وہ تو دین اسلام سے دور ہوتے ہوتے بہت دورنکل گئے ۔انہوں نے نہ صرف یہ کہ کافروں سے دوستیاں رچائیں بلکہ کافروں کی ایسے ایسے طریقے سے مدد کی کہ جس سے مسلمانوں کی قوت وشوکت ہی ختم ہوکر رہ گئی ۔تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ ایسے لوگ انسانی تاریخ کے کسی دور میں بھی صالح العقیدہ ،متقی اور پختہ ایمان والے نہ تھے ۔بلکہ ایسے لوگوں کاتعلق یا توکینہ پرور منافقین سے تھا جن کو نہ تو دین اسلام اچھا لگتا تھا نہ شریعت اسلامیہ کی سربلندی ان کو ایک نظر بھاتی تھی ۔سلفی العقیدہ مومنوں کے بارے میں کینہ وبغض اور شر وفساد یہ اپنے سینوں میں چھپائے رکھتے تھے ۔یا پھر ان کا تعلق ایسے گمراہ فرقوں اور مرتد قسم کے لوگوں سے تھا جواپنے پاس سے گھڑا ہوا جھوٹ موٹ پر مبنی دین اور بے سروپاباتیں اسلام کی طرف منسوب کرتے رہتے تھے ۔ مثلاًفرقہ باطنیہ اور فرقہ قرامطہ کے لوگوں کا یہی طرز عمل تھا ۔

ماہ و سال اورلیل ونہار کے گزرنے کے ساتھ ساتھ اس طرح کے اور بھی بہت سے لوگ معرض وجود میں آئے ۔ایسے کینہ پرور منافقوں اور گمراہ مرتد فرقوں کی بددیانتی وخیانت کی وجہ سے ہی تو مسلمان بہت زیادہ مصائب وآلام سے دوچار ہوئے ۔

مسلمانوں کی ذلت وغلامی میں منافق حکمرانوں کا کردار:

یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ ایک صاحب بصیرت اور عقلمند شخص دائیں اور بائیں کے ماحول سے متاثر ہوئے بغیر خود محسوس کرسکتا ہے کہ مسلمانوں کے یہ مجرم اوربدخواہ تمام اسلامی ممالک اور علاقوں میں موجود ہیں ۔انہوں نے مسلم علاقہ جات کو کافروں کے ہاتھوں فروخت کردیا اورمسلمانوں کی جائیدادیں اوراملاک کو کافروں کے ہاں گروی رکھا ہوا ہے ۔

بندروں اور خنزیروں کی اولاد ،یہود آج کل مسلمانوں کے آقا اورمالک بنے ہوئے ہیں ۔مسلمانوں کے خلاف کینے وبغض اپنے سینوں میں پالنے والے صلیب کے پجاری آج مسلمانوں کے سیاہ وسفید کے مالک بنے ہوئے ہیں ۔یہود ونصارٰی کے علاوہ دیگر کافر بھی آج مسلمانوں کو غلام بنائے ہوئے ہیں ۔خواہ وہ کافروں کی کسی بھی جنس ،رنگ یا مذہب سے تعلق رکھنے والے ہوں ۔

مجاہدین اسلام کے خلاف علماء کے فتاوٰی جات:

منافق اوربے دین مسلمانوں نے اپنی اپنی کرسیوں اور عہدوں کو محفوظ رکھنے کے لیے کافروں کے ساتھ ذلتوں اور رسوائیوں پر مبنی معاہدے کیے ہوئے ہیں اور اِن کرسیوں اور عہدوں پر وہ بزور شمشیر وسناں قابض ہوئے ہیں ۔

پھر نہلے پر دہلا یہ کہ ان کو مسلمانوں ہی کی صفوں سے ایسے ایسے علماء سوء،درباری اور سرکاری مفتیان اور اصحاب جبہ ودستار مولوی ہاتھ لگ گئے جنہوں نے ضمیر فروشی اور دین فروشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایسے ایسے فتوے دے ڈالے جن فتوؤں سے ان مجرم حکمرانوں کے جرائم کوبھی نیک اعمال بناکر پیش کیاگیا۔کافروں کے ساتھ ذلتوں کے معاہدے (Pacts) کو جائز قرار دیا گیا ۔مسلمانوں کی مال ودولت اور جائیداد واملاک کافرو ں کے ہاتھوں بیچ دینے کو بھی درست کہا گیا ۔یہاںتک کہ ایسے ایسے قوانین بھی بنائے اور پاس کئے گئے کہ جن کی بدولت کافر وملحد قوتیں مسلمانوں کی گردنوں پر سوار ہوتی چلی گئیں ۔

بلکہ معاملہ اس سے بھی کہیں آگے چلا گیا ۔ان دین فروش مفتیوں نے یہ فتوے بھی جاری کردیے کہ اگر کوئی ان جیسے مجرم وملحد اور بے دین وسیکولر حکمرانوں کے خلاف خروج کرتے ہوئے کلمہ حق سربلند کرتا توان لوگوں کو قتل کرنا اور ان پر گولی چلانا بھی جائز ومباح ہے۔یہ بھی فتوے جاری کئے گئے کہ جو بھی مجاہد فی سبیل اللہ ہو اس کو)دہشت گرد کانام دے کر(قتل کرنا واجب ہے ۔یہ بھی فتوے جاری ہوئے کہ اگر کوئی شخص اللہ ، اس کے رسول ۔اورمومنوں کے

کسی دشمن کو قتل کردے تو اس)مجاہد وغازی (کو قتل کرنا واجب ہے۔

خاص طورپر اگرکسی مجاہد کے ہاتھوں جہنم واصل ہونے والے کا تعلق کسی یہودی یا عیسائی لیڈر سے ہوتو پھر ساری حکومتی مشینری حرکت میں آجاتی ہے اور دین اسلام سے محبت کرنے والے سلفی العقیدہ اور مذہبی لوگوں کا جینا حرام کردیا جاتا ہے ۔ایسی صورت میں تو ان دین فروش مفتیان ،ضمیر فروش شیوخ ،محکمہ اوقاف کی وزارتوں پر براجمان ارکان حکومت ،ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں رکھنے والے درباری وسرکاری مذہبی پیشواؤں کے پاس تو ہر وقت فتوے تیار ہوتے ہیں کہ دین کاجذبہ رکھنے والوں ،دینی سوچ رکھنے والوں ،جہاد کی تڑپ رکھنے والوں اور جہاد کی تیاری کرنے والوں کی گردنیں اڑانا اشدضروری ہے ۔

اگرچہ اس مجاہد نے فقط اسلام کی لاج رکھتے ہوئے اللہ اور رسول ﷺکی عزت وناموس پر غیرت کھاتے ہوئے اور اسلام کی بے حرمتی پر کبیدہ خاطر ہوتے ہوئے اللہ رب العزت کے کسی دشمن کے خلاف برسر پیکار کسی یہودی کافر یا مرتد کو قتل کیا ہو۔

صرف مجاہدین اسلام ہی امید کی روشن کرن ہیں :

اللہ رب العزت کابھی یہ اٹل فیصلہ ہے کہ جن ناگفتہ بہ اوربدترین حالات سے آج بے چارے مسلمان دوچار ہیں اس ذلت ورسوائی کو عزت وفلاح میں وہی لوگ تبدیل کریں گے جو اللہ رب العالمین کے لیے ’’الولاء والبراء‘‘پر پختہ یقین رکھتے ہیں ،یعنی ان کی دوستیاں بھی اللہ کے لیے ہیں اور اُن کی دشمنیاں بھی اللہ کے لیے ہیں ،قادر وقدیر اللہ رب العالمین سے مدد طلب کرتے ہوئے وہ میدانوں میں کھڑے ہوتے ہیں،اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں ،کافروں اور ان کا تعاون کرنے والے مجرم اور ایجنٹوں سے جنگ کرتے ہیں ،میدانوں میں ایک دوسرے کو تھامے رکھتے ہیں ،قربانیاں پیش کرتے ہوئے دنیا کا کوئی مفاد ان کے پیش نظر نہیں ہوتا ،بلکہ صرف اللہ ہی سے اجر وثواب کی امیدیں وابستہ کرتے ہیں ،اُس وقت تک میدانوں میں ڈٹے رہتے ہیں جب تک اللہ تعالیٰ اپنے خصوصی فضل وکرم اور اذن واجازت کے

پسندیدہ اور محبوب دین ’’دین اسلام ‘‘کو دنیا کے تمام باطل ومنسوخ دینوں پر غالب کردیں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :
﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًاۚ يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًاۚ وَمَن كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾(النور: 55)
’’تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اورجنہوں نے نیک اعمال کیے ہیں ،اللہ تعالیٰ وعدہ فرماچکا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا ،جیسے کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا ،جو ان سے پہلے تھے اور یقینا ان کے لیے اس دین کو مضبوطی کے ساتھ محکم کرکے جمادے گا ،جسے وہ ان لوگوں کے لیے پسند کرچکا ہے اور ان کے خوف وہراس کو وہ امن امان میں بدل دے گا ،وہ لوگ میری عبادت کریں گے ،میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے ،اس کے بعد بھی جو لوگ ناشکری اور کفر کریں تو وہ لوگ فاسق ہیں ۔‘‘

جب مسلمان عزت وآزادی حاصل کریں گے تو:

جب مسلمان ذلت وپستی سے نکل کر عزت وفلاح کی طرف آئیں گے تو اس وقت مسلمانوں کے جذبات کیاہوں گے؟اس بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :
﴿وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ ۝ بِنَصْرِ اللَّهِ يَنصُرُ مَن يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝ وَعْدَ اللَّهِ لَا يُخْلِفُ اللَّهُ وَعْدَهُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾(الروم: 4-6)
’’اور اس رو زمسلمان شاداں وفرحان ہوں گے ،وہ اللہ کی مدد سے ،وہ جس کی چاہتا ہے مددکرتا ہے ،اصل غالب اورمہربان وہی ہے ،یہ اللہ کا وعدہ ہے ،اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا،لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔‘‘

جی ہاں! اس دن کافروں اورمشرکوں،بے دینوں اور ملحدوں کی کیا حالت ہوگی؟ اس بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ﴾(الشعراء:227)

’’جنھوں نے ظلم کیے ہیں وہ بھی جان لیں گے کہ کس کروٹ الٹتے ہیں ‘‘۔

مجاہدین اسلام کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکے گا:

اہل حق جو اپنے نبیﷺکی لائی ہوئی شریعت مطہرہ کوکومضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں ،قیامت تک ان کے مخالفین اورمعاندین کاکوئی حربہ اورکوئی چال ہرگز ہرگزنقصان نہیں پہنچاسکے گی۔ہر چند کہ مخالفین ان اہل حق کی مخالفت میں انھیں بدنام اور رسوا کرنے کے لیے جیسے جیسے بھی)دہشت گرد ،انتہاء پسند ،بنیاد پرست اور شدت پسند جیسے (القابات سے نوازتے رہیں ،مگر شرط یہ ہے کہ وہ اہل حق قرآن وحدیث اورشریعتِ محمدیہ پر دل جمعی اور استقامت کے ساتھ کاربند رہیں ،اللہ رب العزت کے مومن بندوں کے سوا کسی کے ساتھ دوستانہ مراسم قائم نہ کریں اور ان کی دشمنی کا رخ صرف اللہ کے دشمنوں کی طرف ہی رہے ،وہ اللہ کے دشمن خواہ کافر ہوں ،خواہ یہودی ہوں،خواہ عیسائی ہوں یا دین اسلام سے پھر جانے والے مرتدین ہوں۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَإِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ﴾(آل عمران:120)

’’تم اگر صبر کرو اور پرہیزگاری اختیارکرو تو ان)کافروں(کی کوئی چال تمہیں ذرا نقصان نہیں دے گی‘‘

سیدناجابر بن عبداللہ ؓفرماتے ہیں ،نبی اکرم ﷺنے فرمایا:

)لَاتَزَالُ طَائِفَۃٌ مِّنْ اُمَّتِیْ یُقَاتِلُوْنَ عَلَی الْحَقِّ ظَاھِرِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ[4](

’’میری امت میں سے ایک گروہ حق پر قائم رہتے ہوئے جنگ وقتال کرتا رہے گا اور وہ جہاد کرنے والے قیامت تک غالب رہیں گے۔‘‘

[4] تخریج کے لیے دیکھئے صحیح مسلم=کتاب الامارۃ: باب قولہ ﷺ: لَاتَزَالُ طَائِفَۃٌ مِّنْ أُمَّتِیْ ظَاہِرِیْنَ عَلَی الْحَقِّ لَا یَضُرُّھُم مَنْ خَالَفَھُمْ(الحدیث:1923

ایک روایت کے الفاظ یوں مروی ہیں کہ سیدنا عقبہ بن عامر ؓبیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(لَاتَزَالُ عِصَابَة مِن اُمَّتِی یُقَاتِلُونَ عَلٰی اَمرِاللِ قَاهِرِینَ لِعَدُوِّهِم لَا یَضُرُّهُم مَن خَالَفَهُم حَتّٰی تَاتِیِهِم السَّاعَةُ وَهُم عَلٰی ذٰلِکَ)[5]

’’میری امت کا ایک گروہ اللہ تعالیٰ کے حکم)پر عمل کرنے کی بناء(پر لڑتا رہے گا اور وہ اپنے دشمن پر غالب رہے گا ان کی مخالفت کرنے والا کوئی شخص ان کا کچھ نہیں بگاڑسکے گا یہاں تک کہ قیامت قائم ہوجائے گی اوروہ اسی)غلبہ و کامرانی والی(حالت پر ہوں گے۔‘‘

جبکہ رسول اللہ ﷺ کی اسی حدیث مبارکہ کو امام مسلم ؒنے سیدنا جابر بن سمرہ ؓسے بھی روایت کیا ہے ،اس کے الفاظ کچھ یوں ہیں :

)لَنْ یَّبْرَحَ هٰذَا الدِّیْنُ قَائِمًا یُقَاتِلُ عَلَیْہِ عِصَابَۃٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ حَتّٰی تَقُوْمَ السَّاعَۃُ ([6]

’’دین اسلام ہمیشہ قائم رہے گا اس کی خاطر مسلمانوں کاایک گروہ یا جماعت قتال کرتی رہے گی یہاں تک کہ قیامت قائم ہوجائے گی۔‘‘

امام مسلم ؒنے اسی روایت کو سیدنا معاویہ بن ابی سفیان ؓسے بھی نقل کیا ہے ،اس روایت کے الفاظ یوں ہیں :

)لَاتَزَالُ طَائِفَۃٌ مِنْ أُمَّتِیْ قَائِمَۃٌ بِأَمْرِ اللّٰہِ لَا یَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ أَوْ خَالَفَهُمْ حَتّٰی یأْتِیَ أَمْرُ اللِ وَ هُمْ ظَاهِرُوْنَ عَلَی النَّاسِ (

[5] تخریج کے لیے دیکھئے صحیح مسلم=کتابُ الاِمَارَۃِ:بَابٌ قولہ ﷺ):لَاتَزَالُ طَائِفَۃٌ مِّنْ أُمَّتِیْ ظَاهِرِیْنَ عَلَی الْحَقِّ لَایَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ(،الحدیث:1924

[6] تخریج کے لیے دیکھئے صحیح مسلم =کتاب الاِمارۃ:باب قولہ ﷺ:)لَاتَزَالُ طَائِفَۃُ مِّنْ أُمَّتِیْ ظَاهِرِیْنَ عَلَی الْحَقِّ لَایَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ(، الحدیث:1922

باب ۲:

اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْلِيَاؤُهُمُ الطَّاغُوتُ يُخْرِجُونَهُمْ مِنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ أُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (البقرۃ:257)

ایمان لانے والوں کا اللہ تعالیٰ خود مددگار ہے، وہ انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف خود لے جاتا ہے اورکافروں کے مددگار شیاطین ہیں وہ انہیں روشنی سے نکال کر اندھیروں کی طرف لے جاتے ہیں یہ لوگ جہنمی ہیں جو ہمیشہ اسی میں پڑے رہیں گے ‘‘

’’موالات‘‘ کیا ہے؟

یہ ایک حقیقت ہے کہ جب تک عقیدۂ وتصور درست نہ ہو عمل کبھی درست نہیں ہوسکتا یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جہالت بہت سارے فاسد اعتقادات اورمخالفِ اسلام نظریات کا سبب ہے اس بناء پر ہمارے لیے یہ چیز بہت ہی اہم اور ضرور ی ہے کہ ان اسماء والفاظ کو پہچانیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مبین قرآن مجید میں

اور اس کے رسول ﷺ نے اپنی سنت مطہرہ میں ذکر فرمائے ہیں ۔ہم جب ان اسماء و الفاظ اور اصطلاحات کو پہچان لیں گے تو پھر ہم ان چیزوں کو بھی پہچان لیں گے جن کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے اور جن سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں منع کیا ہے ۔قرآن وحدیث میں مذکور ان اسماء واصطلاحات میں سے ایک اہم ترین اصطلاح (Terminology)''الولاء والبراء ''بھی ہے ۔یہ دونوں الفاظ ۔....الولاء ۔....البراء بھی اللہ پاک کے کلام قرآن میں اور رسول اکرم ﷺکی مبارک زبان سے نکلنے والی احادیث میں کئی مقامات پر مذکور ہیں ۔

لفظ ''الموالاۃ'')دوستی(کی مختصر وضاحت:

لفظ ''المُوَالَاۃ''سے مشتق)نکلا (ہے ۔ أَلوَلیْ کا معنی قربت اور نزدیکی ہے ۔لفظ أَلوَلیْ)أَلوَلیْ میں لام ساکن ہے(نبی ﷺکی ایک حدیث مبارکہ میں بھی استعمال ہوا ہے ۔رسول اللہ ﷺکی زوجہ محترمہ ام المومنین سیدہ ام سلمہ ؓکا پہلے خاوند ،سیدنا ابوسلمہ ؓسے ایک بیٹا عمر بن ابوسلمہ ؓآپ کے ساتھ کھانا کھارہاتھا۔سیدنا عمر بن ابوسلمہ ؓخودبیان کرتے ہیں کہ میں کھانا کھاتے ہوئے برتن میں چاروں طرف اپنا ہاتھ گھما رہا تھا کہ آپ ﷺنے مجھے ارشاد فرمایا:

«یَاغُلَامُ! سَمِّ اللہَ وَکُلْ بِیَمِیْنِکَ وَ کُلْ مِمَّا یَلِیْکَ»[7]

''بیٹے !بسم اللہ پڑھ کرکھانا شروع کریں ، اپنے دائیں ہاتھ سے کھائیں اور اپنے آگے)یعنی قریب اور نزدیک (سے کھائیں۔''

اس حدیث ِ رسول میں جو لفظ ''یَلِیْکَ'' استعمال ہوا ہے ، اس کامعنی ہے کہ جو تیرے آگے ہے ،قریب یا نزدیک ہے اور ''یَلِیْکَ'' کا تعلق لفظ الوَلیُ سے ہی ہے ۔معلوم ہوا کہ الوَلیُ کامعنی نزدیک ہونا اور قریب ہونا ہے ۔

اسی طرح عربی زبان میں یہ جملہ عام مستعمل ہے کہ ''والٰی بَیْنَ شَیئَیْن''اس کامعنی ہے کہ اس)شخص (نے دوچیزوں کو بغیر کسی وقفے اور خلا کے ایک دوسرے کے پیچھے لگادیا ہے۔''

---

[7] °أَکَلِ بِالْیَمِیْنِ،الحدیث=5376،صَحِیحْ مسلم=کِتَابُ الْاَشْرِبَۃِ:بَابُ آدَابِ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ واحکامها، الحدیث = 2022

علیٰ ھذا القیاس وضوء ک اعمال وارکان میں ایک عمل اور رکن''موالا''بھی جب ی لفظ وضوء ک اعمال میں بیان وتا تو پھر اس کامطلب وتا ک وضوء ک تمام اعمال وارکان اور فرائض ومستحبات کو پ درپ اوربغیر کسی وقف ک ایک دوسر ک بعد بجالانا [8]

مندرج بالا چند مثالوں س ظار وا ک '' المُوَالَا'' اصل معنی ''القُربُ'' اور ''اَلْمُتَابَعَۃُ'' القرب کا معنی نزدیکی اور قریب جبک المتابع کامعنی پیروی اورایک دوسر ک پیچھ لگنا یا لگانالفظ الوَلیُّ ''العَدُوّ'' کا متضاد (Opposite) الوَلیُّ ک عربی زبان میں چند دیگر معانی بھی یں مثلاً:

- النَّاصِرُ . . . . مددگار
- المُعِیْنُ . . . . تعاون کرن والا
- الحَلِیْفُ . . . . جنگی معادوں میں ساتھ نبھان والا
- المُحِبُّ . . . . محبت کرن والا
- الصَّدِیْقُ . . . . سچا دوست
- القَرِیْبُ فِی النَّسَبِ . . . . قریبی عزیز
- الْمُعْتَقْ . . . . کسی غلام کو آزادکرن والا
- العَبْدُ . . . . غلام
- ر و شخص جو کسی ام کام کاذم دار و اور اس کابیڑا اٹھان والا و و اس کام کا ولی وتا

جیس حاکم اور امیر کو ولی الأمر کا جاتا ک ی شخص عنانِ حکومت سنبھال وئ اورملکی انتظامات کا ذم دار اسی طرح عورت کا بھی ولی وتا جس کی اجازت ک ساتھ ی نکاح کاانعقاد وتا

[8] ''الموالا فی اعمال الوضوء'' کامطلب ک وضوء ک اعمال وارکان کو ایک دوسر ک بعد پ درپ اورلگاتار(continuously)کرت رنا یعنی وضوء کرت وئ درمیان میں کوئی وقف اور تعطل ن و آدمی پل اتھ دھوئ ،پھر کلی کر ،پھر ناک میں پانی چڑھاکر جھاڑ،پھر چر دھوئ اور کانوں کا مسح کر،پھر سر کامسح کر پھر پاؤں دھوئ ی سار کام یک بعد دیگر کرتا جائاگر کوئی شخص مثلاً اتھ دھوئ ،کلی کر اور ناک میں پانی چڑھاکر جھاڑن ک بعد کسی اور کام کی طرف متوج وجائ اب جب و وضوء کرن ک لی آئ گا اور توج کر گا تو اس کو وضوءک اعمال نئ سر س شروع کرنا وں گ کیونک درمیان میں وقف کرن س ترتیب اورموالات ختم وگئی اس کو ''الموالا فی اعمال الوضوء''کا جاتا

معلوم ہوا کہ الموالات کا اصل معنی اور سب سے زیادہ استعمال ہونے والا معنی ’’محبت کرنا‘‘ہے۔اس کی دلیل رسول اکرم ﷺکا وہ فرمان ہے جو آپ ﷺنے سیدنا علی بن ابی طالب ؓکا ہاتھ پکڑکر ارشاد فرمایا:

﴿ هٰذا وَلِيُّ مَن اَنَا مَوْلَاہُ ، اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ، اَللّٰهُمَّ عَـادِ مَنْ عَادَاہُ ﴾[9]

’’)یعنی سیدنا علی ؓ (اس کادوست ہے) جس کـا میں دوسـت ہوں۔یا اللہ !تو بھی اس سے محبت کـر جـو اس سـے محبت کرے ۔یا اللہ !تو اس سے دشـمنی کـر جـو اس سـے دشـمنی کرے۔‘‘

مذکورہ بالاحدیث میں ﴿وَالِ مَنْ وَالَاہُ﴾کے الفاظ کا مطلب ہے ﴿ ’’أُحْبُبْ مَنْ أَحَبَّہُ وَانْصُر مَنْ نَصَرَہُ‘‘ جس کا اردو زبان میں معنی یہ ہے کہ)یااللہ!(جو اس)علی ؓ (سے محبت کرتاہے توبھی اس سے محبت کر اور جو اس کی مدد کرتا ہے تو بھی اس کی مدد فرما۔‘‘

اس بحث سـے معلـوم ہواکہ لفـظ ’’المـوالاۃ‘‘کـامعنی ہے ’’محبت کرنا‘‘اور ’’مددکرنا۔‘‘

لفظ ’’المعاداۃ‘‘(دشمنی) کی مختصر وضاحت:

’’ اَلمُـوَالَاۃ‘‘ کامتضـاد (opposite) ’’اَلْمُعَـادَاۃ‘‘ہے۔اَلْمُعَادَاۃکـامعنی اَلْمُبَاعَدَۃُاوراَلْمُخَالَفَۃُ ہے۔اَلْمُبَاعَدَۃکامعنی ایک دوسرے سے دوری اختیـار کرنـا ہے اور اَلْمُخَالَفَۃکـامعنی ایـک دوسـرے کی مخـالفت کرنـا ہے ۔ اَلْمُعَادَاۃکاہم معنی اور مترادف (similar)ایک اور لفظ ’’البَرَاءُ‘‘ہے۔ ’’البَـرَاءُ‘‘ کـامعنی گلـو خاصـی حاصـل کرنـا ‘‘اور ’’دوری اختیـار کرنـا ‘‘ہے ۔مثلاًاگر کوئی شخص کسی کے بارے میں کہتا ہے کہ ’’بَـرِئَ فُلَانًا‘‘ تو اس کا معنی ہوگا:

- فلاں نے فلاں سے ’’جان چھڑالی‘‘ہے۔
- فلاں نے فلاں سے بیزاری کا مظاہرہ کیا ہے۔
- فلاں نے فلاں سے دوری اختیار کرلی ہے۔

[9] مقدمہ صحیح ابن ماجہ=باب فی فضائل اصحاب رسول اللہ ﷺ ، الحدیث :94

ہرقمری مہینے کی پہلی رات کو عربی زبان میں ’’لَیْلَۃُ الْبَرَاءَ‘‘بھی اسی بناپر کہا جاتا ہے کیونکہ اس رات چاند سورج سے بہت دور چلاجاتا ہے اور چاند بہت چھوٹا سا نظر آتا ہے۔[10]

موالات کی دوقسمیں ہیں :

لفظ ’’الموالاۃ‘‘کے تحت ہونے والی سابقہ ساری بحث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ الموالاۃکی دوقسمیں اور دومعنی ہیں :

۱. . . . ’’موالاۃ کی پہلی قسم وہ ہے جس کا تعلق دل سے ہے ،جیسے دوستی اور محبت۔

۲. . . . ’’موالاۃ‘‘کی دوسری قسم وہ ہے جس کا تعلق انسانی اعمال وکردار سے ہے جیسے نزدیکی ،قربت مدد ونصرت اور پیروی۔

موالاۃ کے دونوں معانی اکثر وبیشتر اکھٹے پائے جاتے ہیں یاپھر ایک معنی دوسرے معنی کے لیے لازم وملزوم کی حیثیت رکھتا ہے یعنی اگر پہلا معنی دلی محبت کرنے والا ہوگا تو دوسرا معنی محبت کرنے والا ضرور ہوگا۔اگر کوئی شخص ،کسی قوم اور گروہ سے اندرون محبت کرتا ہے۔توظاہری طور پر بھی وہ اس قوم کی پیروی کرے گا اوران کا ساتھ نبھائے گا جہاں دلی محبت ہوگی ،وہاں ظاہری پیروی اور ساتھ لازماً ہوگا ۔لہٰذا ایک چیز کا وجود دوسری چیز کے لیے ظاہری اور باطنی تعلق کے حوالے سے دلیل اور علامت ہوگا۔اگر اس کا تعلق ہوتو اس کو عربی زبان میں ’’الموالات‘‘کہا جائے گا۔

الولاء والبراء کے چند معانی :

سب صورت حال یہ ہے کہ ہم نے ’’الولاء والبراء‘‘کے معنی کو پہچان لیاکہ الولاء کا ایک معنی ’’محبت اور دوستی ہے‘‘---- دوسرا معنی’’قربت ‘‘ہے ----تیسرا معنی ’’نزدیکی ‘‘ہے ----چوتھامعنی ’’تعاون کرنا‘‘ہے----پانچواں معنی ’’مدد اور نصرت کرنا‘‘ہے ۔اورہم نے یہ بھی پہچان لیا کہ البراء کا ایک معنی ’’دوری اختیار کرنا‘‘ہے----دوسرا معنی

[10] دیکھیے لسان العرب لابن منظور: 41506/15، النہایۃ فی غریب الحدیث لابن الاثیر،230,227/5، المفردات للراغب الاصفہانی:535,533

’’مخالفت کرنا‘‘ ہے---تیسرا معنی ’’گلوخاصی چاہنا‘‘یعنی کسی سے جان چھڑانا ہے۔

مسلمانوں کے خلاف کافروں کی مدد کرنے والے شخص کا معاملہ:

اس کے ساتھ ہی ہمارے لیے یہ بات واضح ہوکر اور نکھر کر سامنے آگئی ہے کہ جو شخص بزعم خویش یہ سمجھتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کادوست ہے ،اس کے دین کامددگار ہے اور رسول ﷺسے محبت کرنے والا ہے ،پھریہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے اور اللہ کے دوستوں سے دشمنی کرنے والا ہو؟اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے عقائد ونظریات سے ہم آہنگی رکھنے والا ہو؟اپنے قول وعمل اور گفتار وکردار سے کافروں کے ایجنڈوں کو)اپنے علاقے وملک میں(نافذ کرنے والاہو اور اُن کے مفادات کو تحفظ فراہم کرنے والاہو؟مسلمانوں اورمومنوں کے خلاف برپا کی جانے والی جنگ میں وہ کافروں کے شانہ بشانہ کھڑا ہو؟ جس شخص کا یہ حال اور معاملہ ہوگا وہ کبھی بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کا حمایتی نہیں ہوسکتا بلکہ ایسا شخص تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺاور اہل ایمان کے دشمنوں میں سے بدترین اور خطرناک ترین دشمن ہوگااور اللہ رب العزت کا انکار کرنے والا ہوگا۔

دنیا کی زندگی میں بھی اور قیامت کے روز بھی وہ سزا کا مستحق قرار پائے گا وہ شخص شیطان کا دوست اور شیطان کی پارٹی کا کارکن ہوگا ۔اللہ تعالیٰ ،اس کے رسول ﷺاور اس کے دین کے ساتھ دوستی کا ذرا برابرجذبہ بھی اُس کے دل میں موجود نہیں ہوگا۔

امام ابن تیمیہ ؒکے الفاظ میں دوستی اور دشمنی کی حقیقت:

یہی تو وجہ ہے کہ الولایہ اور العداوہ)یعنی دوستی اور دشمنی(کی تشریح کرتے ہوئے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ ؒفرماتے ہیں :

’’اَلْوَلَایۃُ ضِدُّ الْعَدَاوَۃِ وَ أَصْلُ الْوَلَایَۃِ الْمُحَبَّۃُ وَالْقُرْبُ ، وَ أَصْلُ الْعَدَاوَۃِ الْبُغْضَ وَالْبُعْدُ ، وَالْوَلِیُّ الْقَرِیْبُ ِ یُقَالُ: ھَذَا یَلِیْ ھَذَا أَیْ یَقْرِبُ ھٰذَا۔ فَاِذَا کَانَ وَلِیُّ اللِّہ ھُوَالْمُوَافِقُ الْمُتَابِعُ لَہٗ فِیْمَا

يُحِبُّهٗ وَ يَرْضَاهُ، وَ يُبْغِضُهٗ، وَيَسْخَطُهٗ وَيَأْمُرُ بِهٖ وَ يَنْهٰى عَنْهُ ، كَانَ الْمُعَادِى لِوَلِيِّهٖ مُعَادِيًا لَهٗ ، قَالَ تَعَالٰى ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لاَ تَتَّخِذُوْا عَدُوِّى وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ قَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَ كُمْ مِّنَ الْحَقِّ﴾(الممتحنۃ:1:60) وَقَالَ تَعَالٰى اَيْضًا : ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْآ لاَ تَتَّخِذُوْآ اٰبَآءَ كُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ﴾ (التوبۃ=23:9)

’’اَلوَلَایَۃُ‘‘)یعنی دوستی(’’اَلعَدَاوَۃُ‘‘)یعنی دشمنی (کا متضاد ہے۔اَلوَلَایَۃُ کااصل معنی ’’محبت اور قربت‘‘ہے ۔اس کے برعکس العداوۃ کا اصل معنی ’’نفرت اور دوری‘‘ہے ۔ الوَلِیُّ کامعنی القریب)یعنی قریبی(ہے ۔عربی زبان میں کہا جاتا ہے کہ ’’هٰذَا يَلِى هٰذَا‘‘اس عبارت کا مطلب ہے کہ یہ چیز اس چیز کے بالکل قریب ہے ۔اس لحاظ سے اللہ کا ولی)دوست اور حمایتی (وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے دین کی موافقت کرتا ہے اور اس کے احکامات کی پیروی کرتا ہے ۔ جس سے اللہ کومحبت ہو وہ اس سے محبت کرتا ہے اور وہ اس کو پسند کرتا ہے ۔جس سے اللہ کو نفرت ہو وہ اس سے نفرت کرتا ہے ،جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہووہ اس سے ناراض ہوتا ہے ،جس چیز کا اللہ حکم دیتا ہے وہ بھی اس کا حکم دیتا ہے اور جس سے اللہ منع کرے وہ بھی اس سے)لوگوں کو(منع کرتا ہے وہ شخص جو اللہ سے دشمنی کرنے والا ہوگا وہ اللہ کے ولی کا بھی دشمن ہوگا ۔ اس لیے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :

’’اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو اپنا دوست نہ بناؤ ۔تم تو اُن کی طرف دوستی کاپیغام بھیجتے ہو،اور وہ اس)دین(حق کا انکار کرتے ہیں جو تمہارے پاس آچکا ہے۔‘‘

ایک اورمقام پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :

’’اے ایمان والو! اپنے باپوں اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ کفر کو ایمان کی نسبت زیادہ پسند کریں۔‘‘

شیخ محمد نعیم یاسین کے ہاں دوستی اور دشمنی کی حقیقت:

’’اِعْلَمْ أَنَّ الْوَلَايَۃَ مُشْتَقٌ مِنَ الْوَلَاءِ وَ هُوَ الدُّنُوُّ وَالقَرْبُ ، وَ الْوَلَايَۃُ ضِدُّ الْعَدَوَاِ ، وَالْوَلِيُّ عَكْسَ الْعَدُوِّ وَالْمُؤْمِنُونَ أَوْلِيَاءُ

الـرَّحْمٰنِ ، وَالْکَـافِرُوْنَ أَوْلِيَاءُ الطَّاغُوْتِ وَالشَّـيْطَانَ وَ مِنْ هَـذَا يَتَبَيَّنُ أَنَّ مُـوَالَاۃَ الْكُفَّارِ يَعْنِى التَّقَرُّبَ اِلَيْهِمْ وَ اِظهَـارَ الْـوُدِّ لَهُمْ بِالْأَقوَالِ وَ الأَفْعَـالِ وَالنَّوَايَـا.اِلی أَنْ قَـالَ: وَيَـدْخُلَ فِيْ مُعَـاوَنَتُهُمْ وَالتَّآمُّرُ وَالتَّخْطِيْـطُ مَعَهُمْ وَ تَنْفِيـذُ مُخَطَّطَـاتِهِمْ وَالـدُّخُولُ فِی تَنْظِيْمَــاتِهِمْ وَأَحْلَافِهِمْ وَالتَّجَسُّــسُ مِنْ أَجْلِهِمْ وَنَقْــلِ عَــورَاتِ الْمُسْلِمِيْنَ وَأَسْرَارِ الأُمَّۃِ اِلَيْهِمْ وَالْقِتَالُ فِيْ صَفِّهِمْ [11]

’’خوب جان لیجیے ! بلاشبہ لفظ ’’الْـوَلَايَۃُ‘‘، ’’الـوَلاء‘‘سے مشتق)نکلا ہوا(ہے۔ الـوَلاء کامعنی ’’نزدیکی اور قربت‘‘ ہے۔ یہ بھی جان لیجیے کہ لفظ ’’الْوَلَايَۃ‘‘ لفظ ’’العَـدَاوَۃُ‘‘کا متضاد ہے(opposite)اسی طرح لفظ اَلْوَلِیّ لفظ ’’العَدَاوَۃُ‘‘ کا متضاد اور برعکس ہے۔اہل ایمان رحمن کے دوست اور قریبی ہیں جبکہ اہل کفر طاغوت اور شیطان کے دوست اور قریبی ہیں اس وضاحت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ مَـوَالَاۃُ الْكُفَّار)یعنی کافروں سے دوستی(کا مطلب یہ ہے کہ :

- کافروں کی قربت اورنزدیکی حاصل کی جائے۔
- کافروں کے لیے محبت کا اظہار کیا جائے وہ اظہار خواہ گفتار واقوال سے ہو،خواہ کردار واعمال سے ہو ، خواہ نیت وعزائم سے ہو‘‘

فضیلۃ الشیخ محمد نعیم یاسین صاحب نے یہاں تک کہہ دیا کہ’’ مَوَالَاۃُ الْكُفَّار‘‘ میں یہ چیزیں بھی شامل وداخل ہیں :

- کافروں کی معاونت کرنا ۔
- کافروں کے احکامات کی بے چون وچرا بجاآوری کرنا۔
- کافروں کے ساتھ مل کر حکمتِ عملی طے کرنا اور منصوبہ بندی کرنا۔
- کافروں کے منصوبوں اور پروگراموں میں شامل ہونا۔
- کافروں کے ساتھ باہمی معاہدوں میں شمولیت اختیار کرنا۔

[11] الایمان لمحمد نعیم بن یاسین :111

کافروں کی خاطر جاسوسی اور) مختلف افراد وشخصیات کی (تلاشی میں حص لینا

 مسلمانوں ک درپرد معاملات ان ک سپرد کردینا

 مسلمانوں ک خفی جنگی راز اورمعلومات کافروں کو فرام کرنا اور

 کافروں ک اتحاد میں شامل وکر مسلمانوں ک خلاف لڑائی میں شمولیت اور شرکت اختیار کرنا ‘‘) ی تمام چیزیں اور شقیں کافروں س دوستی کی مدد میں آتی یں (

لفظ المُوالَا اور التَّوَلِّی میں ایک دقیق فرق:

یاں ایک بڑا لطیف علمی نکت بھی سمجھن ک قابل و ی ک عربی زبان میں دوستی ک لی ایک لفظ ’’ المُوَالَا‘‘ استعمال وتا اور ایک لفظ ’’التَّوَلِّی‘‘مستعمل لفظ الموالا تو قربت ،نزدیکی ،پیروی ،مدد ،تعاون ،محبت،دوستی اور غلامی وغیر ک معانی ک لی استعمال وتا لیکن لفظ ’’التَّوَلِّی‘‘ بطورخاص صرف اور صرف دومعانی پیروی اور نصرت ک لی استعمال وتا

یی و معنی جو الل تعالیٰ ک اس فرمان میں وارد وا ،جو الل تعالیٰ ن شیطان ک بار میں فرمایا :

كُتِبَ عَلَيْهِ أَنَّهُ مَنْ تَوَلاهُ فَأَنَّهُ يُضِلُّهُ وَيَهْدِيهِ إِلَى عَذَابِ السَّعِيرِ (الحج:4)

’’اس)شیطان(پر)الل کا فیصل (لکھ دیا گیا ک جو کوئی اس کی پیروی کر گا و اس گمرا کرد گا اوراس آگ ک عذاب کی طرف ل جائ گا‘‘

مذکور آیت کریم میں) مَنْ تَوَلَّا(کامعنی ی ک ’’جو اس کی پیروی کر گا ‘‘لفظ ’’التَّوَلِّی‘‘کا دوسرا مخصوص معنی ’’مدد ونصرت ‘‘الل تعالیٰ ک لی ایک دوسر فرمان میں وارد وا الل تعالیٰ ارشاد فرمات یں :

إِنَّمَا يَنْهَاكُمُ الل عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلَى إِخْرَاجِكُمْ أَنْ تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (الممتحن:9)

’’الل تعالیٰ تمیں صرف ان لوگوں کی)مدد وتعاون (س روکتا جنھوں ن تم س لڑائیاں لڑیں اور تمیں دیس نکال دی اور دیس نکالا دین والوں کی مدد کی جو لوگ اس قسم ک کافروں کی مدد ونصرت کریں گ و)پک ٹھک(ظالم لوگ وں گ‘‘

مذکور آیت کریم میں بھی أَنْ تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَکامعنی ی ک ’’تم ان کی مدد ونصرت کرواور جو شخص بھی ان کی مدد ونصرت کر گا تویی لوگ ظالم وں گ ‘‘

اسی طرح قرآن مجید میں ایک مقام پر ’’التَّوَلِّی‘‘مددونصرت ک معنی میں ی استعمال وا الل تعالیٰ ارشاد فرمات یں :
لاَ تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ ٱ عَلَيْهِمْ . . . .)الممتحن=13: (60
’’)ا مسلمانو!(ایسی قوم کی مددونصرت ن کرو جن پر الل تعالیٰ کا غضب نازل وا . . . .‘‘

مذکور آیت کریم میں)لاَ تَتَوَلَّوْا(کامعنی ک تم دوستی ن کرو‘‘

الل تعالیٰ ن قرآن مجید اور فرقان حمید میں اپنا ایک خصوصی وصف بیان کیا ک میں مومنوں کا حامی ومددگار وں الل تعالیٰ فرمات یں :
الل وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْلِيَاؤُهُمُ الطَّاغُوتُ يُخْرِجُونَهُمْ مِنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ أُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (البقر:257)
’’ایمان لان والوں کا الل تعالیٰ خود مددگار ،و انیں اندھیروں س روشنی کی طرف خود ل جاتا اور کافروں ک مددگار شیاطین یں و انیں روشنی س نکال کر اندھیروں کی طرف ل جات یں ی لوگ جنمی یں جو میش اسی میں پڑ ریں گ ‘‘

مذکور آیت میں بھی ٱ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ک الفاظ وارد وئ یں ان الفاظ کا معنی ک’’الل تعالیٰ خود مددگار ان لوگوں کا

جو ایمان لائے ہیں ۔’’لٰذا اس آیت میں’’وَلِيُّ‘‘ کامعنی مـددگار ہے ۔اس طرح مذکورہ آیت میں ﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْلِيَاؤُهُمُ الطَّاغُوتُ﴾کے الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں۔ان الفاظ کـا معـنی ہے ’’وہ لـوگ جـو کـافر ہیں ان کے مددگار طاغوت ہیں ۔‘‘اس آیت میں اولیاء کـا معـنی)زیـادہ تعـداد میں مددگار‘‘ہے۔(علیٰ ہذا القیاسٰ

اللہ تعالیٰ کے کلام پاک قرآن مجیـد میں ایـک اور مقـام پـر بھی یہ لفظ مددگار کے معنی میں استعمال ہوا ہے ۔اللہ تعـالیٰ ارشـاد فرمـاتے ہیں :

﴿فَإِنَّ اللہَ هُوَ مَوْلاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلائِكَةُ بَعْدَ ذَلِكَ ظَهِيرٌ﴾ (التحریم:4)

’’یقینا اس)رسول اللہﷺ(کا مددگار اور کارساز تو اللہ تعالیٰ ہے ،جبریـل ہیں اور نیـک اہل ایمـان ہیں اور ان کے علاوہ فرشتے بھی مدد کرنے والے ہیں‘‘

مذکورہ آیت میں لفظ ’’مَولَاہُ‘‘ کامعنی ’’اس کامددگار ‘‘ہے۔

نیز قرآن مجید کے ایک اور مقام پـربھی یہ لفـظ اسـتعمال ہوا ہے اور وہاں بھی یہ مددگار کے معنی میں ہی ہے ۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللہَ مَـوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُـوْا وَ اَنَّ الْكٰفِـرِيْنَ لاَ مَـوْلٰى لَهُمْ﴾)سورۃ محمد(4:

’’)اللہ تعالیٰ نے کافروں کو سـزائیں دیں (اس لـیے کہ ایمـان والوں کا مددگار اور کارساز خود اللہ تعالیٰ ہے اورکافروں کا کوئی بھی مددگارنہیں ہے‘‘

مذکورہ آیت کریمہ میں بھی لفـظ ’’مَـولیٰ‘‘دودفعہ اسـتعمال ہوا ہے ۔دونوں جگہ اس کامعنی ومددگار اور کارساز ہے ۔

یہ چنـد آیـات بطـور مثـال ذکـر کی گـئی ہیں ان کے علاوہ جہاں جہاں بھی یہ لفظ وارد ہوا ہے اکثر وبیشتر اِسی معنی میں ہے ۔

مـــذکورہ بـــالا ســـاری گفتگـــو کـــالب ولبـــاب یہ ہے کہ لفـــظ ’’التَّوَلِّی‘‘لفظ’’المُوَالَاۃ‘‘سے زیـادہ خصوصـیت کـا حامـل ہے۔ ’’التَّوَلِّی‘‘ کـامطلب یہ ہے کہ ’’عَلَى الاِطلَاق‘‘)غـیر مشـروط طـور پر(پـیروی اور

فرمانبرداری کرتے جانا اورپوری پوری مدد ونصرت کرنا ہے‘‘مذکورہ بالا گفتگو سے یہ بھی معلوم ہوا کہ التَّوَلِّی اور المُوَالَاۃکے درمیان عموم اور خصوص کی نسبت ہے ۔[12]

شیخ عبداللہ بن عبداللطیف ؒفرماتے ہیں :

’’التَّوَلِّی‘‘ اور’’ المُوَالَاۃ‘‘کے مابین بیان کیے گئے اِسی فرق کو ہی ملحوظ رکھتے ہوئے الشیخ عبداللہ بن عبداللطیف ؒرقمطراز ہیں :

’’اَلتَّوَلِّی کُفْرٌ یُخرِجُ مِنَ المِلَّۃِ وَ ھُوَ کَالذَّبِّ عَنْھُمْ وَ اِعَانَتِھِمْ بِالْمَالِ وَالْبَدْنِ وَالرَّأیِ ۔ وَالمُوَالَاۃُ کَبِیْرُ مِنَ الْکَبَائِرِ کَبَلِّ الدَّوَاۃِ وَ بَرِیِ الْقَلَمِ وَالتَّبَشُّشِ أَوْ رَفْعِ السَّوْطِ لَھُم ۔‘‘[13]

’’کافروں کے ساتھ التولی والا تعلق واضح کفر ہے جو ملت اسلامیہ سے خارج کردیتا ہے ،مثلاً کافروں کا بھرپور دفاع کرنا ،نیز دامے ،درمے ،سخنے اور قدمے ان کا پورا تعاون کرنا ،جبکہ کافروں سے المُوَالَاۃجیسادوستانہ تعلق اگرچہ ملتِ اسلامیہ سے نکالنے والا کفر نہیں مگر وہ کبیرہ گناہوں میں سے ایک بہت بڑا کبیرہ گناہ ہے ۔‘‘مثلاً

٭ کافروں کی خاطر اپنے قلم وقرطاس کو حرکت میں لانا اور ان کی پالیسیوں کی حمایت میں مضامین (Articles) تحریرکرنا۔

٭ کافروں کو خوش کرنے کے لیے ان کی خاطر بچھ بچھ جانا اور صدقے واری جانا۔

[12] ’’دوچیزوں کے درمیان عموم اور خصوص کی نسبت ‘‘کامطلب یہ ہوتا ہے کہ ایک چیز عام ہوتی ہے دوسری چیز اس عام میں سے ہی ہوتی ہے مگر وہ ایک خاص معنی ومفہوم اورمقام ومرتبہ رکھتی ہے ۔مثلاً نبوت عام ہے اور رسالت خاص ہے ۔ان کے درمیان بھی گویا عموم اور خصوص کی نسبت ہے ۔ہر نبی ،رسول نہیں ہوتا مگر ہر رسول، نبی ضرور ہوتا ہے ۔اسکی عام فہم یہ مثال بھی بن سکتی ہے کہ پاکستانی ہونا ایک عام نسبت ہے ۔مگر پاکستان کے چار صوبوں میں سے ایک صوبہ ،پنجاب کی طرف نسبت کرکے پنجابی ہونا ایک خاص نسبت ہے ۔ہر پاکستانی پنجابی نہیں ہوتا مگر ہر پنجابی پاکستانی ضرور ہوتا ہے ۔علیٰ ھذا القیاس المُوَالَاۃایک وسیع معنی کا حامل لفظ ہے اور التَّوَلِّی اس عام معنی میں سے ہی ایک مخصوص معنی رکھتا ہے ۔لٰہذا المُوَالَاۃمیں’’ التَّوَلِّی‘‘کا معنی موجود ہے ۔لیکن ’’ التَّوَلِّی‘‘میں المُوَالَاۃکاسارا مفہوم اورمعنی موجود نہیں ۔اس لیے ان دونوں میں بھی عموم وخصوص کی نسبت ہے ۔

[13] الدررالسنیۃ:201/7

مسلمانوں کے خلاف پولیس وفوج کو حرکت میں لے آنا اور گولی وبندوق کا رخ مسلمانوں کی طرف کردینا یہ سب اعمال کبیرہ گناہوں میں سے ہیں ۔‘‘

مومنوں سے دوستی اور کافروں سے دشمنی واجب ہے

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے درمیان باہمی الفت کو واجب ٹھہرایا ہے اور یہ واضح کیا ہے کہ مومنوں کی آپس میں محبت اور دوستی ایمان کے لوازمات اور اساسیات میں سے ہے ،اس کے ساتھ ساتھ کافروں اور مشرکوں سے محبت اور دوستی سے منع فرمایا ہے اور واضح کیا ہے کہ اہل ایمان کے لیے یہ قطعاً حرام اور شجر ممنوعہ ہے،یہ بھی واضح فرمایا کہ کافروں سے دوستی رچانا اور ان کی نصرت وحمایت اور کسی طرح کی سپورٹ (support)کرنا ساری دنیا کے مسلمانوں کے عقیدے وایمان کے بالکل منافی ہے۔

مومنوں سے دوستی کے وجوب کی پہلی دلیل :

مومنوں کے درمیان باہمی محبت ومودت واجب ہونے کے بارے میں اللہ تعالیٰ قرآن مجید اور فرقان حمید میں ارشاد فرماتے ہیں :

﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللہُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ۝ وَمَنْ يَتَوَلَّ اللہَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللہِ هُمُ الْغَالِبُونَ﴾(المائدۃ55-56:)

‘‘تمہارا دوست تو اللہ تعالیٰ ،اس کا رسول اور اہل ایمان ہیں ، جو نماز قائم کرتے ہیں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور)اپنے اللہ کے آگے(جھکتے ہیں ،جو شخص بھی اللہ تعالیٰ ،اس کے رسول اورمومنوں سے دوستی کرے گا تو)وہ اللہ کی جماعت اور پارٹی میں داخل ہوجائے گا(اور اللہ کی جماعت ہی غلبہ پانے والی ہے۔‘‘

مومنوں سے دوستی کے وجوب کی دوسری دلیل:

قرآن مجید میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ اسی حقیقت اور حکم کو یوں بیان فرماتے ہیں :

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا أُولَئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُمْ مِنْ وَلايَتِهِمْ مِنْ شَيْءٍ حَتَّى يُهَاجِرُوا وَإِنِ اسْتَنْصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ إِلا عَلَى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ واللہُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ إِلا تَفْعَلُوهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ وَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْ بَعْدُ وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا مَعَكُمْ فَأُولَئِكَ مِنْكُمْ وَأُولُو الأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللہ إِنَّ اللہ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ (الانفال:75-72)

’’جولوگ ایمان لائے اور)اپنے وطنوں سے (ہجرت کرگئے اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں کے ساتھ اوراپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا وہ ،اور جنہوں نے)ہجرت کرنے والوں کو (جگہ دی اور ان کی مدد کی ، وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جو لوگ ایمان تولے آئے لیکن ہجرت نہیں کی ہتوجب تک وہ ہجرت نہ کریں تم کوان کی دوستی سے کوئی سروکار نہیں اور اگروہ تم سے دین)کے معاملات (میں مدد وتعاون طلب کریں تو تم پر مدد کرنا واجب ہے ۔مگر ان لوگوں کے مقابلے میں کہ تم میں اور ان میں)صلح کا (عہد ہو)تو مدد نہیں کرنی چاہئے (اوراللہ رب العزت تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے اور جولوگ کافر ہیں وہ بھی ایک دوسرے کے دوست ہیں ۔تو)مومنو!(اگر تم یہ)آپس میں دوستی کا کام (نہ کروگے توزمین میں فتنہ برپا ہوجائے گا اور بڑا فساد مچے گا اور جو لوگ ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کرگئے اور اللہ کی راہ میں جنگ کرتے رہے ۔اور جنہوں نے)ہجرت کرنے والوں کو (جگہ دی اور ان کی مدد کی ۔یہی لوگ سچے مومن ہیں ۔ان کے لیے)اللہ کے ہاں(مغفرت اور عزت کی روزی ہے اور جولوگ بعد میں ایمان لائے اوروطن سے ہجرت کرگئے اور تمہارے ساتھ ہوکر جہاد کرتے رہے وہ بھی تم میں سے ہی ہیں اور رشتہ دار

اللہ کی کتاب کی رُو سے ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں
کچھ شک نہیں کہ اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔‘‘

مذکورہ بالا دونوں مقاماتِ قرآنیہ سے معلوم ہوا کہ مومنوں کا آپس میں ایک دوسرے سے محبت واُلفت کاتعلق قائم کرنا واجب ہے۔

امام ابن تیمیہ ؒکا واضح بیان:

اسی بناء پر شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ ؒفرماتے ہیں :
’’اِنَّ أَصْلَ الدِّیْنِ وَ کَمَالِہٖ أَنْ یَّکُوْنَ الحُبُّ فِی اللِ وَ الْبُغْضُ فِي اللِ وَ الْمُوَالَاۃُ فِی اللِّ وَالْمُعَادَاۃُ فِی اللِ وَالِاسْتِعَانَۃُ بِاللِ وَالْخَوْفُ مِنَ اللِ وَالرَّجَاءُ لِلّٰہِ وَالِاعْطَاءُ لِلّٰہِ وَالمَنَعُ لِلّٰہِ‘‘[14]

’’دین کی اصل حقیقت اور اوجِ کمال یہی ہے کہ :

- اللہ تعالیٰ ہی کے لیے محبت ہو
- اللہ تعالیٰ ہی کے لیے نفرت ہو
- اللہ تعالیٰ ہی کے لیے آپس میں دوستانہ مراسم ہوں
- اللہ تعالیٰ ہی کے لیے دشمنیاں ہوں
- اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہرقسم کی عبادت ہو
- اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کی جائے
- اللہ تعالیٰ ہی سے ڈرا جائے۔
- اللہ تعالیٰ ہی سے تمام امیدیں وابستہ کی جائیں
- اللہ تعالیٰ ہی کے لیے عنایات اور سخاوتیں ہوں
- اللہ تعالیٰ ہی کے لیے کسی جگہ سخاوت وبخشیش سے ہاتھ روکا جائے۔

کافروں سے دشمنی کے وجوب پر تیرہ قرآنی دلائل :

جی ہاں ! جس طرح مومنوں اور مسلمانوں سے دوستی اور محبت واجب ہے۔ بعینہٖ اسی طرح کافروں اور مشرکوں سٰ دشمنی اور عدوات واجب ہے۔اللہ رب العالمین ارشاد فرماتے ہیں :

پہلی آیت:

﴿یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا لا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِیَاءَ تُلْقُونَ إِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ یُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِیَّاكُمْ أَنْ تُؤْمِنُوا بِاللِ رَبِّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي

---

[14] الدررالسنیۃ:7/109

سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي تُسِرُّونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنْتُمْ وَمَنْ يَفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ،إِنْ يَثْقَفُوكُمْ يَكُونُوا لَكُمْ أَعْدَاءً وَيَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ وَأَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوءِ وَوَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ ،لَنْ تَنْفَعَكُمْ أَرْحَامُكُمْ وَلا أَوْلادُكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ وَ اللہُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ،قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّى تُؤْمِنُوا بِاللِ وَحْدَهُ إِلا قَوْلَ إِبْرَاهِيمَ لأَبِيهِ لأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَا أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللِ مِنْ شَيْءٍ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ (الممتحن1-4:)

’’ا اہل ایمان!اگر تم میری راہ میں جہاد کرنے اور میری خوشنودی تلاش کرنے کے لیے)مکہ سے(نکلے ہوتومیرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ،تم تو ان کی طرف دوستی کے پیغام روانہ کرتے ہو اور وہ)دینِ(حق سے جو تمہارے پاس آیا ہے منکر ہیں ،اور اس وجہ سے کہ تم اپنے پروردگار پر ایمان لائے ہو وہ)تمہارے (پیغمبر کو اور تم کو جلاوطن کرتے ہیں ،تم اُن کی طرف پوشیدہ پوشیدہ دوستی کے پیغام بھیجتے ہو اور جو کچھ تم مخفی طور پر اور جو کچھ علی الاعلان کرتے ہو وہ مجھے معلوم ہے ،اورجو کوئی تم میں سے ایسا کرے گا وہ سیدھے راستے سے بھٹک جائے گا،اگر یہ کافر تم پر قدرت پالیں تو تمہارے دشمن ہوجائیں اور تمہیں تکلیف پہنچانے کے لیے تم پر اپنے ہاتھ)بھی (چلائیں اور اپنی زبانیں)بھی(،اور چاہتے ہیں کہ تم کسی طرح کافر ہوجاؤ،قیامت کے دن نہ تمہارے رشتے ناتے کام آئیں گے نہ اولاد ،اس روز وہی تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا،او رجو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو دیکھتا ہے ،تحقیق تمہارے لیے جناب ابراہیم ،اور ان کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ موجود ہے ،جب انہوں نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا تھاکہ ہم تم سے اور ان) بتوں(سے جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو بے تعلق ہیں ،تمہارے)معبودوں کے(کبھی قائل نہیں)ہوسکتے(جب تک تم اللہ وحدہ، لاشریک لہ، پر ایمان نہیں لے آتے ہم میں اور تم میں ہمیشہ کھلم کھلا عداوت اور دشمنی رہے گی ،لیکن)ابراہیم ،کی (یہ بات)تمہارے لیے نمونہ نہیں (جو انہوں نے اپنے باپ سے کہی

تھی کہ میں آپ کے لیے مغفرت مانگوں گا اور میں اللہ تعالیٰ سے آپ کے بارے میں کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا۔ اے ہمارے پرودگار !تجھی پر ہمارا بھروسہ ہے ،تیری ہی طرف ہم رجوع کرتے ہیں اور تیرے ہی حضور ہمیں لوٹ کر آنا ہے۔‘‘

کافروں سے دشمنی کے بغیر مومنوں سے دوستی ناممکن ہے:

یہ اصول وضابطہ بھی ذہن نشین رہے کہ پوری طرح اور صحیح طور پر مومنوں سے دوستی اس وقت تک ممکن ہی نہیں جب تک کافروں سے دشمنی اور نفرت نہ ہو ۔شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ ؒکے شاگرد رشید امام ابن قیم ؒاسی بات کی تائید میں یوں فرماتے ہیں :

’’ لَا تَصِحُّ الْمُوَالَاۃُ اِلَّا بِالمُعَادَاۃِ کَمَا قَالَ تَعَالٰی عَنْ اِمَامِ الْحُنَفَاءِ وَ الْمُحِبِّیْنَ قَالَ لِقَوْمِہٖ ﴿اَفَرَئَیْتُمْ مَّا کُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ، اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُکُمُ الْاَقْدَمُوْنَ، فَاِنَّہُمْ عَدُوٌّ لِّیْ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ﴾(الشعراء:75-72)فَلَمْ تَصِحَّ لِخَلِیْلِ اللہِ ھٰذِہٖ الْمُوَالَاۃُ وَالْخُلَّۃُ اِلَّا بِتَحْقِیْقِ ھٰذِہٖ الْمُعَادَاۃِ فَاِنَّہُ لَا وَلَاءَ اِلَّا لِلّٰہِ وَ لَا وَلَاءَ بِالْبَرَاءَۃِ مِنْ کُلِّ مَعْبُوْدٍ سِوَاہُ ، قَالَ تَعَالٰی :﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لأبِيهِ وَقَوْمِهِ إِنَّنِي بَرَاءٌ مِمَّا تَعْبُدُونَ،إِلا الَّذِي فَطَرَنِي فَإِنَّهُ سَيَهْدِينِ،وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾(الزخرف:26-28)أَیْ جَعَلَ ھٰذِہٖ الْمُوَالَاۃَ لِلّٰہِ وَ الْبَرَاءَۃَ لِلّٰہِ وَالْبَرَاءَۃَ مِنْ کُلِّ مَعْبُودٍ سِوَاہُ کَلِمَۃً بَاقِیَۃً فِی عَقِبِہٖ یَتَوَارَثُھَا الْأَنْبِیَاء وَأَتْبَاعُھُمْ بَعْضُھُمْ عَنْ بَعْضٍ وَ ھِیَ کَلِمَۃُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَ ھِیَ الَّتِیْ وَرَّثَھَا اِمَامُ الْحُنَفَاءِ لِأَتْبَاعِہٖ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ ‘‘[15]

’’جب تک کافروں سے دشمنی نہ ہو اس وقت تک اللہ تعالیٰ ،اس کے رسول اور اہل ایمان سے صحیح طور پر دوستی ہوسکتی ہی نہیں ۔اس حقیقت کو اللہ رب العزت نے اِمَامِ الْحُنَفَاءِ وَ الْمُحِبِّیْنَ ، امامُ الْمُؤَحِّدِین جناب ابراہیم ؑکے حوالے سے خوب واضح کیا ہے ۔انہوں نے جب اپنی قوم سے وہ بات کہی تھی جو اللہ تعالیٰ نے سورہ الشعراء میں نقل فرمائی ہے،ابراہیم ؑفرماتے ہیں :’’کیا تم نے دیکھا جن کو تم پوج رہے ہو ،تم بھی اور تمہارے اگلے باپ داد بھی ،اللہ رب العالمین کے سوا وہ سب میرے دشمن ہیں ‘‘اس فرمان ذی

[15] الجواب الکافی:311

شان سے معلوم ہوا کہ جناب ابراہیم خلیل اللہ ؑکی اللہ سے یہ دوستی اور گہری محبت اس وقت تک نامکمل اور ادھوری ہوتی جب تک وہ کافروں اور معبودانِ باطلہ سے اعلانِ عداوت نہ کرتے ۔اس آیت سے یہ قاعدہ وکلیہ معلوم ہوا کہ :’’لَا وَلَاءَ اِلَّا لِلّٰہِ وَ لَا وَلَاءَ بِالْبَرَاءَ ِ مِنْ کُلِّ مَعْبُوْدٍ سِوَاہُ‘‘ اس کامعنی یہ ہے کہ)دوستی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہو اور یہ صرف اس وقت تک ممکن ہے جب اللہ کے سوا ہر قسم کے معبود باطل سے اظہار لا تعلقی ہو (نیز اللہ رب العزت جناب ابراہیم ؑکے بارے میں ہی سوۂ زخرف میں ارشاد فرماتے ہیں :’’اور جب ابراہیمؑنے اپنے باپ اور اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ جن چیزوں کو تم پوجتے ہو میں ان سے بیزار ہوں ،ہاں جس نے مجھ کو پیدا کیا وہی مجھ کو سیدھا راستہ دکھائے گا ،اور یہی بات اپنے پیچھے اپنی اولاد میں چھوڑ گئے ہتاکہ وہ)اللہ کی طرف(رجوع کرتے رہیں‘‘اللہ تعالیٰ کے اس فرمان عالی شان سے معلوم ہوا کہ ابراہیم ؑکی اس دوٹوک اور واضح پالیسی کو -----کہ صرف اللہ کے لیے ہی دوستی ہو ،صرف اللہ کے لیے ہی دشمنی ہواور اللہ کے سوا ہر معبود سے اظہار لاتعلقی ہو-----اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے زندہ وجاوید اور قیامت تک چلنے والی مستقل پالیسی کا درجہ عطا کردیا ہےیہی وہ واضح پالیسی ہے جو ابراہیم ؑکے بعد آنے والے تمام انبیاء اور ان انبیاء کےپیروکاروں میں یکے بعد دیگرے منتقل (Transfer)ہوتی چلی آرہی ہے ۔کلمۂ توحید لاالٰہ الااللہ کا بھی تو یہی معنی و مفہوم ہے۔اس کھری کھری بات اور حکمت عملی کا ہی امامُ الْمُوَحِّدِین اِمَام الْحُنَفَاء جناب ابراہیمؑنے قیامت تک آنے والے پیروکاروں کو ورثہ عطا فرمایاہے۔‘‘)امام ابن قیم ؒکے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا(

دوسری آیت:

کافروں سے دشمنی کرنا اس طرح واجب ہے جس طرح مسلمانوں سے دوستی کرنا ۔قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ اس بارے میں ایک مقام پر یوں ارشاد فرماتے ہیں :

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوا مِنَ الآخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُورِ﴾ (الممتحنۃ: 13)

’’اے اہل ایمان!ان لوگوں سے ،جن پر اللہ تعالیٰ غضب ناک ہوا ہے،دوستی نہ کرو)کیونکہ(جس طرح کافروں کو مردوں)کے زندہ ہونے(کی امید نہیں اسی طرح ان لوگوں کو بھی آخرت)کے آنے(کی امید نہیں‘‘

مذکورہ بالاآیت میں اللہ تعالیٰ نے جن مسلمانوں کو کافروں سے دوستی کرنے سے منع کیا ہے یہ دراصل کچھ تنگ دست اور نادار مسلمان تھے وہ یہودیوں میں جاکر مسلمانوں کے حالات اور خفیہ راز بتایا کرتے تھے ،ان سے اپنے رابطے اور تعلقات پیدا کرتے تھے ،اسی ساری کدوکاوش کے نتیجے میں وہ ان سے کچھ مفادات اور دنیاوی آسائش حاصل کرتے تھے ۔اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں دراصل ان لوگوں کو ان یہودیوں سے دوستی کرنے اور ان سے میل جول کرنے سے منع فرمایااور اس بات سے بھی منع فرمایا کہ وہ اہل اسلام کے خلاف ان یہودیوں کی مدد کریں۔[16]

تیسری آیت:

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کافروں اور مشرکوں سے دشمنی کو واجب قرار دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الإِيمَانِ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾(التوبۃ:23)

’’اے اہل ایمان !اگرتمہارے)ماں(باپ اور)بہن(بھائی ایمان کے مقابلے میں کفر کو پسند کریں تو ان سے دوستی نہ رکھواور جو ان سے دوستی رکھیں گے وہ ظالم ہوں گے‘‘

مذکورہ بالا آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر مومنوں کو اس بات سے منع کیا ہے کہ وہ کافروں سے دوستیاں رچائیں ،کافروں کی کسی طور پر بھی مدد کریں اور وہ اپنے باہمی معاملات کافروں کے سپرد(Hand over)کریں۔

[16] احکام القرآن للجصاص:287/4

کافر ومشرک والدین کی نافرمانی کے باوجود نیک برتاؤ کا حکم:

علاوہ ازیں اس بات کو واجب ٹھہرایاکہ کافروں سے بائیکاٹ کیا جائے،اس بات کو بھی واجب ٹھہرایا کہ کافروں کی تعظیم وتکریم نہ کی جائے ۔ہاں البتہ کافروں کے ساتھ بائیکاٹ کا حکم دینے اور ان کی تعظیم وتکریم سے منع کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے یہ بھی حکم دیا ہے کہ اگر وہ کافر تمہارے والدین ہوں تو تم نے اچھا سلوک اور برتاؤ کرنا ہے ۔اور دنیوی معاملات میں ان کی بہترین خدمت کرنا ہے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :

﴿وَوَصَّيْنَا الإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَى وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ ،وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَى أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا﴾(لقمان:14-13)

’’ہم نے انسان کو اس کے والدین کے بارے میں نیک برتاؤ کی نصیحت کی ہے ۔اس کی ماں اس کو تکلیف پر تکلیف برداشت کرکے)پیٹ میں (اٹھائے پھرتی ہے)پھر اس کو دودھ پلاتی رہتی ہے(اور)آخر کار(دوبرس میں اس کا دودھ چھڑانا ہوتا ہے ۔ہم نے)اپنے نیز(اس کے والدین کے بارے میں تاکید کی ہے کہ میرا بھی شکرادا کر اور اپنے والدین کا بھی ۔تم کو میری طرف ہی لوٹنا ہے ،اور اگر وہ تجھے اس بات پر مجبور کریں کہ تو میرے ساتھ ایسی چیز کو شریک کرے جس کا تجھ کو کچھ علم نہیں ،تو پھر ان کا کہا نہ مانے۔ہاں دنیا)کے امور ومعاملات(میں ان کا اچھی طرح ساتھ دینا۔‘‘

اہل ایمان کو کافروں کے ساتھ دوستی سے منع کرنے کی ایک یہ بہت بڑی حکمت معلوم ہوتی ہے کہ اس پالیسی سے مومنوں کی منافقوں سے چھانٹی اور تمیز ہوجاتی ہے۔کیونکہ یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ منافق ہر دور اور زمانے میں کافروں سے دوستیاں رچاتے آئے ہیں اور اب بھی منافق کافروں سے میل ملاپ کرتے ہیں ان کی عزت وتکریم بجالاتے ہیں ۔اسی طرح یہ کافروں سے دوستانہ تعلقات قائم کرتے چلے آرہے ہیں ۔اسی بناء پر اللہ رب العزت نے سورۃ التوبہ کی

مذکورہ بالا آیت : ۲۳میں ایک بہت بڑی علامت اور فرق کرنے والی نشانی کی نشان دہی کرتے ہوئے کافروں سے دشمنی اور نفرت کا حکم دیا ہے ۔تاکہ مومن اورمنافق کے درمیان فرق اور تمیز ہوسکے ۔ نیز یہ تنبیہ بھی کردی کہ جو ایسی پالیسی کو اختیارنہیں کرے گا وہ اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی چلانے والا ظالم ہے اور اپنے پروردگار کی سزا کا حق دار قرارپائے گا۔[17]

چوتھی آیت:

کافروں سے دشمنی کے واجب ہونے کے بارے میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ یوں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللہَ لا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾(المائدہ:51)

’’اے اہل ایمان !یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ ۔یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں ۔اور جو شخص تم میں سے ان کو دوست بنائے گا وہ بھی انہیں میں سے ہوگا۔بے شک اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا‘‘

قرآن مجید کی یہ آیت واضح اور اٹل انداز میں اپنا حکم بیان کررہی ہے ۔اللہ تعالیٰ نے اس آیت قرآنیہ میں چند درج ذیل احکامات اور ہدایات ارشاد فرمائی ہیں :

 جو شخص بھی یہود ونصاریٰ کے کافروں اور ان کے علاوہ دیگر کافروں سے دوستی اورمحبت کرے گا اور مومنوں کے خلاف ان کافروں کی مدد ،سپورٹ اور حمایت کرے گا وہ بالکل ان ہی جیسا کافر ہوگا ۔ اس شخص کاانجام اورمعاملہ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی بالکل وہی ہوگا جو ان کافروں کا ہوگا۔

 اس آیت کریمہ میں یہ واضح رہنمائی موجود ہے کہ کافرکبھی کسی مسلمان کا دوست ہوہی نہیں سکتا ،نہ ہی وہ کسی انتظامی امور میں حقِ دوستی پورا کرے گا اور نہ ہی مدد وحمایت میں ۔

[17] احکام القرآن للجصاص872/4:

٭ علاوہ ازیں اس بات کی راہنمائی موجود ہے کہ تمام کافروں سے بائیکاٹ اور عداوت واجب ہے اس لیے کہ لفظ ’’الولایۃ‘‘)دوستی(لفظ’’العداوۃ‘‘کا مدمقابل اور متضاد (opposite)ہے۔جب اللہ رب العزت نے ہمیں یہودیوں اور عیسائیوں سے ان کے کافر ہونے کی بناء پر دشمنی کرنے کا حکم دیا ہے تو یہودیوں اور عیسائیوں کے علاوہ جو کافر ہیں ان کے ساتھ بھی وہی معاملہ ہوگاجو یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ ہوگا۔

٭ اس آیت کریمہ سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ ﴿اِنَّ الْكُفْرَ كُلَّہ، مِلَّۃٌ وَّاحِدَۃٌ﴾ ساری دنیا کا کفر ایک ملت اور ایک جماعت ہے (اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ﴾) وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں [18](

پانچویں آیت:

کافروں سے دشمنی کے وجوب پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللہُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللِ وَلا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لائِمٍ ذَلِكَ فَضْلُ اللِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللِ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ،إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللِ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ،وَمَنْ يَتَوَلَّ اللَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللِ هُمُ الْغَالِبُونَ،يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُوًا وَلَعِبًا مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ أَوْلِيَاءَ وَاتَّقُوا اللَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾(المائدہ:54-57)

’’اے اہل ایمان !اگر کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے گا تو اللہ رب العزت ایسے لوگ پیدا کردے گا جن سے وہ محبت کرے گا اور وہ اس سے محبت کرتے ہوں گے ہوہ لوگ مومنوں کے حق میں نرمی کرنے والے اور کافروں کےساتھ سختی سے پیش آنے والے ہوں گے ،اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہوں گے اورکسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے ڈرنے والے نہ ہوں گے ،یہ اللہ کا فضل ہے وہ

18 احکام القرآن للجصاص:278/4

جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے ۔اور اللہ تعالیٰ بڑی فراخی والا)اور(علم رکھنے والا ہے،تمہارے دوست تو صرف اللہ تعالیٰ ،اس کا رسول اور وہ ایمان والے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں ،زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور)اللہ کے آگے(جُھکتے ہیں ، اور جو شخص اللہ تعالیٰ ،اس کے رسول اور ایمان والوں سے دوستی کرے گا تو)وہ اللہ کی جماعت اور پارٹی کا رکن ہوگا اور(اللہ کی جماعت ہی غلبہ پانے والی ہے ، اے ایمان والو!جن لوگوں کو تم سے پہلے کتابیں دی گئی تھیں ان کو اور)دیگر (کافروں کو جنہوں نے تمہارے دین کو ہنسی اورکھیل بنارکھا ہے ،دوست نہ بناؤاور اگرتم مومن ہو تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو‘‘

مذکورہ بالاآیات میں بھی اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے نرمی اور کافروں سے سختی برتنے ،نیز مومنوں سے دوستی کرنے اور دنیا بھرکے تمام کافروں بالخصوص یہود ونصاریٰ سے دشمنی اور نفرت کرنے کا حکم دیا ہے۔

چھٹی آیت:

کافروں سے دشمنی اور نفرت کے واجب ہونے کے بارے میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ یوں حکم دیتے ہیں :

﴿يَـا أَيُّهَـا الَّذِينَ آمَنُـوا لا تَتَّخِـذُوا الْكَـافِرِينَ أَوْلِيَـاءَ مِنْ دُونِ الْمُـؤْمِنِينَ أَتُرِيـدُونَ أَنْ تَجْعَلُـوا لِلَّهِ عَلَيْكُمْ سُـلْطَانًا مُبِينًا﴾ (النساء:144)

’’اے اہل ایمان ! مومنوں کے علاوہ کافروں کو اپنے دوست نہ بناؤ ،کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کا صریح الزام لو؟‘‘

مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے مومن بندوں کو واضح طور پر منع کیا گیا ہے کہ وہ منافقوں والی عادات واطوار اور اخلاق وکردار اختیارنہ کریں ،وہ منافق جو مومنوں کی بجائے کافروں کو اپنادوست بناتے ہیں وہ پھر انہیں کی طرح کفر کی حالت میں چلے جاتے ہیں ،کیونکہ وہ اس کردار کا عملی مظاہرہ کرتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو منع کیا ہے ۔اللہ اس

بات سے منع کرتا ہے کہ میرے دشمنوں سے محبت کی پینگیں بڑھاؤ اور ان کافروں سے دوستیاں کرو ،ملت اسلامیہ کو چھوڑ کر ان کا کافروں کو کسی طرح کا تعاون اور سہارے مت فراہم کرو ،گویا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :’’اے اہل ایمان! اگر تم نے یہ رویے اور کردار اختیار کیا تو تم ان منافقوں کی طرح ہوجاؤگے جن پر اللہ تعالیٰ نے جہنم کی آگ کو لازم قراردے دیا ہے۔‘‘

ساتویں آیت:

پھر اللہ عزوجل واعلیٰ ایسے شخص کو خوب ڈانٹتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص بھی مومنوں میں سے کافروں کو اپنا دوست بنائے گا ،مومنوں کو اپنی دوستی اور محبت کا حق دار نہیں سمجھے گا ،اگر وہ اپنی اس حرکت سے باز نہ آیا،اپنی اس روش کو نہ چھوڑا،اللہ کی اس ڈانٹ سے وہ نہ کانپا،جو ڈانٹ اس نے کافروں سے دوستی کرنے اور کافروں کے ساتھ گہرے مراسم قائم کرنے پر پلائی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ ان کومنافقوں کے زمرے میں ہی شامل کردے گا جن کے بارے میں اللہ نے اپنے نبی جناب محمد ﷺ کو حکم دیا ہے کہ ان کو دردناک عذاب کی خوشخبریاں سنادیجیے۔اللہ تعالیٰ منافقوں کے بارے میں یوں ارشاد فرماتے ہیں :

﴿تَرَى كَثِيرًا مِنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ أَنْفُسُهُمْ أَنْ سَخِطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خَالِدُونَ،وَلَوْكَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالنَّبِيِّ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوهُمْ أَوْلِيَاءَ وَلَكِنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ فَاسِقُونَ﴾(المائدۃ:81)

’’اے اہل ایمان!ان منافقوں میں سے(بہت زیادہ) کو تم دیکھوگے کہ وہ کافروں سے دوستیاں کرتے ہیں انہوں نے کچھ آگے بھیجا ہے وہ بہت ہی بُرا ہے)وہ یہ کہ (اللہ تعالیٰ ان سے ناخوش ہوااور وہ ہمیشہ عذاب میں)مبتلا (رہیں گے ،اگر وہ اللہ تعالیٰ پر،نبی پر اور اس کتاب پر جو ان کی طرف نازل کی گئی ہے ایمان اور یقین رکھتے تو ان)کافر(لوگوں کو دوست نہ بناتے ،لیکن ان میں سے اکثر بدکردارہیں ۔‘‘

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی مذمت فرمائی ہے جو ان اہل کتاب)یہود ونصارٰی(سے دوستی قائم کرتا ہے جن کو ہم سے پہلے کتابیں عطاکی گئیں ،نیز یہ بات بھی واضح فرمائی کہ یہ

رویہ صحیح عقیدہ وایمان کے منافی ہے ،جو شخص بھی یہ کردار اور پالیسی اختیار کرے گا وہ منافقین کے گروہ سے ہوگا ،جن کو ہمیشہ ہمیشہ کے جہنم میں رہنے کی ڈانٹ پلائی گئی ہے اور جہنم میں بھی بُرا ٹھکانہ اور ٹارچر سیل (Torture cell) ہے۔

آٹھویں آیت:

کافروں سے دوستی کرنے والے منافقوں کے لیے اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺکو خوشخبری سناتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں :

﴿بَشِّرِ الْمُنَافِقِينَ بِأَنَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا،الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ أَيَبْتَغُونَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا﴾)النساء: (138-139

’’)اے پیغمبرﷺ (،منافقوں)دورُخے لوگوں(کو بشارت سنادو کہ ان کے لیے تکلیف دہ عذاب تیار ہے ،جو مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں)کیونکہ (یہ ان سے عزت حاصل کرنا چاہتے ہیں ،تو عزت تو سب اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔‘‘

مذکورہ آیت سے معلوم ہوا کہ کافروں سے دوستی کرنے کا اصل مقصد منافقوں کے پیش نظر یہ ہوتا ہے کہ اپنی ویلیو(Value) اور اہمیت کافروں کے ہاں پیدا کی جائے ،ان سے اپنے لیے اچھا پروٹوکول حاصل کیا جائے ،اس خبیث اورگندے مقصد کا ردّ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک مومن اورمخلص بندے کی ہے اور اصل پروٹوکول وہ ہے جو قیامت کے دن اللہ کی تیار کی ہوئی جنتوں میں سے ایک بندۂ مومن کوعطا کیا جائے گا۔

نویں آیت:

کافروں سے دشمنی واجب ہونے کے بارے میں اللہ تعالیٰ ایک بڑاہی دوٹوک فرمان صادر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

﴿لا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ

وَرَضُوا عَنْهُ أُولَئِكَ حِزْبُ اللِ أَلا إِنَّ حِزْبَ اللِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾
(المجادلۃ:22)
’’جو لوگ اللہ تعالیٰ پر اورروزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں تم
ان کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول)ﷺ(کے دشمنوں سے
دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھوگے خواہ وہ ان کے باپ یا بیٹے
یا بھائی یا خاندان ہی کے لوگ)کیوں نہ (ہوں،یہ وہ لوگ
ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان)پتھر پر لکیر کی
طرح (تحریر کردیا ہے اور اپنی طرف سے روح)جبریل ؑ (کے
ساتھ ان کی مدد کی ہے،اور وہ ان کو بہشتوں میں جن کے
نیچے نہریں بہہ رہی ہیں ،داخل کرے گا،وہ ہمیشہ ان میں
رہیں گے اللہ تعالیٰ ان سے خوش اور وہ اللہ سے خوش
ہیں یہی گروہ اللہ تعالیٰ کا لشکر ہے)اور (سن رکھو کہ
اللہ تعالیٰ کا ہی لشکر کامیابی حاصل کرنے والا ہے۔‘‘

اللہ تبارک وتعالیٰ نے گویابیان فرمایا ہے کہ آپ کو روئے زمین پر کوئی ایسا مومن نہیں ملے گا جو اللہ کے دشمنوں)کافروں اور مشرکوں(سے محبت کرتا ہو،اگرچہ وہ کافر اس مومن کا انتہائی قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہویہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے محبت ومودّت کا تعلق اللہ کے دشمنوں سے محبت کی لازمًا نفی کرے گا،اللہ تعالیٰ سے محبت اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے محبت :یہ دونوں محبتیں ایک دوسرے کی متقابل اورمتضاد ہیں ،یہ دونوں محبتیں ایک مومن شخص کے دل میں کبھی بھی اکھٹی نہیں ہوسکتیں ،قرآن مجید کی یہ آیت کافروں سے دشمنی اور اظہار نفرت کے واجب اور فرض ہونے کی ایک واضح دلیل اور نص ہے ،چاہے جونسا بھی موقع ہو،چاہے جونسا بھی رشتہ وتعلق داری ہو ،کافروں سے دشمنی بہرحال عقیدہ وایمان کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔

’’کافروں سے دشمنی واجب ہے‘‘تین علماء کا فیصلہ :

یہی تووجہ ہے کہ عبدالرحمن بن حسن،علی بن حسین،ابراہیم بن سیف نے اپنے بعض بھائیوں کی طرف جو خط روانہ کیے تھے ان میں یہ بات بھی نقل فرمائی:
’’اِنَّ التَّوْحِیْدَ ھُوَ اِفْرَادُ اللّٰہِ تَعَالٰی بِالْعِبَادِ وَ لَا یَحْصُلُ ذٰلِکَ اِلَّا بِالْبَرَاءَۃِ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ بَاطِنًا وَ ظَاھِرًا‘‘.......وَبَعَدَ أَنْ سَاقُوا الآیَاتِ فِی ذٰلِکَ قَالُوْا :

’’ثُمَّ انْظُرْ كَيْفَ أَكَّدَ الْبَارِى جَلَّ وَ عَلَا عَلٰى رُسُلِہٖ وَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاثْنَتَىْ عَشَرَ آيَةً فِى الْبَرَاءَ ةِ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَ مَدحِهِمْ بِتِلْكَ الصِّفَةِ وَهٰذَا كُلُّهٗ، يَدُلُّ بَلَا رَيْبٍ عَلٰى أَنَّ اللّٰہَ أَوْجَبَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ الْبَرَاءَ مِنْ كُلِّ مُشْرِكٍ وَ أَمَرَ بِاِظْهَارِ الْعَدَاوَ وَالْبَغْضَاءِ لِلْكُفَّارِ عَامَّةً وَ لِلْمُحَارِبِيْنَ خَاصَّةً وَ حَرَّمَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ مُوَالَاتَهِمْ وَالرُّكُونَ اِلَيْهِمْ‘‘[19]

’’یاد رکھئے!عقیدہ توحید یہ ہے کہ عبادت کی تمام اقسام وانواع میں صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو واحد معبود تسلیم کیا جائے یہ عقیدہ اس وقت تک حاصل ہوسکتا ہی نہیں جب تک مشرکین سے ظاہری اور باطنی طور پر اظہار نفرت اور مکمل بائیکاٹ نہ کیا جائے۔‘‘مذکورہ بالا تینوں علماءسلف نے اس کے بعد قرآن مجید کی بہت زیادہ آیات ذکر کی ہیں پھر آخر میں یہ نتیجہ نکالتے ہوئے فرماتے ہیں :

’’اے مسلم ! دیکھ کس طرح تاکید کے ساتھ اللہ جل وعلاءنے اپنے رسولوں کو اور مومن بندوں کو بارہ آیات قرآنیہ میں مشرکوں سے اظہار نفرت کا حکم دیا ہے ، کافروں اور مشرکوں سے اظہار نفرت کرنے والے مومنوں کی تعریف وتوصیف بھی بیان فرمائی ہے یہ ساری بحث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ بلاشک وشبہ(without any doubt)اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر یہ واجب قرار دیا ہے کہ ہر قسم کے مشرک سے اظہار نفرت ہو،نیز دنیا بھر کے کافروں کے بارے میں عام طور پر اور جن کافروں سے مسلمانوں کی باقاعدہ جنگ جاری ہوان کے بارے میں خاص طورپر بغض وعداوت اور نفرت ودشمنی کے اظہار کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے ،اس کے ساتھ مومنوں پر یہ حرام ٹھہرایا کہ کافروں سے دوستی اور ان کی طرف کسی قسم کا جھکاؤ اور میلان ہو۔‘‘

دسویں آیت:

کافروں سے دشمنی کے واجب ہونے کے بارے میں ایک اورمقام پر اللہ تعالیٰ یوں ارشاد فرماتے ہیں :

[19]

﴿إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَى أَدْبَارِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى الشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ وَأَمْلَى لَهُمْ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لِلَّذِينَ كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللَّهُ سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الأَمْرِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِسْرَارَهُمْ﴾ (26-25)

’’جو لوگ اپنی پیٹھ کے بل الٹے پھر گئے اس کے بعد کہ ان کے لیے ہدایت واضح ہوچکی یقینا شیطان نے ان کے لیے مزین کردیا ہے اورانہیں ڈھیل دے رکھی ہے ،یہ اس لیے کہ انہوں نے ان لوگوں سے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ وحی کو برا سمجھا،یہ کہا کہ ہم بھی عنقریب بعض کاموں میں تمہارا کہا مانیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی پوشیدہ باتیں خوب جانتا ہے‘‘

مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کے اسلام سے مرتد ہونے اورملت اسلامیہ سے خارج ہونے کا یہ سبب بیان کیاہے کہ وہ وحی الٰہی کو ناپسند کرنے والے کافروں سے یہ کہتے ہیں کہ ہم چند کاموں اورمعاملات میں تمہاری بات مانیں گے سارے کاموں اور تمام معاملات میں تمہاری اطاعت وفرمانبرداری نہیں کریں گے اگر کوئی شخص کافروں کی بعض کاموں میں اطاعت کرے اگرچہ ان کافروں سے باقاعدہ محبت اور دوستی والے تعلقات پیدا بھی نہ کرے تو وہ مرتد ہوجاتا ہے اورملت اسلامیہ سے خارج ہوجاتا ہے ۔اس بات سے ہی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جو شخص باقاعدہ کافروں سے دوستیاں قائم کرے ،کافروں کے ساتھ مل کر باقاعدہ مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شرکت کرے ،کافروں کی قراردادیں اور معاہدوں میں باقاعدہ شمولیت اختیار کرے اور کافروں کے ایجنڈوں اور پرگراموں کے نفاذ میں عملی اقدامات کرے،کیا وہ پہلی قسم کے مرتد سے کہیں بڑا مرتد اور اللہ کا دنیا وآخرت میں کہیں زیادہ حق دار نہیں ٹھہرے گا؟[20]

اللہ رب العزت نے اپنے بندوں کو کافروں سے نفرت اور احتیاط کے بارے نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایاہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِنْ دُونِكُمْ لا يَأْلُونَكُمْ خَبَالا وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي

[20] مجموع الفتاوٰی لابن تیمیہ:182/193,90

صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الآيَاتِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ﴾ (آل عمران:118)

’’اے اہل ایمان !تم اپنا دلی دوست ایمان والوں کے سوا کسی کو نہ بناؤ،تم نہیں جانتے کہ وہ دوسرے لوگ)یعنی کافر ومشرک اورمنافق(تمہاری تباہی میں کوئی کسر نہیں اٹھارکھتے ،وہ تو چاہتے ہیں کہ تم دکھ میں پڑو۔ان کی عداوت تو خود ان کی زبانوں سے بھی ظاہر ہوچکی ہے۔ اورجو ان کے سینوں میں پوشیدہ ہے وہ کہیں زیادہ ہے۔ہم نے تمہارے لیے آیات بیان کردیں اگر عقل مند ہو)توغور کرو(‘‘

آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے کافروں سے دوستانہ تعلقات استوار کرنے اور ان کی عزت وتکریم کرنے سے منع کیا ہے ۔اس کے علاوہ اس آیت میں ان کو ذلیل ورسوا کرنے کاحکم دیا ہے ۔مسلمانوں کے وہ معاملات جن میں عزت اور سربلندی اور شرف ووقار کا پہلو موجود ہو۔ان جیسے باہمی معاملات میں ان کافروں سے کسی قسم کا تعاون لینے سے بھی منع کیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب ؓنے سیدناابوموسیٰ اشعریؓکی طرف خط روانہ کیا اور انھیں اس بات سے منع کیا کہ وہ لکھائی پڑھائی والے معاملات)یعنی دفتری معاملات (میں کسی مشرک سے کوئی تعاون اورخدمت نہ لیں ۔اس خط میں یہ آیت کریمہ بھی تحریر فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :

﴿لا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِنْ دُونِكُمْ لا يَأْلُونَكُمْ خَبَالا﴾)آل عمران :118/3(

’’تم اپنادلی دوست ایمان والوں کے سوا کسی اورکو نہ بناؤ ، وہ تمہاری تباہی میں کوئی کسر اٹھانہیں رکھتے ۔‘‘

ساتھ یہ بات بھی تحریر فرمائی:

(لَا تَرُدُّوْهُمْ اِلَى الْعِزِّ بَعْدَ اِذْ أَذَلَّهُمُ اللہ)

’’جب اللہ تعالیٰ نے ان کو)جہادی کاروائیوں کے ذریعہ شکست وریخت سے ہمکنار کرکے(ذلت ورسوائی سے دوچار

کیا ہوا ہے تو اب تم ان کو دوبارہ جاۂ عزت وشرف پر متمکن اور براجمان نہ کرو۔[21]

بارہویں آیت:

یہ معاملہ تھا کافروں سے دوستی اور محبت کرنے کا ۔کافروں اور مشرکوں سے دوستی وموالات کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اللہ کی نازل کردہ شریعت اورمنزل من اللہ ’’کتاب ہدایت‘‘کی بجائے خودساختہ ادیان اور باطل مذاہب کو ترجیح اور فوقیت دی جائے ۔اس طرح ادیان باطلہ کو ترجیح دینا بھی کفار ومشرکین سے دوستی کی ہی کی ایک شکل ہے ۔اس بناء پر بھی اللہ نے اہل کتاب) یہود ونصاریٰ (اورمنافقین کی مذمت بیان کی ہے کہ وہ کفار اور مشرکین کی بعض باتوں کو پسند کرتے ہیں اور کتاب اللہ کو چھوڑ کر ان کافروں اور مشرکوں کے پاس اپنے تنازعات کے مقدمات لے کر جاتے ہیں ۔جس طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا هَؤُلَاءِ أَهْدَى مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا سَبِيلًا﴾ (النساء:51)

’’کیا آپ نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جنہیں کتاب)الٰہی (کا کچھ حصہ ملا ہے؟جو بتوں اور باطل معبود)طاغوت(پر اعتقاد رکھتے ہیں اور کافروں کے حق میں کہتے ہیں کہ یہ لوگ ایمان والوں)مسلمانوں(سے زیادہ راہِ راست پر ہیں ‘‘

کتب تفاسیر میں موجود ہے کہ مذکورہ آیت کعب بن اشرف)لَعْنَۃُ اللہِ عَلَیْہِ(کے بارہ میں نازل ہوئی تھی ،کعب بن اشرف ایک بہت بڑا یہودی سردار اور سرکردہ لیڈر تھا۔ایک دفعہ وہ مشرکین مکہ کے ہاں گیا ۔مشرکین مکہ ان لوگوں کو مذہبی رجحان اور مذہبی پیشوائی کی بناء پر بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور ان کی بات کو بڑی اہمیت دیتے تھے ۔اگرچہ وہ بذاتِ خود یہودی مذہب میں داخل نہیں تھے ۔جب کعب بن اشرف مکہ پہنچا تو مشرکین نے ان سے یہ رائے دریافت کی کہ آپ کے خیال میں ہم)یعنی اہل مکہ بتوں کے

21 احکام القرآن للجصاص:293/4

پجاری(زیادہ راہِ راست پر ہیں یا کہ محمدﷺاور اس پر ایمان لانے والے اس کے پیروکار؟کعب بن اشرف جانتا تھا کہ مشرکین مکہ گمراہی پر ہیں اور تورات وانجیل کی پیشین گوئیوں کی بناء پر محمدﷺاللہ کے سچے رسول ہیں ،مگر اس نے بددیانتی سے کام لیتے ہوئے کہہ دیا مشرکین مکہ کادین ومذہب ،طور وطریقہ ،عقیدہ ولائن محمدﷺاور اس کے ساتھیوں کے دین ومذہب،طور وطریقہ اور عقیدہ و لائن سے زیادہ درست ہے۔)

تیرہویں آیت:

اللہ تعالیٰ کے مذکورہ بالافرمانِ ذی شان کی طرح ہی اللہ تعالیٰ کا ایک اور فرمان بھی ہے،جومعنی اور مفہوم کے اعتبار سے سابقہ آیت سے ملتا جلتا ہے۔اللہ تعالیٰ بعض اہل کتاب یعنی یہود ونصاریٰ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں :

﴿ وَلَمَّا جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِنْ عِنْدِ اللِ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيقٌ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ كِتَابَ اللِ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ كَأَنَّهُمْ لا يَعْلَمُونَ،وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُو الشَّيَاطِينُ عَلَى مُلْكِ سُلَيْمَانَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ ﴾ (البقرۃ:101-103)

’’جب کبھی ان کے پاس اللہ تعالیٰ کا کوئی رسول ان کی کتاب کی تصدیق کرنے والا آیا ،ان اہل کتاب کے ایک فرقے نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو پیٹھ پیچھے ڈال دیا ،گویا جانتے ہی نہ تھے،اور اس چیز کے پیچھے لگ گئے جسے شیاطین جناب سلیمان ؑکی حکومت میں پڑھتے تھے ،جناب سلیمان ؑنے توکفر نہ کیا تھابلکہ یہ کفر شیطانوں کا تھا،وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے۔‘‘

مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کی خبردی ہے کہ اکثر یہودیوں کا ایک براکردار یہ بھی تھا کہ اللہ کی کتاب ،وحی الٰہی کو اور پیغمبر برحق کو چھوڑ کر جادو کے پیچھے لگ گئے ،بالکل یہی طرز عمل اور کردار اسلام کی طرف نسبت کرنے والوں لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہﷺپڑھنے والوں اور خود امت محمدیہ کا ایک فرد شمار کرنے والوں کا بھی یہی ہے۔‘‘[22] [23]

---

[22] مجموع الفتاوٰی لابن تیمیہ:99/28

[23] مذکورہ الصدر بحث میں کفار سے دوستی کی دو صورتیں بیان کی گئی ہیں:....۱منزل من اللہ شریعت الٰہیہ کے بجائے رسالت وآخرت کے منکروں اور بتوں کے پجاریوں کے موقف ونظریات کو زیادہ ترجیح

....

’’کافروں سے دوستی کرنے والے کے کافرہونے‘‘کے دلائل

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ ؒکے کلام کا ایک اقتباس مسئلہ :
۲’’موالات کیا ہے؟میں گزرچکاہے،جس میں یہ بات واضح کی گئی ہے کہ مومنوں سے دوستی کرنا اور مومنوں کی مدد کرنا واجب و فرض ہے ،جبکہ کافروں سے دشمنی اور نفرت کرنا بھی واجب اور فرض ہے ۔یہ بات بھی واضح کی گئی ہے کہ مومنوں سے دوستی اور کافروں سے دشمنی کرنا ایمان کا ایک لازمی جزء اور حصہ ہے جس کے بغیر توحید اور اللہ پر ایمان کا عقیدہ مکمل ہوہی نہیں سکتا ۔یہ بات بھی واضح کی گئی کہ یہ وہ نظریہ ہے جو ایک مومن کو منافق سے ممتاز وممیز کرتاہے۔

کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺکے بہت زیادہ دلائل سے یہ بات ثابت ہے کہ جو کافروں سے دوستی کرتا ہے ،مسلمانوں کے خلاف کافروں کی مدد ومعاونت کرتا ہے اور کافروں کے ساتھ ہوکر مسلمانوں کے خلاف جنگ وقتال کرتا ہے وہ کافر ہے۔

دینا اور پسند یدہ قرار دینا ۔ . . . .۔منزل من اللہ شریعت الٰہیہ کی بجائے غیر اسلامی طور طریقے اور کافرانہ روش اختیار کرنا ۔بدقسمتی اور حرمان نصیبی یہ کہ آج کلمہ پڑھنے والے مسلمان ان دونوں بیماریوں سے لت پت ہوچکے ہیں ۔آج اکثر وبیشتر مسلمان شریعت الٰہیہ ،قرآن وسنت اور دین برحق کی بجائے کافرانہ تہذیب وتمدن کو ، کافرانہ معاشرت وطرز زندگی کو ،کافرانہ معیشت وسیاست کو ،کافرانہ بود وباش کو ترجیح دیتے اور پسند کرتے ہوئے نظر آتے ہیں ۔آج مسلمانوں کو خلافت وامارت کے نام سے چڑ ہے جبکہ بڑے بڑے مذہبی پیشوا اور ملت کے زعمائ کافروں کے نظام حکومت ’’جمہوریت‘‘کے دلدادہ ،محافظ اورمؤید دکھائی دیتے ہیں ۔اسلامی لباس وحجامت سے گھن کھاتے ہیں کافروں کے ہیئر اسٹائل (Hairstyle) اور اسٹینڈرڈ آف لائف(Standard of life) کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے اور اختیارکرتے ہیں ۔

علیٰ ہٰذا القیاس جس طرح یہود ونصارٰی کتاب الٰہی کی بجائے جادو ٹونے کرتے تھےٗ بالکل اسی طرح آج مسلمانوں میں سے عامۃ الناس کو اگر کوئی مسئلہ درپیش ہو ،کوئی دکھ درد یا پریشانی ہو تو قرآن وحدیث کے مسنون وظائف واذکار کرنے اور کتاب وسنت کے مأثور اعمال وافعال بجالانے کی بجائے نجومیوں اور عاملوں کے پاس بھاگے جاتے ہیں ۔شرکیہ تعویذ گنڈوں کا سہارالیتے ہیں ۔الغرض کافروں سے دوستی کے یہ دونوں مظہر بدرجہ اتم واکمل آج کلمہ شریف پڑھنے والے مسلمانوں میں پائے جاتے ہیں ۔)فَاِلَی اللہِ الْمُشْتَکٰی(

اس موجودہ بحث وگفتگو میں ان شاء اللہ الرحمن اس موضوع پر قرآن مجید میں بیان کیے گئے دلائل کا ذکر کریں گے ،ساتھ ساتھ علماء کرام اور مفسرین عظام کی اپنی اپنی کتب وتفاسیر میں ذکر کردہ مختصر تفسیر وتشریح بھی بیان کریں گے ۔اگرچہ علماء تفسیر کے تفسیری مباحث کا بہت زیادہ حصہ ان شاء اللہ اس سے اگلی بحث میں آئے گا جس کا لب لباب یہ ہے کہ:

’’جو مسلمانوں کی بجائے کافروں سے دوستی کرتا ہے اورمسلمانوں کے خلاف جنگ کے لیے کمربستہ ہوتا ہے اس کا قرآن وسنت میں کیا حکم ہے ؟اگرچہ وہ شخص مجبور وبے بس ہونے کادعویدار ہو،نیز اگر وہ واقعۃً مجبور ہے تو اس کو کیا کرنا چاہیے؟

اللہ کی توفیق وعنایت سے ہم اس بحث میں صرف وہ قرآنی آیات بیان کرتے ہیں جو کافروں سے دوستی رچانے والے شخص کے متعلق ہیں ۔

دلیل اوّل:

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :

﴿لا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِي شَيْءٍ إِلا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهُ وَإِلَى اللّٰهِ الْمَصِيرُ ﴾(آل عمران:28)

’’مومنوں کو چاہیے کہ ایمان والوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں اور جو کوئی ایسا کرے گا وہ اللہ کی حمایت میں نہیں ،مگر یہ کہ ان کے شر سے کسی طرح بچاؤ مقصود ہو۔اور اللہ تعالیٰ خود تمہیں اپنی ذات سے ڈرا رہا ہے۔اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے‘‘

کفار کادوست مرتد ہوکر دائرہ اسلام سے نکل جاتا ہے:

مذکورہ الصدر آیت کی تفسیر میں شَيْخُ التَّفْسِيْرِ وَالْمُفَسِّرِيْنِ امام ابن جرير طبری ؒرقمطراز ہیں :

’’اس آیت کریمہ کا معنی ومفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کومنع کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ کافروں کو اپنا حمایتی اور مددگار نہ بناؤ،اور اس طرح کہ ان کے دین

ومذہب کی بنیاد پر ان سے دوستیاں رچانے لگ جاؤ،مسلمانوں کو چھوڑ کر مسلمانوں کے خلاف کافروںکی مدد کرنے کے درپے ہوجاؤاور کافروں کو مسلمانوں کے خفیہ راز اور معلومات فراہم کرنے لگ جاؤ،جو شخص ایسا رویہ اختیار کرے گا ﴿فَلَيْسَ مِنَ اللِّهِ فِي شَيْءٍ﴾یعنی اس طرح کرنے سے وہ اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ اس سے لاتعلق ہوجائے گا۔ اس وجہ سے کہ وہ اسلام سے مرتد ہوچکا ہے اور کفر میں داخل ہوچکا ہے۔[24]

٭٭٭٭٭

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں :

مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے حافظ ابن کثیر یوں رقمطراز ہیں :

’’اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو منع فرمایا ہے کہ وہ کافروں سے دوستی کریں ،اس بات سے بھی منع فرمایا ہے کہ مومنوں کو چھوڑکر ان سے چھپ چھپ کر دوستانہ مراسم قائم کریں ،بعد ازاں اس بات پر ڈانٹتے ڈپٹتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :﴿وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللِّهِ فِي شَيْءٍ﴾یعنی جو کافروں سے دوستی کرکے اس جرم عظیم کا ارتکاب کرے گا اس کا اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں ہوگا۔‘‘

اسی طرح سورۃ الْمُمْتَحِنَۃ کی آیت: ۱میں بھی اللہ تعالیٰ کافروں سے دوستی کرنے سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ......﴾

’’اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو اپنا دوست نہ بناؤتم تو دوستی کی وجہ سے ان کی طرف خفیہ پیغام

[24] تفسیر الطبری:313/6، نیز دیکھیے تفسیر القرطبی :57/4

بھیجتے ہواور وہ اس حق کاانکار کرتے ہیں جو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے آچکا ہے.‘‘

 پھر اللہ تعالیٰ نے سُورۃُ الْمُمْتَحِنَۃ کی آیت: ۱کے آخر میں سورۂ آل عمران کی آیت: ۲۸کے طرز کلام سے ملتا جلتا انداز اختیار فرمایا۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمَنْ يَفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ﴾

’’تم میں سے جو بھی یہ کام کرے گا وہ یقینا راہِ راست سے بھٹک جائے گا‘‘

 اسی طرح سورۃ النساء کی آیت: ۱۴۴ میں بھی اللہ تعالیٰ کافروں سے دوستی کرنے سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لا تَتَّخِذُوا الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ أَتُرِيدُونَ أَنْ تَجْعَلُوا لِلَّهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا مُبِينًا﴾

’’اے ایمان والو!مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ ۔کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی صاف حجت قائم کرلو‘‘[25]

 اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سورۃ المائدۃ کی آیت: ۱۵میں کافروں سے دوستی کرنے سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللہَ لا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾

’’اے ایمان والو!تم یہودیوں اور عیسائیوں کو دوست نہ بناؤ یہ تو آپس میں ہی ایک دوسرے کے دوست ہیں ۔تم میں سے جو بھی ان میں سے کسی سے دوستی کرے گا وہ بے شک انہیں میں سے ہے ،بلاشبہ ظالموں کو اللہ تعالیٰ ہرگز ہدایت نہیں دیتا‘‘

 اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانفال کی آیت: ۳۷میں مہاجرین ،انصار اور دیہاتی مسلمانوں کی باہمی محبت ومودّت کا تذکرہ کرنے کے بعد ارشاد فرمایا:

[25] یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں کافروں کی دوستی سے منع فرمایا ہے ،اب اگر تم ان سے دوستی کروگے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اللہ کو خود یہ دلیل مہیا کررہے ہو کہ وہ تمہیں بھی سزادے (یعنی معصیت الٰہی اور حکم عدولی کرنے کی وجہ سے)

﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ إِلا تَفْعَلُوهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ﴾
’’سب کافر آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں ۔اگر تم نے یہ کام)باہمی دوستی اور محبت والا(نہ کیا تو زمین)ملک(میں فتنہ برپا ہوگااور زبردست فساد سر اٹھائے گا‘‘

حافظ ابن کثیرؒسورۂ آل عمران کی آیت: ۲۸ کی تائید میں مزید چندآیات قرآنیہ کا تذکرہ کرنے کے بعد اس آیت کے نصف آخر کے الفاظ﴿إِلا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً﴾کی تفسیر بیان کرتے ہیں ۔حافظ صاحب ؒفرماتے ہیں کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ بعض اوقات اگر کوئی شخص زمین کے کسی ایسے علاقے یاملک میں ہو جہاں کافروں کی کسی شرارت یا خباثت کا خوف پیدا ہوجائے تو ایسے حالات میں جائز ہے کہ ظاہری طور پر اور وقتی طور پر ان کے شر سے بچنے کے لیے ان سے کچھ میل ملاپ ظاہر کردے گا لیکن اندورنِ خانہ اور دل میں ان کی طرف رغبت اور محبت نہ رکھے ۔

٭ جیسا کہ اَلْجَامِعُ الصَّحِيحُ البُخَارِی میں اِمَامُ الْمُحَدِّثِيْن محمد بن اسماعیل البخاریؒنے سیدنا ابودرداءؓسے ایک اثر نقل فرمایا ہے، سیدنا ابودرداءؓفرماتے ہیں:
اِنَّا لَنَكْشِرُ فِىْ وُجُوْ أَقْوَامٍ وَ قُلُوْبُنَا تَلْعَنُهُمْ[26]
’’بعض) ظالم وفاسق قسم کے(لوگوں کے سامنے ہم ہنستے مسکراتے ہوئے ملاقات کرتے ہیں مگر ہمارے دل ان پر لعنتیں برسارہے ہوتے ہیں ۔‘‘

٭ امام سفیان ثوری ؒفرماتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عباس ؓفرمایا کرتے تھے
لَيْسَ التَّقِيَّۃُ بِالْعَمَلِ اِنَّمَا التَّقِيَّۃُ بِاللِّسَانِ[27]
’’)اگر کافروں کی شرارت کے خوف سے (بظاہر دوستی کا اظہار کرنا پڑجائے تو وہ صرف قول وگفتار کی حدتک ہوکسی عمل وکردار سے نہ ہو‘‘

٭ ایک مشہور تابعی جناب عوفی ؒبھی سیدنا عبداللہ بن عباس ؓسے یہ قول نقل کرتے ہیں:

---
26 صحیح البخاری=کتاب الادب:باب المداراۃ مع الناس ، الحدیث:6131سے پہلے
27 تفیسر ابن کثیر 358/1 ، تفسیر أبی سعود:23/2

اِنَّمَا التَّقِیَّۃُ بِاللِّسَانِ [28]
’’تقیہ)کافروں کے ساتھ بظاہر دوستی کا اظہار (صرف زبان کی حد تک جائز ہے)نہ کہ عملی کاروائیوں سے(‘‘

۔ بالکل یہی موقف امام ابوعالیہ،امام ابوالشعثاء ،امام ضحاک اور امام ربیع بن انس ؒکا بھی یہی ہے۔

۔ مذکورہ بالا موقف کی تائید سورہ النحل کی آیت: ۱۰۶بھی کرتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:
﴿مَنْ كَفَرَ بِاللِّ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالإيمَانِ وَلَكِنْ مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِنَ اللِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾
’’جو شخص ایمان لانے کے بعد اللہ کا انکار کردے بجز اس کے جس پر جبر کیاجائے او ر اس کا دل ایمان پر مطمئن وبرقرار ہو۔مگرجوکھلے دل سے کفر کرے تو ان پر اللہ تعالیٰ کاغضب ہے ۔اور انہی کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔‘‘

۔ سَیِّدُ الْفُقَاءِ وَالْمُجْتَہِدِینَ امام بخاری ؒنے مشہور تابعی حسن بصری ؒکے حوالے سے بیان کیا:
’’التَّقِیَّۃُ اِلٰی یَومِ الْقِیٰمَۃِ‘‘ [29]
’’کافروں کے ساتھ تقیہ کرنے کاحکم قیامت تک باقی ہے ۔‘‘
)حافظ ابن کثیرؒکے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا(

کفار کی حمایت ومعاونت باعث ارتداد ہے:

فضیلۃ الشیخ صالح الفوزان فرماتے ہیں :
’’ مِنْ مَظَاهِرِ مُوَالِا الْكُفَّارِ اِعَانَتُهُمْ وَ مَنَاصَرَتُهُمْ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ وَ مَدْحُهُمْ وَالذَّبُّ عَنْهُمْ وَ هٰذا مِنْ نَوَاقِضِ الْاِسْلَامِ وَ اَسْبَابِ الرِّدَّۃِ ‘‘ [30]
’’کفار کی معاونت کرنا ،مسلمانوں کے خلاف کفار کو اپنی مکمل حمایت اور سپورٹ فراہم کرنا ،کفار کی مدح سرائی کرنا اور تعریفیں کرنا اور کافروں کی طرف سے مدافعت

[28] تفسیر ابن کثیر 358/1، تفسیر القرطبی:57/4
[29] تفسیر ابن کثیر 358/1، تفسیر القرطبی:57/4
[30] الولاء والبراء فی الاسلام لصالح الفوزان:9

اوروکالت کرنا حقیقت میں کفار سے دوستی کے بڑے بڑے مظاہر اور علامتیں ہیں ۔دوستی کے یہ مظاہر ایک بندۂ مسلم کے اسلام کو ختم کردینے والے اور ارتداد کے اسباب میں سے بہت بڑے اسباب ہیں)یعنی مذکورہ بالا کاموں کے ارتکاب کرنے سے مسلمان مرتد ہوجاتا ہے۔( )نَعُوْذُ بِاللِّٰ مِنْ ذٰلِکْ(

دلیل دوم:

اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں :

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللہَ لا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾ (المائدۃ51:)

’’اے اہل ایمان !یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ،یہ تو آپس میں ہی ایک دوسرے کے دوست ہیں ،تم میں سے جو بھی ان میں سے کسی سے دوستی کرے گا وہ بے شک انہی میں سے ہے ،بے شک اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہرگز ہدایت عطا نہیں فرماتا‘‘

امام ابن جریر طبری ؒفرماتے ہیں :

امام ابن جریر طبری ؒمذکورہ آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں :’’درست بات یہی ہے کہ اس آیت کے حکم کو محکم اور غیر منسوخ ہی قرار دیاجائے اور اس آیت میں مسلمانوں کو جو عام حکم دیا گیا اس کو قیامت تک کے لیے عام ہی سمجھا جائے ....اگرچہ یہ بات اپنی جگہ بجاہے کہ یہ آیت ایک منافق کے بارے میں نازل ہوئی تھی ،وہ منافق یہودیوں اور عیسائیوں سے دوستیاں کرتا تھا،اس کے دل میں یہ خوف سوار تھا کہ کہیں یہودیوں وعیسائیوں کی طرف سے مجھے ناگفتہ بہ اور ناساز گار حالات کا سامنا نہ کرنا پڑجائے،یہی وجہ ہے کہ سورہ المائدہ کی آیت :۵۱کے بعد والی جو اگلی آیت ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے اس خوف کی وضاحت بھی فرمائی ہے ۔ لہٰذا سورہ المائد کی آیت :۵۲ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَى أَنْ تُصِيبَنَا دَائِرَةٌ فَعَسَى اللہُ أَنْ يَأْتِيَ بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِنْ

عِنْدِهِ فَيُصْبِحُوا عَلَى مَا أَسَرُّوا فِي أَنْفُسِهِمْ نَادِمِينَ﴾ (المائدۃ: 52)

’’آپ دیکھیں گے کہ جن کے دلوں میں)نفاق(کی بیماری ہے وہ دوڑ دوڑ کر ان)یہودیوں اور عیسائیوں(میں گھس رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں)ان کافروں کی طرف سے(خطرہ ہے۔ایسا نہ ہو کہ کوئی)المناک (حادثہ ہم پر پڑجائے ۔یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ)مسلمانوں کو (فتح دے دے ،یااپنے پاس سے کوئی اور چیز)جزیہ ،جلاوطنی یا قتل(لے آئے ،پھر تو یہ اپنے دلوں میں چھپائی ہوئی باتوں پر)بُری طرح(نادم ہونے لگیں گے ‘‘

٭ امام طبری ؒمزید فرماتے ہیں :’’ہمارے نزدیک یوں کہنا زیادہ مناسب اور درست ہے کہ اللہ رب العزت نے تمام مسلمانوں کومنع کیا ہے ،اس بات سے کہ وہ یہودیوں اور عیسائیوں کواپنے حمایتی ،مددگار اور حلیف)صلح وجنگ کے معاہدوں میں شریک (بنائیں،ان مومنوں کے خلاف جو اللہ تعالیٰ پر اور اس کے آخری رسول جناب محمد ﷺپر ایمان رکھتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات سے بھی خبردار کیا ہے کہ جو مسلمان ، اللہ تعالیٰ ،اس کے رسول ﷺکو اور مومنوں کو چھوڑ کر ان کافروں کو اپنا حمایتی ،مددگار اور دوست بنائے گا پھر وہ ان یہودیوں اور عیسائی کافروں کی پارٹی کا ہی فرد گردانا جائے گا ۔گویایہ شخص اللہ رب العالمین ،رسول اللہ ﷺاور مومنوں کے مدمقابل کافروں کی پارٹی اور جماعت کا ایک کارکن اور ورکر (worker)ہوگا۔اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺاس سے کلیتاً بیزار اور لاتعلق ہوں گے۔‘‘

٭)امام ابن جریر طبری ؒتویہاں تک فرماتے ہیں:’’زیر تفسیر آیت میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ﴾کامطلب و مفہوم یہ ہے کہ جو مومنوں کی بجائے یہودیوں اور عیسائیوں سے دوستی کرے گا وہ انہی میں سے ہوگا۔اللہ کے ہاں وہ یہودی اور عیسائی ہی شمار ہوگا۔(یعنی اللہ تعالیٰ ارشاد فرمارہے ہیں کہ جو ان یہودیوں اور عیسائیوں سے دوستی رچائے گا اورمسلمانوں کے خلاف ان کی مدد کرے گا ،تو وہ ملت یہود او ر ملت نصاریٰ کاایک فرد ہوگااور ان کے ہی مذہب پر

کاربند سمجھا جائے گا ۔)ملت اسلامیہ اور مذہب اسلام سے وہ نکل جائے گا(

یہ بات بالکل واضح ہے کہ جب بھی کوئی شخص کسی سے محبت اور دوستی کے تعلقات قائم کرتا ہے تو آخر وہ اس شخص کو ،اس کے دین کو اور اس کے نظریات اور مشن کو پسند کرتا ہے تو دوستانہ تعلقات قائم کرتا ہے ۔اگر کسی کو کسی شخص کے دین ومذہب اور نظریہ اور مشن سے اختلاف ہوگا تو وہ کیونکر اس سے دوستی قائم کرے گا ۔اسی اصول کے تحت اگر کوئی شخص کسی یہودی اور عیسائی کافر کو پسند کرتے ہوئے اور اس کے مذہب ودین کو پسند کرتے ہوئے دوستی اختیار کرتا ہے تو گویا وہ اس کے مخالفین)مسلمانوں(سے لازماً دشمنی اختیار کرے گا ۔اور ان سے ناراض ہوگا۔نتیجتاً جو حکم اور انجام یہودیوں اور عیسائیوں سے دوستیاں کرنے والے ان نام نہاد مسلمانوں کا بھی ہوگا۔‘‘[31])امام ابن جریر ؒکی تفسیر کے اقتباس کا ترجمہ یہاں ختم ہوا(

امام ابن جریر طبری ؒکی تفسیر سے غلط استنباط:

بعض لوگوں کا گمان ہے اورانہوں نے اپنے گمان کے مطابق امام ابن جریر ؒکے کلام سے یہ غلط نتیجہ نکالا ہے کہ کوئی شخص کافر اس وقت ہوگا جب وہ دل سے کافروں کے دین ومذہب کو پسند کرنے لگ جائے گا ۔یعنی وہ دلی طور پر عیسائیوں اور یہودیوں کو اور ان کے مذہب وملت کو پسند کرے گا تو وہ عنداللہ کافر شمار ہوگا۔اگر کوئی شخص کسی مسلمان کے خلاف کسی کافر کی مدد ومعاونت کرتا ہے اور کافر کے ساتھ مل کرمسلمانوں کے خلاف لڑائی کرتا ہے تو وہ کافر نہیں ہوگا ۔جب تک وہ دل سے اس کافر کے دین کو پسند نہ کرے۔

یہ سوچ وفکر اورفہم وادراک سراسر مبنی برخطا ہے ۔صحیح موقف ونظریہ یہی ہے کہ جو شخص کافروں سے دوستی کرے اورمومنوں کے خلاف عیسائی اور یہودی کافروں کی مدد وحمایت کرے وہ کافر ہی شمار ہوگا ۔پھر جوحکم کافر کا ہوگا۔وہی اس نام نہاد مسلمان کا ہوگا۔اس نام نہاد مسلمان کا یہ گھناؤنا کردار اس بات کی دلیل وعلامت ہوگا۔کہ یہ ان کافروں کے دین وملت اور منہج اورمشن

[31] تفسیر الطبری:277,276/2

کو دل سے پسند کرتا ہے اگرچہ اپنی زبان سے یہ کہتا رہے کہ میں یہودیوں اور عیسائیوں کا مخالف ہوں۔

’’زبانِ مقال ‘‘اور ’’زبانِ حال‘‘کی گواہی:

یہ اس وجہ سے ہے کہ ’’زبانِ حال ‘‘کی گواہی ’’زبانِ مقال‘‘کی گواہی کی طرح ہی ہوتی ہے۔[32]

بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ ’’زبان حال کی گواہی ‘‘، ’’زبان مقال کی گواہی‘‘سے زیادہ موثر اور معتبر ہوتی ہے۔

- اللہ تعالیٰ سورۃ التوبۃ کی آیت: ۱۷میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسَاجِدَ اللِّهِ شَاهِدِينَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ أُولَئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارِ هُمْ خَالِدُونَ﴾

’’مشرکین کے لائق ہی نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مساجد کو آباد کریں ،درآں حالیکہ وہ)زبان حال سے (خود اپنے کفر پر آپ ہی گواہ ہیں ،ان کے اعمال برباد ہوگئے اور وہ دائمی طور پر جہنمی ہیں۔‘‘

- اسی طرح کی بات اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانعام کی آیت: ۱۳۰ میں ارشاد فرمائی ہے ،اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن ہم جنوں اور انسانوں سے سوال کریں گے:

﴿يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالإِنْسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِنْكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِي وَيُنْذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا قَالُوا شَهِدْنَا عَلَى أَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا كَافِرِينَ﴾

’’اے جنوں اورانسانوں کی جماعت!کیا تمہارے پاس تم میں سے ہی پیغمبر نہیں آئے تھے جو تم سے میرے احکام بیان کرتے اور تم کو اس آج کے دن کی خبر دیتے ؟وہ سب عرض کریں گے کہ ہم اپنے اوپر اقرار کرتے ہیں او ران کو دنیاوی زندگی نے بھول میں ڈالے رکھا اور یہ لوگ)زبان حال سے(اقرار کرنے والے ہوں گے کہ وہ کافر تھے۔‘‘[33]

---

[32] ایک گواہی وہ ہوتی ہے جو زبان کے قول اور گفتار سے ہوتی ہے ،قول اورگفتار کی گواہی کو ’’زبانِ مقال‘‘کی گواہی کہا جاتا ہے ،جبکہ ایک گواہی وہ ہوتی ہے جو عمل وکردار سے ہوتی ہے ،اس عمل وکردار اور ظاہری حالات و واقعات کی گواہی کو ’’زبانِ حال‘‘کی گواہی کہاجاتا ہے۔

[33] مذکورہ بالادونوں آیات سے یہ بات کھل کراور نکھر کر سامنے آگئی کہ ’’زبانِ مقال‘‘کی گواہی کی طرح ’’زبانِ حال‘‘کی گواہی بھی ہوتی ہے ،مذکورہ بالادونوں آیات میں یہ گواہی زبانِ حال سے تھی نہ کہ زبانِ مقال سے ۔

منہ سے مخالفت نہیں کردار کی شہادت اصل چیز ہے:

شیخ جمال الدین قاسمی ؒ اسی بناء پر فرماتے ہیں :
’’اللہ رب العزت کے اس زیر تفسیر فرمان ﴿وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ﴾کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص ان یہودیوں اور عیسائیوں سے دوستی کرے گا وہ ان کے گروہ میں ہی شمار ہوگا۔ان سے دوستی کرنے والے پر بھی وہی حکم اور قانون جو ان یہودیوں اور عیسائیوں کے لیے ہوگا ،باوجود اس کے کہ وہ زبانی دعوے کرتا رہے کہ میں تو ان یہودیوں اور عیسائیوں کا مخالف ہوں ،اس لیے کہ ظاہری حالات وواقعات اور عمل وکردار کی شہادت ان کافروں کے ساتھ پوری پوری موافقت کی واضح دلیل ہے۔‘‘[34]

کفار سے محبت بوجہ خوف:

’’قَالَ اللہُ تَعَالٰی ﴿وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ﴾ فَيُوَافِقْهُمْ وَ يُعِينُهُمْ ﴿فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ﴾، وَ قَالَ أَيْضًا فِی تَفْسِيرِ هٰذِهِ الْآيَةِ: وَالْمُفَسِّرُوْنَ مُتَّفِقُوْنَ عَلٰی أَنَّهَا نَزَلَتْ بِسَبَبِ قَوْمٍ مِمَّنْ كَانَ يُظْهِرُ الْاِسْلَامَ وَ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ خَافَ أَنْ يَغْلِبَ أَهْلُ الْاِسْلَامِ فَيُوَالِی الْكُفَّارَ مِنَ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰی وَ غَيْرِهِمْ لِلْخَوفِ الَّذِیْ فِیْ قُلُوْبِهِمْ لَا لِاعْتِقَادِهِمْ أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّی اللہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَاذِبٌ وَأَنَّ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی صَادِقُوْنَ‘‘ [35]
’’اللہ تعالیٰ کے زیر تفسیر فرمان)وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ (کامعنی ہے کہ ’’فَيُوَافِقْهُمْ وَ يُعِينُهُم‘‘ یعنی جو یہودیوں اور عیسائیوں کی موافقت کرتا ہے اور ان کی مدد اور تعاون کرتا ہے تو)فَإِنَّهُ مِنْهُمْ(وہ ان میں سے ہی شمار ہوگا‘‘)امام ابن تیمیہ مزید فرماتے ہیں :(تمام مفسرین کرام اس بات پر متفق ومتحد ہیں کہ مذکورہ بالا آیت کا شانِ نزول ایک ایسی قوم کے افراد سے متعلق ہے جو بظاہر اسلام کا دعوٰی اور اظہار کرتے تھے مگر ان کے دلوں میں یہ خوف جاگزیں تھاکہ اگر بالفرض اہل اسلام کافروں کے ہاتھوں شکست کھاگئے تو پھر ہمارا کیا بنے گا ،ہم کدھر جائیں گے ،بس اس خوف سے ہی وہ کلمہ پڑھنے کے باوجود

---

[34] محاسن التاویل للقاسمی:240/6
[35] مجموع الفتاوی:194-193/7

یہودیوں ،عیسائیوں اور دیگر کافروں کے ساتھ بنارکھتے تھے ۔ان کے دوستانہ تعلقات کی بنیاد فقط وہ خوف تھا جو ان کے دل ودماغ پر بُری طرح سوار تھا۔کافروں سے دوستیاں کرنے والے اور ان سے بناکر رکھنے والوں کے دلوں میں یہ اعتقاد ونظریہ بالکل نہ تھا کہ)نعوذ باللہ من ذلک(محمد ﷺ جھوٹے پیغمبر ہیں اور یہود ونصارٰی سچے ہیں ۔‘‘

کفارکادوست انہی کی سوسائٹی کا ایک فرد ہے:

مشہور مفسر قرآن امام قرطبی ؒسورہ المائدہ کی آیت : ۱۵ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں

’’اللہ تعالیٰ کے فرمان﴿وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ﴾کا مطلب ہے کہ يُعَضِّدُهُمْ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ﴾ یعنی جو شخص بھی مسلمانوں کے خلاف کافروں کو قوت ،طاقت اور ہر طرح کی)لاجسٹک(سپورٹ فراہم کرتا ہے تو﴿فَإِنَّهُ مِنْهُمْ﴾وہ انہی میں سے کاؤنٹ (Count)کیا جائے گا ۔گویا اللہ رب العزت نے بڑی وضاحت سے فرمادیا ہے کہ اس کے ساتھ وہی رویہ برتاجائے گا جو ان یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ برتا جائے گا ۔وہ شخص کسی مسلمان کے مال میں وراثت کا حقدار بھی نہیں ٹھہرے گا،نہ اس کے مرنے کے بعد اس کا مال مسلمان وارثوں میں تقسیم ہوگا۔اس لیے کہ وہ مرتد ہوچکا ہے یہ بھی ذہن نشین رہے کہ یہ حکم یا قیامِ قیامت جاری وساری ہے۔‘‘

مذکورہ آیت کی تفسیر میں امام قرطبی ؒمزید فرماتے ہیں :

’’فرمان الٰہی ﴿وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ﴾میں شرط بھی ہے اور جواب شرط بھی ہے۔یعنی اس فرمان ذیشان کا معنی ومفہوم یہ ہے کہ جس طرح یہودیوں اور عیسائیوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کی ہے ،اسی طرح اس نام نہاد کلمہ گومسلمان نے بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺکی مخالفت کی ہے ،جس طرح دنیا میں ان یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ دشمنی رکھنا واجب اور فرض ہے ۔اسی طرح اس کلمہ گو مسلمان سے بھی دشمنی رکھنا واجب اور فرض ہے جس طرح

آخرت میں وہ یہودی اور عیسائی (یہودیت اور عیسائیت پر مرنے کی صورت میں (لازمی طورپر جہنم کی آگ کے مستحق قرار پائیں گے بالکل اسی طرح یہ کلمہ گو نام نہاد مسلمان بھی جہنم کی آگ کا مستحق قرار پائے گا۔الغرض وہ اب ان یہودیوں اور عیسائیوں کی سوسائٹی کا ایک فرد بن چکا ہے۔‘‘[36]

اللہ نے دونوں کو ایک ہی پلڑے میں ڈال دیا:

فضیلۃالشیخ سلیمان بن عبداللہ ؒفرماتے ہیں :

’’ نَهٰى سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰى عَنِ اتِّخَاذِ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى أَوْلِيَاءَ ، وَاَخْبَرَ أَنَّ مَنْ تَوَلَّاهُمْ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فَهُوَ مِنْهُمْ .. وَ هٰكَذَا حُكْمُ مَنْ تَوَلَّى الْكُفَّارَ مِنَ الْمَجُوْسِ وَ عُبَّادِ الأَوْثَانِ فَهُوَ مِنْهُمْ ..... اِلٰى قَوْلِهٖ رحمہ اللہ : ’’وَلَمْ يُفَرِّق تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى بَيْنَ الْخَائِفِ وَغَيْرِهٖ بَلْ أَخبَرَ تَعَالٰى أَنَّ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَرَضٌ يَفْعَلُوْنَ ذٰلِكَ خَوْفَ الدَّوَائِرِ ، وَهٰكَذَا هٰؤُلَاءِ الْمُرتَدِّيْنَ‘‘[37]

’’اللہ رب العزت نے یہود ونصارٰی کو دوست بنانے سے منع فرمایا ہے اور خبردار کیا ہے کہ مسلمانو!یاد رکھو جو تم میں سے ان کو دوست اور حمایتی بنائے گا پھر وہ ان ہی میں شمار ہوگا،وہی معاملہ اس شخص کابھی ہوگا اور جو یہود ونصارٰی کے علاوہ کسی آگ پوجنے والے (زرتشت)کو دوست بنائے گا یا کسی بتوں کے پجاری(ہندومت یا بدھ مت)کو دوست بنائے گا تو وہ ان مذہب والوں میں ہی شمار ہوگا۔‘‘

شیخ سلیمان بن عبداللہ ؒمزید فرماتے ہیں :

’’اللہ تعالیٰ نے دونوں کو ایک پلڑے میں ڈالتے ہوئے یہ فرق بھی بیان نہیں کیا کہ اگر بالفرض کوئی شخص ان کافروں سے کوئی خطرہ اور محسوس کرتا ہوتو پھر ان سے دوستی کرنا جائز اور درست ہے۔بلکہ واضح الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے ان کے اس خوف وخطرہ محسوس کرنے کے معاملے کو ان کے دلوں کی بیماری کہا ہے۔یہی وجہ ہے کہ سورہ المائدہ کی آیت:۲۵ میں یہ بات ارشاد فرمائی ہے کہ جن کے

[36] تفسیر القرطبی:217/6
[37] الرسالۃ الحادیۃ عشرۃ من مجموعۃ التوحید:338

دلوں میں نفاق کی بیماری ہے وہ کافروں کے کسی نہ کسی شر کے خوف اور گردش زمانہ کے ڈر سے ان کے ساتھ دوستیاں کرتے ہیں ۔اگر یہ غور کرلیاجائے تو آج کے دور کے مرتدین اورمنافقین کا بھی بالکل یہی حال اور یہی معاملہ ہے۔‘‘

فسق وفجور سے کفر وارتداد کی طرف:

سورۃ المائدۃ کی آیت نمبر: ۲۵ او ر اس ضمن میں بیان کردہ علمائے تفسیر کی توضیحات وتشریحات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جو شخص کافروں سے دوستی کرتا ہے ،مسلمانوں کے خلاف کافروں کی مدد کرتا ہے یا مسلمانوں کے خلاف ہونے والی جنگ میں کافروں کا ساتھ دیتا ہے وہ کافر ومرتد ہے ۔اس سے بڑھ کر جو شخص باقاعدہ کافروں کے لشکروں اور فوجوں کا پارٹنر (partner)بنتا ہے ،وہ فوجی قافلے اور لشکر جو اللہ کے دین کے ساتھ جنگ کرنے کے درپے ہیں اور اس دینِ اسلام سے اللہ کے بندوں کو روکنے کے ناپاک عزائم رکھتے ہیں ۔جن کی کاروائیوں میں حصہ لینے سے وہ کافروں کے کاغذوں اور فائلوں میں بڑے مفادات اور عالی شان پروٹوکولز بھی وصول کرتے ہیں ۔مجاہدین اسلام اور خالص العقیدہ مومنوں کے خلاف فوجی آپریشنوں کے عوض انعامات واعزازات بھی دیے جاتے ہیں ۔جو شخص بھی ان کافروں کا حامی ومددگار بنے گا ،خواہ اس کی خاطر کتنی ہی مشقتیں اور تکلیفیں بھی اٹھائے ،جہاد اور مجاہدین کے)بظاہر دہشت گردی کے(خلاف عالمی جنگ میں وہ اپنی زندگی کی تمام بہاریں ضائع کردے ،وہ ان مشقتوں کو برداشت کرنے اور عمریں کھپانے کے باوجود اللہ رب العزت کے ہاں کافرہی شمار ہوگا۔ہر چند کہ وہ نمازیں پڑھے ،روزے بھی رکھے اوریہ دعویٰ بھی کرے کہ میں مسلم ہوں ۔بھلا وہ کون سی چیز ہے جو ان منافقین ومرتدین کو کافروں سے دوستی پر،ان کافروں کی بے لوث اطاعت پر ،مسلمانوں کے خلاف جنگ میں کافروں کا ساتھ دینے پر اور اللہ کے دین کے مجاہدوں اور غازیوں کے دشمنی پر برانگیختہ کرتی ہے ؟ وہ چیز یہ ہے کہ کافروں کے ساتھ دوستانہ مراسم قائم کرنے سے پہلے بھی وہ فسق وفجور والی زندگی گزار رہے تھے اور اللہ رب العزت کی اطاعت وفرمانبرداری سے نکلے ہوئے تھے ۔)لہٰذا ترقی یافتہ ہوتے ہوئے وہ فاسق وفاجر سے مرتد وکافرکے درجے پر پہنچ گئے (

دلیل سوم:

اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں :
﴿وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللِ وَالنَّبِيِّ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوهُمْ أَوْلِيَاءَ وَلَكِنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ فَاسِقُونَ﴾(المائدۃ:81)
’’اگر انہیں اللہ تعالیٰ پر،نبی ﷺپر اور نبی پر جو)کلام(نازل کیا گیا ہے، اس پر ایمان ہوتا تو یہ کفار سے دوستیاں نہ کرتے لیکن ان میں سے اکثر فاسق ہیں ‘‘

’’ایمان اور کفار سے دوستی ایک دوسرے کی ضد ہیں ‘‘ :

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ ؒ مذکورہ آیت کے حوالے سے فرماتے ہیں:

’’ذكَرَ سُبْحَانَہٗ وَ تَعَالٰى جُمْلَۃً شَرطِيَّۃً تَقْتَضِىْ أَنَّہٗ اِذَا وُجِدَ الشَّرْطُ وُجِدَ الْمَشْرُوْطُ بِحَرْفٍ‘‘ لَوْ‘‘ الَّتِىْ تَقْتَضِىْ مَعَ انْتِفَاءِ الشَّرطِ اِنتِفَاءِ المَشْروْطِ فَقَالَ﴿وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللِ وَالنَّبِيِّ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوهُمْ أَوْلِيَاءَ وَلَكِنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ فَاسِقُونَ﴾فَدَلَّ عَلٰى أَنَّ الْاِيْمَانَ الْمَذْكُوْرَ يَنْفِى اتِّخَاذَھُمْ أولِيَاءَ وَ يُضَادُّہٗ وَلَا يَجْتَمِعُ الاِيْمَانُ وَ اتِّخَاذُھُمْ أَوْلِيَاءَ فِى الْقَلْبِ ، فَدَلَّ ذٰلِکَ عَلٰى أَنْ مَن اتَّخَذَھُمْ أَوْلِيَاءَ مَا فَعَلَ الْاِيْمَانَ الْوَاجِبِ مِنَ الْاِيْمَانِ بِاللِ وَالنَّبِىَّ وَ مَا أُنْزِلَ اِلَيْہِ‘‘[38]

’’اللہ رب العزت نے مذکورہ بالا آیت میں جملہ شرطیہ ذکر فرمایا ہے۔جملہ شرطیہ کے اندر ایک شرط ہوتی ہے اور ایک مشروط ہوتا ہے۔جملہ شرطیہ کا تقاضا ہوتا ہے کہ جب شرط پائی جائے تو مشروط بھی پایا جائے ،اگر شرط نہیں ہوگی تومشروط بھی لازماً نہیں ہوگا۔یہ جملہ عام طور پر حرف ’’لَو‘‘سے بیان ہوتا ہے ،اردو میں ’’لَو‘‘کا معنی ’’اگر ‘‘کیا جاتا ہے۔یہی وجہ ہے اللہ تعالیٰ سورہ المائدہ کی آیت:۸۱ میں فرماتے ہیں :’’اور اگر انھیں اللہ تعالیٰ پر،نبی ﷺپر اور جو نبی ﷺکی طرف نازل کیا گیا ہے ،اس پر ایمان ہوتا تو یہ کفا ر سے دوستیاں نہ کرتے ، لیکن اکثر ان میں سے فاسق ہیں ۔‘‘اس جملہ شرطیہ سے معلوم ہوا کہ اگر ان کے اندر واقعتا ایمان کی کوئی رمق

---

[38] مجموع الفتاویٰ:17/7، نیز دیکھیے تفیسر ابن کثیر:68/2، تفسیر ابی سعود:71/3

باقی ہوتی تو یہ کافروں کو اپنا دوست کیوں بناتے؟یعنی
ایمان اور کافروں سے دوستی ایک دوسرے کی ضد اور الٹ
ہیں ۔اور دومتضاد چیزیں)یعنی ایک دوسرے کی بالکل الٹ
چیزیں (اکٹھی ہونہیں سکتیں۔‘‘

لہٰذا یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دولتِ ایمان اور کافروں سے
دوستی ایک دل میں اکٹھی ہوسکتی ہی نہیں ۔اگر دل میں دولت
ایمان ہوگی توکافروں سے دوستی نہیں ہوگی۔اگر کافروں سے
دوستی ہوگی تو دل میں دولت ایمان نہیں ہوگی ۔لہٰذا جو شخص
کافروں کو دوست بنائے گا وہ ایمان کے لازمی تقاضوں کو کبھی پورا
نہیں کرسکے گا جو اللہ پر،نبی ﷺ اور نبی پر نازل ہونے والی وحی یعنی
قرآن وحدیث پر ایمان لانے کے بعد ایک بندۂ مسلم پر لاگو ہوتے ہیں ۔

مرتدین ارتداد سے پہلے بھی فاسق وفاجر ہوتے ہیں :

فضیلۃ الشیخ سلیمان بن عبداللہ)آل شیخ((مذکورہ آیت کے
حوالے سے فرماتے ہیں :

’’ذَکَرَ سُبْحَانَہٗ أَنَّ مُوَالَاۃَ الْکُفَّارِ مُنَافِیَۃٌ لِلْاِیْمَانِ بِاللّٰہِ وَ النَّبِیِّ ﷺ وَ
مَاأُنْزِلَ اِلَیْہِ ثُمَّ أَخْبَرَ أَنَّ سَبَبَ ذٰلِکَ کَوْنُ کَثِیْرٍ مِّنْھُمْ فَاسِقِیْنَ ،
وَلَمْ یُفَرِّقْ بَیْنَ مَنْ خَافَ الدَّوَائِرَ ، وَ ھٰکَذَا حَالُ کَثِیْرٍ مِّنْ ھٰؤُلَاءِ
الْمُرْتَدِّیْنَ قَبْلَ رِدَّتِھِمْ ، کَثِیْرٌ مِّنْھُمْ فَاسِقُوْنَ فَجَرَّھُمْ ذٰلِکَ اِلٰی
مُوَالَاۃِ الْکُفَّارِ وَ الرِّدَّۃِ عَنِ الاِسْلَامِ ،نعوذُ باللّٰہِ من ذلکِ[39]

’’زیر تفسیر آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ بات بیان
فرمائی ہے کہ اگر کافروں سے دوستی ہے تو پھر اس
دوستی کرنے والے کا نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے ، نہ رسول
اللہ ﷺ پر ایمان ہے اور نہ ہی نبی ﷺ پر نازل ہونے والی کلام
اور وحی)یعنی قرآن وحدیث(پر ایمان ہے۔پھر آیت کے آخر
میں اللہ تعالیٰ نے اس دوستی کا سبب بیان فرمایا ہے کہ
دوستی سے پہلے ان نام نہاد مسلمانوں کی زندگیوں کا انداز
یہ تھا کہ وہ پہلے ہی فاسق وفاجر اور اللہ ورسول ﷺ کے
باغیوں والی زندگیاں گزار رہے تھے ۔اللہ تعالیٰ نے کافروں
سے دوستی کرنے والوں کو بے ایمان اورکافر کہتے ہوئے یہ

---

39 مجموعۃ التوحید: 51,50

بھی فرق بیان نہیں کیا کہ ہاں اگر ان کافروں کے حملے کاکوئی خوف یا حالات کی نزاکت کاکوئی تقاضا ہو تو پھر کافروں سے دوستی جائز ومباح ہے۔اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو ہمارے اس دور کے مرتدین کی بھی مرتد ہونے سے پہلے یہی حالت تھی کہ وہ فاسق وفاجر اور اللہ و رسول ﷺکے باغیوں والی زندگیاں بسر کررہے تھے یہی طرز زندگی ان کو آہستہ آہستہ ،دھیرے دھیرے ،سہجے سہجے کافروں سے دوستی اور اسلام سے ارتداد کی انتہائی قبیح منزل کی طرف لے گیا۔‘‘

شیخ سلیمان بن عبداللہ ؒ مزیدفرماتے ہیں :
’’اِنَّہٗ یَجِبُ عَلَی الْمُسْلِمُ أَنْ یَّعْلَمَ أَنَّ اللہَ افْتَرَضَ عَلَیْہِ عَدَوَاۃَ الْمُشْرِکِیْنَ وَعَدمَ مُوَالَاتِھِمْ وَ أَخْبَرَ أَنَّ ذٰلِکَ مِنْ شُرُوْطِ الاِیْمَانِ ، وَ نَفَی الاِیْمَانَ عَنْ مَنْ یُّوَادُّ مَنْ حَادَاللہَ وَرَسُوْلَہٗ، وَلَو کَانَ أَقْرَبَ قَرِیْبٍ فِی النَّسَبِ[40]
’’ہربندۂ مسلم پر واجب اور لازم ہے کہ وہ اس بات کو جان لے کہ اللہ رب العالمین نے مشرکوں سے دشمنی اور بائیکاٹ کو فرض قرار دیا ہے۔یہ بات بھی بیان کردی ہے کہ کافروں اور مشرکوں سے دشمنی رکھنا اور دوستانہ تعلقات نہ رکھنا ایمان کی لازمی شرائط میں سے ایک بہت ہی اہم شرط ہے ۔اس کے ساتھ ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس شخص کے ایمان کی نفی کی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺسے دشمنی کرنے والے سے محبت قائم کرتا ہے اوریہ دشمنی کرنے والاخواہ کوئی بڑا ہی قریبی رشتے داراور عزیز ہی کیوں نہ ہو۔‘‘[41]

---

[40] مجموعۃ التوحید:51,50

[41] ’’معلوم ہوا کہ وہ لوگ جوکافروں سے دوستیاں کرتے ہیں اور ان سے دشمنی والے تعلقات پیدا نہیں کرتے وہ اللہ تعالیٰ کی کماحقہ عبادت نہیں کرتے اوروہ عبادت کے معاملے میں اللہ کے ساتھ شرک کاارتکاب کرتے ہیں ۔اس لیے کہ اگر وہ واقعتا اللہ تعالیٰ کی کماحقہ عبادت کرتے ہوتے تو اپنی پسندیدگی ،محبت اور تعاون کی یقین دہانیاں اللہ تعالیٰ کے دشمنوں اور دین اسلام کے دشمنوں کو ہرگز نہ کراتے ہوں اللہ کے دشمن اور دین اسلام کے دشمن خواہ کافر ہوں ،خواہ مشرک ہوں یا اسلام سے پھر جانے والے مرتد ہوں۔جب کوئی کلمہ شریف پڑھنے والا کافروں کے ہرمطالبے اور ڈیمانڈ کے سامنے خود کو سرنڈر کرتا جائے ،ان سے اظہار محبت کرتا رہے،کفر پر ان سے مکمل آہنگی پیدا کرتا جائے ،اپنے مال اسلحے اور رائے کے ساتھ وہ ان کافروں سے تعاون کرے ،کفر کی بنیادپر ہی وہ ان کافروں کے تمام تحفظات واقدامات کی تائید کرتا رہے ،مسلمانوں کے ساتھ اپنے تعلقات کو منقطع کرلے ،یاپھر کافروں کے ساتھ اس کے تعلقات اورمراسم انتہائی گہرے اورپختے ہوں ،اس کے مقابلے میں مسلمانوں کے ساتھ اس کے تعلق ومراسم واجبی سے اور سطحی سے ہوں خوب سمجھ لینا چاہیے جس شخص کا مذکورہ بالا کردار وعمل ہو وہ’’لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ‘‘کے مفہوم سے نکل گیا اور دین اسلام سے مرتد ہوچکا ہے ۔اس کا معاملہ عین کفر والا ہے ۔اس لیے کہ نظریہ وعمل ،قول وکردار،حکم وفعل کے اعتبار سے وہ

دلیل چہارم:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:
﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تُطِيعُوا فَرِيقًا مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ يَرُدُّوكُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كَافِرِينَ﴾(آل عمران:100)
’’اے ایمان والو!اگر تم اہل کتاب)یہود ونصاریٰ (کی کسی جماعت کی باتیں مانوگے تو وہ تمہارے ایمان لانے کے بعد تمہیں مرتد اورکافر بنادیں گے۔‘‘

’’تم اقرار کے باجووکافر ہوجاؤگے‘‘

شَيْخُ المُفَسِّرِيْن ابن جریر طبری ؒفرماتے ہیں ،اس آیت کریمہ کی تفسیر و تشریح یہ ہے کہ:
’’اے وہ لوگو!جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺکا سچے دل سے کلمہ پڑھا اور نبیﷺان کے پاس اللہ کی طرف سے جو شریعت لے کے آئے ،اس کا سچے دل سے اقرار کیا ،اگر تم اہل تورات اور اہل انجیل کی کسی ایسی جماعت کی اطاعت وپیروی کرنے لگ جاؤ جو خود کو کتاب)الٰہی (کی طرف منسوب کرتے ہیں ،تم اگر ان کی ہر اس معاملے میں پیروی کرنے جاؤ جو وہ تم سے کہتے جائیں تو لازماً وہ تم کو گمراہ کردیں گے اور تم کو اسلام سے پھیر کر مرتد بنادیں گے ،تم اپنے رب کی طرف سے لانے والے اورمبعوث کیے جانے والے رسول ﷺکی تصدیق کے باوجود اور اپنے پروردگار کی طرف سے آئی ہوئی شریعت کا اقرارکرنے کے باوجود کافر ہوجاؤگے۔‘‘[42]

دلیل پنجم:

اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں :

مشرکوں میں سے ہوچکا ہے۔گویالَااِلٰہَ اِلَّا اللُہکے تقاضوں کوہرگز پورا نہیں کیا ،کلمہ توحید جس چیز کی نفی کرتا ہے اس کی نفی کرنی اور جس چیز کو ثابت کرتا ہے اس کو ثابت کرنا چاہیے تھا۔جب اس شخص کا معاملہ بالکل برعکس ہے ،اس نے اس چیز کو عملاً ثابت کیا جس کی کلمۂ توحید ’’لَااِلٰہَ اِلَّا اللُہ‘‘نے نفی کی تھی اور اس چیز کی عملاً نفی کی جس چیز کو کلمہ توحید نے ثابت کیا تھا۔لہٰذا ایسا شخص اپنی زبان سے چاہے دسیوں مرتبہ لَااِلٰہَ اِلَّا اللہُ کااقرار کرتا رہے اس کے اقرار کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔اس لیے کہ سچی بات اور اقرار وہ ہوتا ہے کہ عمل وکردار اس کی تائید وحمایت کرے۔

[42] تفسیر الطبری:60/7 ، تفسیر القرطبی:155/4، تفسیر ابی سعود: 63/2

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تُطِيعُوا الَّذِينَ كَفَرُوا يَرُدُّوكُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوا خَاسِرِينَ ﴾(آل عمران:149)

’’اے ایمان والو!اگر تم کافروں کی باتیں مانوگے تو وہ تمہیں ایڑیوں کے بل پلٹادیں گے ،یعنی تمہیں عنقریب مرتد بنادیں گے تم پھر نامراد ہوجاؤگے‘‘

محبتِ اغیار محرومی ایمان پر منتج ہے:

شَيْخُ المُفَسِّرِيْن امام ابن جریر طبری مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں :

’’اے وہ لوگو!جو اللہ تعالیٰ کے تمام وعدوںکو ،اوامر اور نواہی کو سچا جانتے اور مانتے ہو!﴿اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾آیت کے اس حصے میں اللہ تعالیٰ نے ﴿الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾سے یہود ونصاریٰ کے لوگ مراد لیے ہیں جنھوں نے پیغمبرآخرالزمان ختم الرسل جناب محمد ﷺکی نبوت ورسالت کا انکار کیا ۔اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں :اگرتم ان یہودیوں اور عیسائیوں کی بات مانوگے ،یعنی جس بات کا وہ تمہیں حکم دیں تم فوراً بجالاؤ اور جس کام سے وہ تمہیں منع کردیں تم اس سے فوراً باز آجاؤ ،اس معاملے میں تم ان کی رائے اور ان کے خیال کو قبول کرنے کواپنے لیے اعزاز سمجھو اور ہر اس معاملے میں تم ان کی نصیحت کو قبول کرلو جس کے بارے میں وہ کافر ظاہر کرتے ہیں کہ وہ تمہارے خیر خواہ اور ہمدرد ہیں ،توپھر یہ طرز عمل اور اطاعت گزاری ایمان لانے کے بعد)یعنی کلمہ پڑھنے کے باوجود(تمہیں مرتد بنادے گی ،بلکہ مسلمان ہونے کے باوجود یہ اطاعت گزار تمہیں اللہ تعالیٰ،اس کی آیات اور اس کے رسول ﷺکے انکار پر برانگیختہ کردے گی۔بعدازاں اس کالازمی اور بدیہی نتیجہ یہ برآمد ہوگا کہ ﴿فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ﴾اپنے دین)یعنی اسلام (سے پھر جانے کی وجہ سے تم ہلاک اوربرباد ہوجانے والے ہوجاؤگے ،اپنے آپ کو گھاٹا اورنقصان پہنچابیٹھوگے ،اپنے دین سے بہک جاؤگے اورتمہادی دنیا بھی اور تمہاری آخرت بھی تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گی۔

● امام ابن جریر طبری ؒنے ابن اسحاق کی سند سے یہ روایت بیان کی ہے کہ ﴿فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْن﴾کامعنی یہ ہے کہ تم اپنے دین کے معاملے میں خسارا اٹھانے والے ہوجاؤگے۔

● اسی طرح امام ابن جریر طبریؒنے امام السُّدّی سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ﴿یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا إِنْ تُطِیعُوا الَّذِینَ کَفَرُوا یَرُدُّوکُمْ عَلَى أَعْقَابِکُمْ﴾سے مراد ہے کہ ’’اِنْ تُطِیْعُوْا أَبَا سُفْیَانَ یَرُدُّوْکُمْ کُفَّارًا‘‘) اگرتم نے ابوسفیان اور اس کے ماتحتوں اورحواریوں کی بات مان لی تو وہ ابوسفیان تم کو کافر بنادے گا۔‘[43] [44]

دلیل ششم:

اللہ رب العزت ارشادفرماتے ہیں :

﴿یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا لا تَتَّخِذُوا الْکَافِرِینَ أَوْلِیَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِینَ أَتُرِیدُونَ أَنْ تَجْعَلُوا لِلَّهِ عَلَیْکُمْ سُلْطَانًا مُبِینًا﴾ (النساء:144)

’’اے ایمان والو!مومنوںکو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ کیا تم یہ چاہتے ہوکہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی صاف حجت قائم کرلو‘‘

مومنوں کو چھوڑ کر ملت کفر کو تقویت نہ دو:

مذکورہ آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے امام طبری ؒبیان فرماتے ہیں :

’’اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے مومن بندوں کو ممانعت کی جارہی ہے کہ وہ اپنے اندر منافقین کے اوصاف واخلاق پیدا نہ کریں ،کیونکہ منافق مومنوں کی بجائے کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں ،پھر منافق بھی اللہ کے دشمنوں کے ساتھ دوستیاں رچانے کی بنیاد پر ان کافروں کی طرح ہی ہوجاتے ہیں ،اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں :’’اے ایمان لانے والو! کافروں سے دوستی نہ کرو ،مومنوں کو چھوڑ کر ان کافروں کو مضبوط نہ بناؤ ۔

---

[43] تفسیر الطبری:277,276/7

[44] چونکہ سیدنا بوسفیانؓپہلے پہل کفر کی زندگی میں تھے ،پھر اللہ تعالیٰ نے کفر کے اس بہت بڑے امام ،پیشوا اور لیڈر کو اسلام کی طرف آنے کی توفیق عطافرمادی۔الحمدلِلّٰہ پھر اللہ نے ان کے ہاتھوں دین کے غلبے میں بہت زیادہ کام بھی لیا ۔مذکورہ بیان ان کی حالتِ کفر کے پیش نظر اور کافروں کے بہت بڑے لیڈر ہونے کے حوالے سے دیاجارہاہے کہ ’’اگرتم ابوسفیان کی پیروی کروگے تو وہ تم کو بھی کافر بنادے گا‘‘

اگر کوئی کلمہ پڑھنے والامسلمان بھی یہ کرتوت اور حرکت کرے گا تومنافقوں کی طرح اس پر بھی جہنم کی آگ واجب ہوگی۔‘‘

اس کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ ڈانٹتے ڈپٹتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں :’’ایمان والوں میں سے جو شخص بھی کافروں کو اپنا دوست بنائے گا ،مومنوں کو نظر انداز کرے گا،اگرکافروں کے ساتھ گہری محبت پیدا کرنے سے باز بھی نہیں آتا تو یہ واقعتا اور حقیقتاًمنافقین میں سے ہی جاملتا ہے۔وہ منافقین جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی ﷺکو حکم دیا ہے کہ ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنادیں۔[45]

کفار سے دوستی منافقت کی واضح دلیل ہے:

مشہورمفسر علامہ آلوسی ؒمذکورہ آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں :

’’اللہ رب العزت نے منافقوں کا حال بیان کرنے کے بعد سچے ایمان والوں کو کافروں کے ساتھ دوستی کرنے سے منع فرمایا ہے۔اس لیے کہ کافروں سے دوستی کرنا منافقوں کا وطیرہ اور ان کے دین کاحصہ ہے۔ لہٰذا اے مسلمانو! تم ان کی مشابہت سے بچ جاؤ۔اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿أَتُرِيدُونَ أَنْ تَجْعَلُوا لِلَّهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا مُبِينًا﴾کامعنی ہے کہ عذاب کے اندر مبتلا کرنے کے لیے واضح دلیل اپنے خلاف اللہ تعالیٰ کو فراہم کرنے کا ارادہ رکھتے ہو۔اللہ تعالیٰ کے اس فرمان﴿أَتُرِيدُونَ أَنْ تَجْعَلُوا لِلَّهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا مُبِينًا﴾کی ایک تفسیرو تشریح یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ :’’کیا تم اللہ تبارک وتعالیٰ کو اپنے منافق ہونے کی واضح دلیل مہیا کرنا چاہتے ہو‘‘اس لئے کہ کافروں سے دوستی رچانا منافقت کی واضح ترین دلائل میں سے ہے۔‘‘[46]

دلیل ہفتم :

اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں :

---

[45] تفسیر الطبری:29/36

[46] ملاحظہ ہو روح المعانی للآلوسی:15/77، فتح القدیر للشوکانی:529/1، تفسیر ابی سعود: 246/2

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الإِيمَانِ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ (التوبۃ:23)

’’اے ایمان والو!اپنے باپو ں کو اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ کفر کو ایمان سے زیادہ عزیز رکھیں ۔تم میں سے جو بھی ان سے محبت رکھے گا وہ پورا گنہگار)ظالم(ہوگا‘‘

مذکورہ بالا آیت کے بارے میں اما م قرطبی ؒکی تفسیر:

علامہ قرطبی ؒمذکورہ آ یت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں :

’’اس آیت کا ظاہری حکم اور معنی تویہی معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کریمہ میں تمام مومنوں کو مخاطب کیا گیا ہے اس آیت کا حکم قیامت تک کے لیے باقی ہے)یعنی منسوخ نہیں ہوا(قیامت تک کے لیے یہ حکم ہے کہ مومنوں اور کافروں کے درمیان محبت ودوستی ہرگز جائز نہیں ہے۔

علامہ قرطبی ؒتویہاں تک فرماتے ہیں:

’’قرآن مجید کی مذکورہ آیت کے آخری حصے ﴿وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ کے بارے میں مفسر قرآن سیدنا عبداللہ بن عباس ؓفرماتے ہیں کہ اس کا کیا مطلب ہے:

هُوَ مُشْرِكٌ مِثْلُهُمْ ، لِأَنَّ مَنْ رَضِىَ بِالشِّرْكِ فَهُوَ مُشْرِكٌ[47]

’’جوکسی کافر ومشرک سے دوستی کرے گا وہ ان کی طرح کا ہی مشرک ہوگا ،اس لیے کہ جو شرک کو پسند کرتا ہے وہ بھی مشرک ہوتا ہے۔‘‘

دلیل ثانی میں جو بات گزری تھی کہ بعض لوگوں نے غلطی کی بناءپر یہ سمجھا ہے کہ ’’کوئی نام نہاد مسلمان اس وقت کافر ہوگا جب وہ دل سے کافروں کے دین ومذہب کو پسند کرنے لگ جائے اگر کوئی شخص کسی مسلمان کے خلاف کسی کافر کی مددومعاونت کرتا ہے اور کافروں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف لڑائی کرتا ہے تو

47 تفسیر القربی:93/8-94، تفسیر فتح القدیر للشوکانی:529/1 ، تفسیر أبی سعود:246/2

وہ کافرنہیں ہوگاجب تک دل سے اس کافر کے دین کو پسند نہ کرے؟۔

امام طبری ؒکے حوالے سے پیش کردہ اس کلام اور گفتگوکی مزید کچھ وضاحت سیدنا عبداللہ بن عباس ؓکے پیش کردہ سابقہ کلام سے بھی ہورہی ہے ۔اس لیے کہ سیدناعبداللہ بن عباسؓکے کلام سے واضح ہوتا ہے کہ یہ سمجھنا مبنی برخطا ہے کہ کافروں سے دوستی کرنے والے کسی شخص کو کافر قرار دینے کے لیے ’’رضائے قلبی‘‘)دلی خوشنودی(کی شرط عائد کی جائے ۔بلکہ سیدنا عبداللہ بن عباس ؓکے مذکورہ بالا قول سے واضح ہوتا ہے کہ ان کے موقف کے مطابق بھی مسئلہ یوں ہی ہے کہ جوکسی کافر کے ساتھ دوستانہ مراسم قائم کرے گا تو وہ اسی کی طرح کافر ہوا۔کسی کافر سے دوستی کے ظاہری مراسم ہی اس کے دل کے اندر کی رضاورغبت کی دلیل سمجھے جائیں گے ۔‘‘

اقربا کی رضاکو بھی اللہ کی خوشنودی پر ترجیح دیناناجائز ہے:

فضیلۃ الشیخ سلیمان بن عبداللہ)آل شیخ(مذکورہ بالا آیت کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں :

’’ فَفِی ہٰذِہٖ الْآیَۃِ الْبَیَانُ الْوَاضِحُ أَنَّہٗ لَا عُذْرَ لِأَحَدٍ فِی الْمُوَافَقَۃِ عَلَی الْکُفْرِ خَوْفًا عَلَی الْأَمْوَالِ وَالْآبَاءِ وَالْأَبْنَاءِ وَ الْأَزْوَاجِ ، مِمَّا یَعْتَذِرُ بِہٖ کَثِیْرٌ مِنَ النَّاسِ اِذَا لَمْ یُرَخص لِأَحَدٍ فِی مُوَدَّتِہِمْ وَ اتِّخَاذِہِمْ أَوْلِیَاءَ خَوْفًا مِنْہُمْ وَ اِیْثَارًا لِمَرْضَاتِہِمْ ، فَکَیْفَ بِمَنِ اتَّخَذَ الْأَبَاعِدَ أَوْلِیَاءَ وَ أَصْحَابَ وَأَظْہَرَ لَہُمُ الْمُوَافِقَ عَلٰی دِیْنِہِمْ خَوْفًا عَلٰی بَعْضِ ہٰذِہِ الْأُمُوْرِ وَ مَحَبَّۃً لَہَا ، وَمِنَ الْعَجَبِ اِسْتِحْسَانُہُمْ لِذٰلِکَ وَاسْتِحلَالُہُمْ لَہٗ فَجَمَعُوْا مَعَ الرِّدَّۃِ اسْتِحْلَالَ الْمُحَرَّمِ ‘‘[48]

’’اس آیت کریمہ میں اس بات کا واضح بیان موجود ہے کہ کسی بھی فرد وبشر کے لیے جائز ومباح نہیں ہے کہ وہ کافروں کی موافقت اورمطابقت اختیار کرے ۔کسی شخص کو اگرچہ اپنے مال ودولت ،آباء اجداد اور اہل و عیال کے ضائع ہونے اور بچھڑ جانے کا اندیشہ بھی دامن گیر ہوتو پھر بھی کافروں کی ہاں میں ہاں ملانا جائز نہیں ۔باوجود اس

48 الرسالۃ الحادیۃ عشرۃ من مجموعۃ التوحید:۳۵۲

حقیقت کہ کہ ان معاملات میں انسانوں کی اکثریت بے بس اور معذور ہوجاتی ہے ،جب اللہ رب العزت نے ان جیسے قریبی رشتے داروں سے ان کے کافر ہونے کی صورت میں محبت ودوستی کرنے کی رخصت واجازت مرحمت نہیں فرمائی ،اپنے ان کاکافر قریبی اور نسبی اعزہ واقارب کی خوشنودی اور رضاء کو اللہ کی رضاء اور خوشنودی پرفوقیت دینے کی اجازت نہیں دی،تو دور دور کے تعلقات اور مراسم والوں کو دوست اور ساتھی بنانے کی اجازت کیسے ہوسکتی ہے ؟دور دور کے رشتے داروں اور تعلق داروں میں سے بعض کے کھوجانے اور بچھڑ جانے کے خوف کی وجہ سے ان کے کفریہ عقائد ونظریات کے ساتھ موافقت اور محبت کس طرح جائز ہوسکتی ہے ؟انتہائی تعجب انگیز اور حیران کن معاملہ ان لوگوںکا ہے جو ان کافروں کے پروگراموں ،کاروائیوں ، ایجنڈوں کے لیے جائز اور حلال ہونے کی سند بھی عطاکردیتے ہیں ،اس طرح گویا دہرے جرم کا ارتکاب کر گزرتے ہیں ،ایک جرم ان کے مرتد ہونے کا اور دوسرا جرم اللہ کی طرف سے ایک حرام کردہ چیز کو حلال قرار دینے کا۔‘‘

آپ کہاں کھڑے ہیں ؟:

فضیلۃ الشیخ عبدالرحمن بن حسن)آل شیخ(بیان فرماتے ہیں :

’’ اَلْأَمْرُ الثَّالِثْ مِنْ نَوَاقِضِ الإِسْلَامِ مُوَالَاۃُ الْمُشْرِکْ وَالرَّکُونُ اِلَیْہِ وَ نُصْرَتُہٗ ، وَاِعَانَتُہٗ بِالْیَدِ أَوِ اللِّسَانِ أَوْ بِالْمَالِ ، کَمَا قَالَ تَعَالٰی: ﴿فَلَا تَکُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكَافِرِيْنَ ﴾ وَ قَالَ تَعَالٰی: ﴿رَبِّ بِمَا أَنْعَمْتَ عَلَیَّ فَلَنْ أَکُوْنَ ظَهِیْرًا لِلْمُجْرِمِیْنَ﴾ وَ قَالَ تَعَالٰی : ﴿وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِنْکُمْ فَأُولٰئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ وَ هٰذَا خِطَابُ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ هٰذِہِ الْأُمَّۃِ ، فَانْظُرْ أَیُّهَا السَّامِعُ اَیْنَ تَقَعَ و مِنْ هٰذَا الْخِطَابِ وَ حُکْمِ هٰذِہِ الآیَتِ ‘‘ [49]

’’کسی مسلمان کے اسلام کو ختم کرنے والی اور دین اسلام سے خارج کرنے والی تیسری چیز ’’کسی مشرک سے دوستی کرنا ،کسی مشرک کی طرف مائل ہونا،کسی مشرک کی مددکرنا اور کسی مشرک کا اپنے ہاتھ ،زبان یا مال کے ساتھ

[49] المورد العذب الزلال فی کشف شبہ أہل الضلال:291

تعاون کرنا‘‘۔اللہ تعالیٰ سورۃ القصص کی آیت :۶۸ میں
ارشاد فرماتے ہیں :’’آپ کو ہرگز کافروں کا مددگارنہیں
ہونا چاہیے ‘‘اسی طرح سورۃ القصص کی آیت :۱۷میں
موسیٰ ؑکے بار ے میں ارشاد فرمایا کہ انھوں نے اپنے اللہ
سے یہ وعدہ کیا تھا:[50]’’)موسیٰ ؑفرمانے لگے :اے میرے رب !
جیسے تو نے مجھ پر یہ کرم کیا فرمایا ہے کہ) میرا جرم
معاف کردیا ہے(میں اب کبھی کسی گنہگاراور مجرم کا
مددگار نہ بنوں گا۔اس سے ملتی جلتی بات ہی اللہ تعالیٰ
نے سورۃ التوبہ کی اس زیر تفسیر آیت:۲۳کے آخری حصہ
میں ارشاد فرمائی ہے:’’اور تم میں سے جو بھی ان کافروں
سے محبت کرے گا وہ پوراپورا گنہگار ہوگا ‘‘اس آیت کریمہ
میں اللہ رب العزت کی طرف سے امت محمدیہ کے تمام
مومنوں سے خطاب کیا گیا ہے کہ اس کے بعد ہر پڑھنے والا
اور سننے والا اپنے اپنے گریبان میں نظر ڈال کر جائزہ لے کہ
میں کہاں کھڑا ہوں؟کتنے پانی میں ہوں ،ان آیات قرآنیہ کے
حوالے سے میرا کیا حال اور معاملہ ہے ؟) شیخ عبدالرحمن بن
حسن ؒکے اقتباس کا ترجمہ یہاں مکمل ہوا (

دلیل ہشتم:

اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں :
﴿وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ إِنَّكُمْ إِذًا مِثْلُهُمْ إِنَّ اللہجَامِعُ الْمُنَافِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا﴾(النساء:140)
’’اور اللہ تعالیٰ تمہارے پاس اپنی کتاب میں یہ حکم اتارچکا ہے کہ تم جب کسی مجلس والوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے اور مذاق اڑاتے ہوئے سنو تو اس مجمع میں ان کے ساتھ نہ بیٹھو۔جب تک کہ وہ اس کے علاوہ اور باتیں نہ کرنے لگیں ۔)ورنہ(تم بھی اس وقت انہیں جیسے

[50] سورۃ القصص میں اللہ رب العزت نے موسیٰؑکا واقعہ بڑی تفصیل اور وضاحت سے بیان فرمایا ہے موسیٰؑنے مصر کے اندر دوآدمیوں کو باہم لڑتے جھگڑتے دیکھا ،ان میں ایک قبطی یعنی فرعون کے خاندان سے تھا اور دوسرا بنی اسرائیل سے رکھتا تھا ،بنی اسرائیل کے فرد نے موسیٰؑکو مدد کے لیے آواز دی ،موسیٰؑنے ان دونوں کے پاس جاکر اس قبطی کوایک گھونسا دے مارا ، وہ وہیں ڈھیر ہوگیا ،موسیٰؑنے اللہ تعالیٰ سے فوراً اس جرم کی معافی طلب کی کہ یہ جو میرے ہاتھوں ’’قتل خطا‘‘کا جرم سرزد ہوا ہے،یااللہ !اس کو معاف کردے، اللہ تعالیٰ نے معاف کردیا،اپنے اس جرم کی معافی کے بعد آئندہ کے لیے اللہ تعالیٰ سے ایک وعدہ وعہد کرتے ہیں ،اللہ تعالیٰ نے موسیٰ ؑکے اس وعدہ کا تذکرہ سورۃ القصص کی مذکورہ بالاآیت :۱۷میں فرمایا ہے۔

ہوگے۔ یقینا اللہ تعالیٰ تمام کافروں اور سب منافقوں کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے۔ ‘‘

آیات کے استہزاء پر چپ رہنا بھی جرم ہے:

شَیْخُ الْمُفَسِّرِیْن امام ابن جریر طبری ؒمذکورہ آیت کے حوالے سے رقمطراز ہیں :

’’اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿إِنَّكُمْ إِذًا مِثْلُهُمْ﴾کامعنی یہ ہے کہ اگر تم ایسے لوگوں کے ساتھ مجلس اختیار کرو جو اللہ تعالیٰ کے قرآن کی آیات کا انکارکررہے ہوں،قرآن کی آیات وتعلیمات کا مذاق اڑارہے ہوں اور تم وہاں تماشائی بن کر بیٹھے رہو تو پھر تم بھی ان کی طرح ہی ہو ،مطلب یہ ہے کہ جب تم اس حالت میں بھی ان کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہو،وہاں سے اٹھ کر جانہیں رہے، حالانکہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار واستہزاء کررہے ہیں تو پھر ان کے اس فعل وعمل میں تم اور وہ برابر ہیں ،برابر اس لیے کہ وہاں اللہ کی آیتوں کا انکار ہورہا تھا اور مذاق اڑایا جارہا تھا اور تم وہاں بیٹھنے کی وجہ سے اللہ کی نافرمانی کا ارتکاب کررہے تھے ،جب کہ وہ کافر اللہ کے قرآن کی آیات وہدایات کا انکار کرکے اور مذاق اڑا کر اللہ کی نافرمانی کا ارتکاب کررہے تھے ۔ لہٰذا تم نے بھی ویسی ہی نافرمانی کا ارتکاب کیا جیسی نافرمانی کا ارتکاب انہوں نے کیا،اس وجہ سے اللہ کے منع کردہ حکم کو بجالانے میں برابرٹھہرے۔‘‘[51] (امام طبری ؒکے اقتباس کا ترجمہ یہاں مکمل ہوا)

خاموشی بھی تائید ہے:

حافظ ابن کثیر ؒمذکورہ آیت کے حوالے سے یوں تفسیر بیان کرتے ہیں :

’’جب تم نے اللہ تعالیٰ کے منع کیے ہوئے حکم کاارتکاب کیا ، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا وہ حکم تم تک پہنچ چکا تھا ،منع کیے ہوئے حکم کا ارتکاب یوں کیا کہ تم ان کافروں کے ساتھ ایسی جگہ بیٹھے رہے جہاں اللہ تعالیٰ کی آیتونکاانکار ہورہا تھا اور ا س کے قرآن کی آیتوں کا مذاق اڑایا جارہا تھا ، قرآن کے احکامات میں کیڑے نکالے جارہے تھے ،ان کی

[51] تفسیر الطبری:9/320,322

اہمیت ومرتبہ کو گھٹایا جارہا تھا تم وہاں بیٹھے ان باتوں کی تصدیق وتائید کرتے رہے توگویا تم ان کے جرم میں برابر کے شریک تھے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس آیت میں ارشادفرماتے ہیں :﴿إِنَّكُمْ إِذًا مِثْلُهُمْ﴾’’یعنی تم اس وقت ان کی طرح ہی ہوتے ہو‘‘

مذکورہ آیت کی تفسیر ہی میں حافظ ابن کثیر ؒمزید ارشاد فرماتے ہیں :

’’اللہ تعالیٰ نے سورہ النساء کی آیت :۱۴۰ کے آخری حصہ میں جو یہ ارشاد فرمایاکہ ﴿إِنَّ اللہَجَامِعُ الْمُنَافِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا﴾’’اللہ تعالیٰ منافقوں اور کافروں کو جہنم کی آگ میں جمع کرنے والا ہے‘‘یعنی جس طرح دنیا کے اندر منافق کافروں کے ساتھ مجالس میں شریک ہوتے تھے ،اسی طرح اللہ تعالیٰ اب ان منافقوں کو جہنم کے ازلی وابدی عذاب کے اندر بھی کافروں کے ساتھ شریک کرے گا ،اس طرح اللہ تعالیٰ منافقوں اورکافروں کو جہنم جیسی سزا گاہ میں اکھٹا کرے گا ۔لہٰذا سزا سہنے میں ،عذاب الٰہی کے اندر مبتلا ہونے میں ،قید وبند کی سزا برداشت کرنے میں ،طوق اور بیڑیاں پہننے میں ،گرم کھولتے ہوئے پانی کے پینے میں اورکچ لہو اور پیپ کے پینے میں سب منافق اور کافر اکھٹے ہوں گے یہ گندی پیپ اور کچ لہو بڑا ہی بدشکل اوربدمزا ہوگا ،جہنم کا یہ پانی صاف ستھرانہیں ہوگا ۔(حافظ ابن کثیر ؒکے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا) [52]

کفر کو پسند کرنا بھی کفر ہے:

’’علامہ قرطبی ؒمذکورہ آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں :

’’مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان تمام لوگوں کو خطاب کیا جارہا ہے جو ایمان کا دعوٰی اوراظہارکرتے ہیں ،خواہ وہ مخلص مسلمان ہوں یا منافق اس لیے کہ جو بھی ایمان کا دعوٰی اور اظہار کرنے والا ہے اس پر لازم ہے کہ وہ کتاب اللہ کے احکامات کی بجاآوری کرے ،

52 تفسیر ابن کثیر:۱/۵۶۶،۵۶۷- مطبوعہ دار المعرفہ - بیروت

منافقوں کی یہ عام عادت تھی کہ وہ یہودیوں کے بڑے بڑے علماء کی مجلسوں میں بیٹھا کرتے تھے ۔اپنی مجلس میں یہودی علماء قرآن کی آیات کا مذاق اڑاتے تھے۔تو اس تناظر میں اللہ رب العزت نے اس آیت میں ارشاد فرمایا:﴿إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللِ يُكْفَرُ بِهَا﴾)''یعنی جب تم اللہ کی آیات کے ساتھ ہونے والے انکار اور استہزاء کو سنو۔''(اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سننے کا تعلق ڈائریکٹ آیات کے ساتھ جوڑا ہے ''کہ جب تم سنو اللہ کی آیات کو .''جبکہ اس سے مراد ہے کہ جب تم اللہ کی آیات کے ساتھ ہوتے ہوئے انکار اور استہزاء کو سنو۔یہ انداز کلام زیاد موثر اور جاندار ہے۔اس کی مثال یوں سمجھ لیں کہ جیسے عربی زبان میں یہ جملہ کہا جاتا ہے :''سَمِعْتُ عَبْدَاللہِ يُلَامُ''اس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے عبداللہ کے بارے میں ہونے والی ملامت کو سنا ۔یہ معنی نہیں کہ میں نے عبداللہ کو سنا۔نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:﴿فَلا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ﴾اس کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ آیات الٰہی کے ساتھ کفرواستہزاء کررہے ہوں توان کے ساتھ نہ بیٹھو۔یہاں تک کہ وہ اس کفر واستہزاء کے علاوہ کوئی اور بات شروع کریں ۔اس کام کا نتیجہ بیان فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں : ﴿إِنَّكُمْ إِذًا مِثْلُهُمْ﴾بلاشبہ اس وقت تم ان کی طرح ہوجاؤگے۔''

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ گنہگاروں اور بدکرداروں سے اجتناب اور پہلو تہی واجب ہے ۔خاص طور پر اس وقت جب وہ کسی گناہ کا ارتکاب کررہے ہوں ۔اس لیے کہ جوایسی مجلس اور ایسے لوگوں سے پہلو تہی اختیار نہیں کرے گا وہ ان کے عمل کوپسند کرنے والا شمار ہوگا۔یہ اسلام کا اصول ہے کہ ''الرِّضَاءُ بِالْكُفْرِ كُفْرٌ''یعنی کفر کو پسند کرنا بھی کفر ہے ۔یہ اصول اس آیت کریمہ سے بھی معلوم ہورہا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :﴿إِنَّكُمْ إِذًا مِثْلُهُمْ﴾''اس وقت تم ان کی طرح ہی شمار کیے جاؤگے ۔''لہٰذا ہر وہ شخص جو کسی نافرمانی والی مجلس کو اختیار کرتا ہے ۔وہاں بیٹھ کر وہ ان لوگوں کے ساتھ برے عمل پر کوئی تنقید اور ملامت نہیں کرتا تو وہ گناہ میں برابر کا حصہ دار ہوتا ہے ۔کسی بری مجلس میں اہل معاصی کے

ساتھ بیٹھنے والے کے لیے یہی مناسب تھا کہ جب وہ کوئی نافرمانی کی بات کررہے تھے تو ان کو منع کرتا اور اس بری بات سے روکتا ۔اگران کو روکنے اورمنع کرنے کی طاقت اس کے پاس نہیں تھی تو وہاں سے فوراً اٹھ کر نکل آتا ۔تاکہ وہ اس آیت میں بیان ہونے والے ایک جیسے دوطبقوں میں شمار نہ ہوتا۔‘‘

جناب عمر بن عبدالعزیزکا پر مزاح تبصرہ:

’’مشہور اموی خلیفہ جناب عمر بن عبدالعزیز ؒکے حوالے سے مروی ہے کہ :انہوں نے اپنی انتظامیہ کے ذریعے اچانک چھاپہ مارکر رنگے ہاتھوں چند لوگوں کو گرفتار کیا جو شراب پینے والے تھے ۔ان میں سے ایک شخص کے متعلق پتہ چلا کہ یہ تو روزہ دار(صائم)تھا۔اس موقع پر جناب عمر بن عبدالعزیزؒکی ادب ومزاح کی حس بیدار ہوئی ،فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں :﴿إِنَّكُمْ إِذًا مِثْلُهُمْ﴾’’تم اس وقت ویسے ہی سمجھے جاؤگے جیسے وہاں دیگر افراد سمجھے جائیں گے ۔‘‘

اسی آیت سے یہ بھی معلوم ہواکہ نافرمانی کو پسند کرنا بھی نافرمانی ہے ۔یہی وجہ ہے کہ جب کوئی برے کام کا ارتکاب کرنے والا قابل گرفت اور قابل مؤاخذہ ہوگا تو برے کام کو پسند کرنے والا بھی قابل گرفت ہوگا۔دونوں کو گناہ کی ایک جیسی سزا اللہ کی طرف سے دی جائے گی ۔یہاں تک کہ وہ سب کے سب ہلاک کردیے جاتے ہیں ۔یہ مماثلت اور موافقت اگرچہ تمام صفات واجزاء میں نہیں ہوتی لیکن صرف ظاہری طور پر کچھ میل جول اور ساتھ دینے کی وجہ سے بھی یہ مماثلت اور موافقت قائم ہوسکتی ہے ۔جیسے کسی شاعر کے کلام کا ایک مصرعہ ہے:

فَكُلُّ قَرِيْنٍ بِالمُقَارَنَ يقْتَدِى

’’ہر دوست اپنے دوست کی پیروی اور اقتداء کرتا ہے۔‘‘[53]

مذکورہ بالابحث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اہل معاصی (بدکرداروں اور گنہگاروں سے پہلو تہی اور علیحدگی اختیار کرنا

[53] ہمارے ہاں اردو زبان میں یہ مثل مشہور ہے کہ ’’خربوزے سے خربوزے رنگ پکڑتاہے۔‘‘

واجب اور ضروری ہے تو پھر اہل بدعت و شرک سے اور خواہشات نفس کے پیروکاروں سے اجتناب تو اس سے بھی کہیں زیادہ ضروری واجب ہے۔‘‘[54] (امام قرطبی کے اقتباس کا ترجمہ یہاں مکمل ہوا)

کفر وارتداد کے دودرجے :ادنیٰ اور اعلیٰ:

یہاں یہ قابل غور ہے کہ جب اللہ رب العزت نے ایسے شخص کو کافروں کی طرح کافر شمار کیا ہے جو کافروں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے جواللہ کی آیات کا انکار کرتے اور اللہ کی آیات کا مذاق اڑاتے ہیں ۔اللہ تعالیٰ نے کافروں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے والے ،مجلس اور صحبت اختیار کرنے والے شخص کے بارے میں فرمایا ہے کہ اس کا وہی حکم اورمعاملہ ہے جوان کافروں کا ہے ۔قیامت کے دن یہ ایک جگہ جمع کیے جائیں گے جب اس شخص کامعاملہ یہ ہے تواس شخص کا کیا معاملہ ہوگا جو قدرت واختیار سے ، دل کی رضا اور چاہت سے ایسے لوگوں کی طرف کشاں کشاں ،فرحاں فرحاں اور کھنچا کھنچا جاتا ہے جو اللہ کی آیتوں کا انکار بھی کرتے ہیں اور ان کا مذاق بھی اڑاتے ہیں پھر یہ ان کافروں کے ساتھ مل کر ان کے پروگراموں ،ایجنڈوں اورمفادات کی تکمیل میں مسلمانوں کو طرح طرح کی آزمائشوں اور فتنوں میں مبتلا کرتے ہیں ۔مسلمانوں کے برحق اور سچے دین ’’دین اسلام ‘‘کے راستے میں رکاوٹیں اور دیواریں بھی حائل کرتے ہیں ،مسلمانوں کی عزتوں ،ناموسوں اور حرمتوں کو پامال کرتے ہیں ۔مسلمانوں کو ان کے رب کے راستے سے روکنے کے لیے تمام تر اقدامات کرتے ہیں ،اللہ تعالیٰ کے دین کو ،اس کی شریعت کو اور زمین پر نازل ہونے والے اللہ کے احکامات کو ختم کرنے کے لیے دن رات کوشاں ہیں ۔اپنے خودساختہ (self-made) اورکافرانہ قوانین کو اللہ رب العزت کی کی شریعت کی جگہ نافذ کرنے کے درپے ہیں ۔یہ سب کچھ وہ اپنے ان آقاؤں اورلیڈروں کی خوشنودی اورایماء پر کرتے ہیں جو ان کو امریکی پارلیمنٹ کی جماعت’’کانگریس‘‘یا برطانوی پارلیمنٹ کی جماعت ’’مجلس عموم‘‘یاروسی پارلیمنٹ کی حکمران جماعت ’’کرملین‘‘کی طرف سے موصول اور صادر ہوتے ہیں ۔

موجودہ حالات میں علماء کی اصل ذمہ داری:

[54] تفسیر القرطبی:417/5-418

یہ بات بلا خوف وتردید کہی جاسکتی ہے کہ ایسے لوگ کفر میں کہیں زیادہ بڑھے ہوئے ہیں بہ نسبت ان لوگوں کے جن کا تذکرہ اللہ رب العالمین نے سورہ النساء کی زیر تفسیر آیت:۱۴۰ میں فرمایا ہے۔ ان لوگوں کا یہ عذر بھی بے فائدہ اور لایعنی ہوگا کہ ہم نے یہ سب کچھ کافروں کی قوت اورطاقت کے خوف سے اور ان کے مکر اور ان کی چال سے بچنے کےلیے کیاہے ،اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بھی عذر کو قابل التفات اور قابل قبول نہیں سمجھاہےسوائے اس شخص کے جو انتہائی درجہ کی مجبوری ،بے بسی اور ناچاری میں ہو،جس مجبوری،ناچاری اورجبر واکراہ کی وضاحت اہل علم کے مستند کلام کے حوالہ سے اسی مسئلہ کی ''دلیل اوّل ''میں گزرچکی ہے ۔کسی شخص کو یہ بات زیب نہیں دیتی ہے کہ وہ ان کافروں اور ان کافروں کے اقدامات کادفاع کرتا پھرے ،خاص طور پر ایسے شخص کو تو بالکل زیب نہیں جو اہل علم میں شمار ہوتا ہے ،جسے قرآن وسنت اور شریعت الٰہی کے علم سے بہرہ ور اور نورسے منور تصور کیا جاتا ہے۔

درحقیقت یہی علماء لوگوں کے اصل قائد ،لیڈر اور سیاستدان ہونے کے حقدار ہیں ،اہل علم حضرات پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ان کافروں کو اور ان کی مکروہ سازشوں کو بے نقاب کریں ،ان کے ایجنڈوں اور درپردہ گھناؤنی چالوں کو عوام الناس کے سامنے واضح کریں ،لوگوں کو جہاد کے میدانوں کی طرف رہنمائی کریں اور انہیں جہاد فی سبیل اللہ کی طرف کھینچ کھینچ کر لے کر آئیں ۔

علماء کرام اور مذہبی قائدین جب تک یہ کارخیر اور اپنی اصل ذمہ داری ادا نہیں کریں گے اس وقت تک نہ تو صحیح معنوں میں قیادت وسیادت کے حق دار ہیں اور نہ یہ لوگوں کے درمیان سربرآوردہ شخصیات ہی بن سکتے ہیں اور نہ ہی اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اچھی تعریف اور خوشنودی کے حق دار ہی قرار پاسکتے ہیں ۔

دلیل نہم :

اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں :

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللِّٰ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّ
وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ
أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ

جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللہُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْہُ أُولَئِكَ حِزْبُ اللِ أَلا إِنَّ حِزْبَ اللِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔ (المجادلۃ:22)

’’اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کو آپ اللہ اور اس کے رسول ﷺکی مخالفت کرنے والوں سے محبت رکھتے ہوئے ہرگز نہ پائیں گے ،گو وہ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یاان کے بھائی یا ان کے قبیلے کے)عزیز(ہی کیوں نہ ہوں۔یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان لکھ دیا ہے،جن کی تائید اپنی روح)یعنی خاص نصرت اور نور ایمان(سے کی ہے ،اورجنھیں ان جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جہاں یہ ہمیشہ رہیں گے ،اللہ ان سے راضی ہے اور یہ اللہ سے خوش ہیں ،یہ اللہ کی جماعت)پارٹی اور گروہ(ہے آگاہ رہو! بلاشبہ اللہ کی جماعت والے ہی کامیاب لوگ ہیں ‘‘

حبِّ کفار سے معمور دل محبت الٰہی سے دور ہوتا ہے:

مذکورہ آیت کی تفسیر وتشریح کرتے ہوئے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ ؒبیان کرتے ہیں :

فَأَخْبَرَ أَنَّکَ لَا تَجِدُ مُؤْمِنًا يُوَادُّ الْمُحَادِّيْنَ لِلّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ ، فَاِنَّ نَفْسَ الاِيْمَانِ يُنَافِيْ أَحَدُ الضِّدَّيْنِ الْآخِرَ، فَاِذَا وُجِدَ الاِيْمَانُ انْتَفَى ضِدُّہٗ وَ هُوَ مُوَالَاۃُ أَعْدَاءِ اللہِ ، فَاِذَا كَانَ الرَّجُلُ يُوَالِی أَعْدَاء اللہِ بِقَلْبِہٖ كَانَ ذٰلِکَ دَلِيلًا عَلٰی أَنَّ قَلْبَہٗ لَيْسَ فِيْہِ الاِيْمَانُ الوَاجِبُ ۔ وَ مِثْلُہٗ قَوْلُہٗ تَعَالٰی فِی الْآيَۃِ الْأُخْرٰی : ﴿ تَرٰی كَثِيْرًا مِّنْہُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَہُمْ اَنْفُسُہُمْ اَنْ سَخِطَ اللہُ عَلَيْہِمْ وَ فِی الْعَذَابِ ہُمْ خٰلِدُوْنَ وَ لَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللہِ وَ النَّبِیِّ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْہِ مَا اتَّخَذُوْہُمْ اَوْلِيَآءَ وَّلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْہُمْ فٰسِقُوْنَ ﴾)المائدۃ:٥=٨٠،١٨(فَذَكَرَ جُمْلَۃً شَرْطِيَّۃً تَقْتَضِی أَنَّہٗ اِذَا وُجِدَ الشَّرْطِ انْتِفَاءَ الْمَشْرُوْطُ بِحَرْفِ ﴿لَوْ﴾ الَّتِیْ تَقْتَضِیْ مَعَ انْتِفَاءِ الشَّرْطِ انْتِفَاءَ الْمَشْرُوْط ، فَقَالَ:﴿وَ لَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللہِ وَ النَّبِیِّ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْہِ مَا اتَّخَذُوْہُمْ اَوْلِيَآءَ وَّلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْہُمْ فٰسِقُوْنَ﴾ فَدَلَّ عَلٰی أَنَّ الْاِيْمَانَ الْمَذْكُوْرَ يَنْفِیْ اتِّخَاذَهُمْ أَوْلِيَاءَ وَ يُضَادُّہٗ وَ لَا يَجْتَمِعُ الاِيْمَانُ وَ اتِّخَاذُهُمْ أَوْلِيَاءَ فِی الْقَلْبِ ، وَدَلَّ ذٰلِکَ أَنَّ مَنِ

اتَّخَذُوهُمْ أَوْلِيَاءَ مَا فَعَلَ الإِيْمَانَ الْوَاجِبَ مِنَ الإِيْمَانِ بِاللہِ وَالنَّبِيِّ وَمَا أُنْزِلَ اِلَيْهِ'' [55]

''اللہ تعالیٰ نے یہ بات بتائی ہے کہ آپ کوئی ایسا بندۂ مومن نہیں پائیں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے مخالفین سے محبت کرتا ہو،اس لیے کہ ایک بندۂ مومن کا حقیقی ایمان اللہ اور اس کے رسول ﷺکے کسی مخالف)کافر ومشرک(سے محبت ومودّت کی نفی کرتا ہے ،جس طرح دومتضاد چیزیں ایک دوسرے کی وجود کی نفی کرتی ہیں ۔)جہاں پانی ہوتا ہے وہاں آگ نہیں ہوتی ،جہاں عروج ہوتا ہے وہاں پستی نہیں ہوتی،کیونکہ یہ چیزیں ایک دوسرے کی متضاد اور مقابل ہیں ۔(اس مسلم حقیقت سے معلوم ہوا کہ جس کسی بندۂ مومن کے دل میں ایمان ہوگا،تو پھر اس دل میں اللہ اور اس کے رسول ﷺکے دشمنوں سے محبت نہیں ہوسکتی ،علیٰ ہذاالقیاس جب کوئی شخص اللہ تبارک وتعالیٰ کے دشمنوں سے محبت کی پینگیں بڑھاتا ہوگا تو اس کا یہ عمل خود بخود اس بات کی دلیل ہوگاکہ اس کا دل اس حقیقی ایمان سے خالی ہے جو ایمان اللہ رب العالمین کے ہاں کامیابی دلاسکتا ہے۔''

اسی فرمان کی طرح قرآن مجید میں ایک اور مقام پر سورہ المائدہ کی آیات :۰۸،۱۸میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ''ان)اہل کتاب(میں سے بہت سے لوگوں کو آپ دیکھیں گے کہ وہ کافروں سے دوستیاں کرتے ہیں ،جو کچھ انہوں نے اپنے لیے آگے بھیج رکھا ہے وہ بہت برا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہوگااور وہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے ،اگر انھیں اللہ تعالیٰ پر اور نبی پر اور جو کچھ اس)نبی(پر نازل کیا گیا ہے اس پر ایمان ہوتا تو یہ کفار سے دوستیاں نہ کرتے ،لیکن ان میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں ۔''اللہ رب العزت نے مذکورہ بالاآیت میں جملہ شرطیہ بیان فرمایا ہے،جملہ شرطیہ کے بارے میں یہ اصول ہے کہ اس میں ایک شرط ہوتی ہے اور ایک جزاء)مشروط(ہوتی ہے ،اگر شرط ہوتو مشروط ہوتا ہے اگر

---

[55] مجموع الفتاوی17/7، نیز ملاحظہ ہو تفسیر الطبری:27/28 ، تفسیر القرطبی:9,7,3/7 ، تفسیر ابن کثیر: 330/4

شرط نہ ہو تو مشروط نہیں ہوتا۔یہ جملہ عام طور پر لغت عربی میں حرف’’لَوْ‘‘سے بیان کیا جاتا ہے۔ اردوزبان میں حرف’’لَوْ‘‘کا معنی ’’اگر ‘‘ہوتا ہے۔

سورۃ المائدہ کی آیت نمبر:۸۱ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :’’اور اگر انہیں اللہ تعالیٰ پر،نبیﷺپر اور جو کچھ نبیﷺپرنازل ہوا ہے اس پر ایمان ہوتا تو کافروں سے دوستیاں نہ لگاتے ،لیکن ان میں سے اکثر فاسق ہیں ‘‘اس جملہ شرطیہ سے معلوم ہواکہ اگر ان کے اندر واقعتا ایمان ہوتا تو یہ کافروں کو اپنا دوست نہ بناتے ۔یعنی ایمان اور کافروں سے دوستی ایک دوسرے کی ضد اور دومقابل چیزیں ہیں ، اور ایک دوسرے کے دوبالکل الٹ یعنی متضاد چیزیں کبھی اکٹھی نہیں ہوسکتیں ۔لہٰذا اللہ اور رسولﷺپر ایمان اور کافروں سے دوستی کبھی ایک میں اکٹھی نہیں ہوسکتی۔ اگر کافروں سے دوستی ہے تو دل میں ایمان نہیں ،اگر دل میں ایمان ہے تو کافروں سے دوستی نہیں ہوگی ۔لہٰذا جو کافر کو دوست بنائے گا وہ ایمان کے ان لازمی تقاضوں کو کبھی پورا نہیں کرسکے گا ۔جو اللہ تعالیٰ پر نبیﷺپر اور نبیﷺپر نازل ہونے والی شریعت پر ایمان لانے کے بعد ایک مسلمان پر لاگوہوتے ہیں ۔‘‘)امام ابن تیمیہ ؒکے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا(

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ ؒکی گذشتہ کلام سے جو بات عرض گزار کی گئی اس کی روشنی میں یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ ظاہر وباطن کے باہمی تعلق یگانت کو تسلیم کرنا لازم وضروری ہے ۔جو شخص کافروں سے دوستی کرتا ہے اور مومنوں کے خلاف کافروں کی مدد اور تعاون کرتا ہے وہ ظاہری طور پر بھی اور باطنی طور پر بھی گویا اندرونی اوربیرونی ہر اعتبار سے کافر ہے ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے احکام حقیقت پر مبنی ہوتے ہیں ۔جب کوئی کفار ومشرکین سے دوستی کرے گا تو اس کا یہ دوستی کرنا اس بات کو واضح کرے گا کہ اس کا دل ایمان سے فارغ اور خالی ہوچکا ہے۔

آگ اور پانی کا اکٹھ ناممکن ہے:

فضیلۃ الشیخ سلیمان بن عبداللہ)آل شیخہ (مذکورہ آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’ فَأَخْبَرَ تَعَالٰی أَنَّکَ لَا تَجِدُ مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللہِ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ یُوَادُّ مَنْ حَادَّ اللہَ وَ رَسُوْلَہٗ وَ لَوْ کَانَ اَقْرَبَ قَرِیْبٍ ، وَ أَنَّ ھٰذَا مُنَافٍ لِلْاِیْمَانِ مُضَادٌ لَہٗ لَا یَجْتَمِعُ ھُوَ وَالاِیْمَانُ اِلَّا کَمَا یَجْتَمِعُ الْمَاءُ وَالنَّارُ‘‘)الرسالۃ الحادیۃ عشرۃ من مجموعۃ التوحید(

’’اللہ رب العزت نے اس بات کی ہمیں خبر دی ہے کہ آپ کوئی ایسا شخص نہیں پائیں گے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان بھی رکھتا ہوپھر وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺدشمنی اور مخالفت رکھنے والے سے بھی محبت کرتا ہو۔اللہ اور رسول ﷺسے مخالفت اور دشمنی کرنے والا چاہے ان کا کوئی بڑا ہی قریبی عزیز اور رشتے دار ہی کیوں نہ ہو۔اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان کفار ومشرکین کے ساتھ دوستی کی نقیض اور ضد(Opposite)ہے۔لہٰذا اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان اورکفار اور مشرکین سے دوستی کبھی ایک دل میں جمع ہوسکتی ہی نہیں ہےبالکل اسی طرح جس طرح پانی اور آگ کا اکٹھا ہونا محال اور ناممکنات میں سے ہے۔‘‘

دلیل دہم:

اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں :

﴿إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَى أَدْبَارِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى الشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ وَأَمْلَى لَهُمْ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لِلَّذِينَ كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللَّهُ سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الْأَمْرِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِسْرَارَهُمْ﴾ (سورۃ محمد:26,25)

’’جو لوگ اپنی پیٹھ کے بل الٹے پھرگئے اس کے بعد کہ ان کے لیے ہدایت واضح ہوچکی یقینا شیطان نے ان کے لیے)ان کے برے اعمال کو (مزین کردیا ہے اور انہیں ڈھیل دلارکھی ہے ،یہ اس لیے کہ انہوں نے ان لوگوں سے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ وحی کو برا سمجھا ،یہ کہا کہ ہم بھی عنقریب بعض کاموں میں تمہارا کہا مانیں گے ،اور اللہ تعالیٰ ان کی پوشیدہ باتیں خوب جانتا ہے‘‘

محبانِ کفار سے فرشتوں کا سلوک:

مذکورہ الصدر دوآیتوں کی تفسیر کرتے ہوئے امام ابن جریر طبری ؒفرماتے ہیں :

● اللہ تعالیٰ کے فرمان :﴿إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَى أَدْبَارِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى﴾کامطلب یہ ہے کہ بلاشبہ وہ لوگ اپنی ایڑھیوں کے بل الٹے قدموں پیچھے)حالت کفرمیں (پلٹ گئے ،وہ گویا کافر ہوگئے ،انتہائی افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ یہ اس وقت حالت کفر میں واپس پلٹے جب دین حق اور صراطِ مستقیم ان لوگوں کے لیے بالکل واضح ہوگیا ،انہوں نے واضح دلیل کو کھلی آنکھوں سے پہچان بھی لیا ،پھر انہوں نے جانتے بوجھتے گمراہی کو ہدایت پر ترجیح دے دی،صرف اور صرف اللہ کے حکم سے عناد اوربغض رکھتے ہوئے ۔

● اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿الشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ﴾کامطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:’’شیطان ملعون نے ان کے لیے ان کے ارتداد) اسلام سے پھر جانے (کو بہت ہی خوبصورت اور مزین کرکے دکھادیا ،،،اپنی ایڑیوں پر پھر جانے والے اور اسلام سے انحراف کرنے والے یہ وہ بدبخت لوگ تھے ،جنہیں حقیقت حال معلوم ہوچکی تھی کہ سچا مذہب صرف اور صرف ’’دین اسلام‘‘ہے۔

● اللہ تعالیٰ کے اس فرمان:﴿ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لِلَّذِينَ كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللہُ سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الأمْرِ وَاللہُ يَعْلَمُ إِسْرَارَهُمْ﴾کامطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان منافقوں کو مہلت دے رکھی ہے اور ان کو کھلا چھوڑا ہوا ہے ،جبکہ شیطان نے ان کے لیے ان کے امور ومعاملات کو بہت خوبصورت بناکر پیش کیا ہوا ہے،اس صورت حال میں اللہ تعالیٰ نے ان کو توفیق ہی عطانہیں کی کہ وہ ہدایت کو قبول کریں ،ان کا بہت بڑا جرم یہ ہے کہ ان منافقوں نے ان کافر لوگوں سے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ وحی اور شریعت)قرآن وسنت (کو ناپسند کیا ،کہا،﴿سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الأمْرِ﴾’’ہم عنقریب بعض باتوں میں تمہاری پیروی کریں گے‘‘مطلب یہ ہے کہ ہم ان بعض باتوں میں تمہاری پیروی کرلیں گے جو اگرچہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺکے احکام اور

فرمودات کے خلاف ہوں ۔اللہ تعالیٰ ایک دوسرے کی مدد ومعاونت کرنے والے ان دونوں گروپوں اور جماعتوں)منافقین اور کافرین(کے تمام خفیہ پروگراموں اور ارادوں سے باخبر ہے جو پروگرام اور ارادے اللہ کے حکم کے خلاف ہیں اور یہ صرف آپس میں چھپ چھپا کر راز کے طور پر ایک دوسرے کے سامنے بیان کرتے ہیں ان پروگراموں اور ارادوں میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت اور اس کے رسول ﷺکی کھلی مخالفت ہوتی ہے وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے ان پروگراموں اور عزائم کی کسی کو کانوں کان خبر نہیں ۔جبکہ اللہ تعالیٰ تو ان کے تمام خفیہ اور علانیہ معاملا ت سے آگاہ و آشنا ہے۔

• سورۂ محمد کی آیات:۲۷اور ۲۸ میں اللہ تعالیٰ کے فرمان : ﴿فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ﴾کامطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اللہ رب العزت تو ان منافقوں کے تمام خفیہ معاملات اور پروگراموں سے آگاہ ہے ۔بھلا وہ اللہ ان کی اس حالت سے آگاہ کیونکر نہیں ہوگا جب فرشتے ان منافقوں کی جان نکالتے ہیں اور ان کے چہروں اور پیٹھوں پر خوب مارتے ہیں ۔جس طرح اللہ رب العزت ان کے تمام ارادوں سے غافل اور بے خبر نہیں اسی طرح ان کی اس موت کی حالت سے غافل اور بے خبر نہیں ۔اس آیت کریمہ میں لفظ ﴿أَلادْبَار﴾کامعنی ہے پیٹھیں اور پشتیں ۔

• سورۂ محمد کی آیت: ۲۸ کے آخری لفظ ﴿فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ﴾کامطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کا ثواب ضائع اور رائیگاں قرار دے دیا ہے۔اس لیے کہ وہ تمام اعمال اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے کیے ہی نہیں گئے تھے۔نہ ان اعمال سے اللہ کی محبت کا حصول مقصود تھا ۔اس لیے وہ ضائع اور بیکار گئے اور ان اعمال کے بجالانے والے کو رتی بھر فائدہ بھی نہ ہوگا۔‘‘[56]

حافظ ابن کثیر ؒکی تفسیر:

[56] تفسیر الطبری:58/26-60

امام ابن کثیر ؒمذکورہ آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں :

● اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَى أَدْبَارِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى﴾کا مطلب یہ ہے کہ بے شک وہ لوگ جو ایمان سے جدا ہوگئے اور کفر کی حالت کی طرف پلٹ گئے ،اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے راہ ہدایت بھی واضح کردی ،ان کے بارے میں فرماتے ہیں : ﴿الشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ﴾کہ شیطان نے ان کے اس عمل کو بہت ہی خوبصورت ،حسین اور آراستہ وپیراستہ کرکے پیش کیا ہے ۔ان کے متعلق شیطان نے مزید یہ کیا کہ ﴿وَأَمْلَى لَهُمْ ﴾یعنی شیطان نے ان کو دھوکے دے رکھا ہے اور فریب میں مبتلاکررکھا ہے۔''[57]

● اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں: ﴿ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لِلَّذِينَ كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللّٰہُ سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الأَمْرِ﴾یعنی یہ منافق ان کافروں کی طرف مائل ہوئے اورانھوں نے ان کافروں کے باطل موقف پر درپردہ خیر خواہی چاہی ،یہ منافقوں کی حالت ہے کہ ان کے دلوں میں کچھ اور ہوتا ہے مگر ظاہر کچھ اور کرتے ہیں ،اسی لیے اللہ تعالیٰ نےارشاد فرمایا ہے: ﴿وَاللّٰہُ يَعْلَمُ إِسْرَارَهُمْ﴾یعنی اللہ تعالی پوری طرح مطلع ہے اور جانتا ہے وہ سب کچھ جو وہ چھپ چھپ کر سرانجام دیتے ہیں ۔

● اسی طرح کی بات اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء کی آیت: ۱ ۸میں بھی ارشاد فرمائی ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَاللّٰہُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُونَ﴾یعنی ''اللہ تعالیٰ ان کی راتوں کی بات چیت کو لکھ رہا ہے ۔''

● سورۂ محمد کی آیت: ۷۲ میں اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ﴾کامطلب یہ ہے کہ اس وقت ان منافقوں کی کیا بری حالت ہوتی ہے جب فرشتے ان کی روحیں قبض کرنے کے لیے آجاتے ہیں توان منافقوں کی روحیں اپنے اپنے جسموں میں دشواری پیدا کرتی ہیں ،تب فرشتے سختی

[57] دھوکے اور فریب یہ دے رکھا ہے کہ ان منافقوں کے دلوں میں یہ بات پختہ کردی ہوئی ہے کہ اگر میدان جہاد میں نہیں جاؤگے تو مدت درازتک زندہ رہ سکوگے ،اللہ تعالیٰ نے اس شیطانی دھوکے کے بدلے ان سے ہدایت حاصل کرنے کی توفیق ہی سلب کرلی ہوئی ہے۔

س کام لیت ہوئ ،سختی والا ہاتھ استعمال کرت ہوئ اور مارت پیٹت ہوئ جان نکالت ہیں ۔

 اللہ رب العزت ن اسی طرح کی بات سورۃ الانفال کی آیت: ۵۰میں بھی ارشاد فرمائی ہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمات ہیں: ﴿وَلَوْ تَرَى إِذْ يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُوا الْمَلائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ﴾’’کاش! تو وہ منظر دیکھتا کہ جب فرشت کافروں کی روحیں قبض کرت ہیں ان ک چہروں پر اور ان کی پیٹھوں پر مارمارت ہیں۔‘‘

 اس س ملتی جلتی بات اللہ تعالیٰ ن سورۃ الانعام کی آیت: ۹۳میں بھی ارشاد فرمائی ہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمات ہیں :﴿وَلَوْ تَرَى إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنْفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ﴾’’اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جب یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوں گ اور فرشت)مارن ک لی(اپن ہاتھ بڑھارہ ہوں گ)اور ساتھ کہ رہ ہوں گ ک(اپنی جانیں نکالوآج تم کو ذلت کی سزا دی جائ گی ،اس سبب س ک تم اللہ تعالیٰ ک ذم جھوٹی باتیں لگات تھ اور تم اللہ تعالیٰ کی آیات س تکبر کرت تھ ‘

 بالکل اسی طرح سورۂ محمد کی زیر تفسیر آیت: ۲۸میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرمات ہیں کہ ان کی جانیں سختی س کیوں نکالی جاتی ہیں ،﴿ذَلِكَ بِأَنَّهُمُ اتَّبَعُوا مَا أَسْخَطَ اللَ وَكَرِهُوا رِضْوَانَهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ﴾اس کی وجہ یہ ہ کہ انہوں ن ایسی روش اختیار کی جس کی وجہ س اُنھوں ن اللہ کو ناراض کردیا اورانھوں ن اس کی رضامندی کو براجانا،تونتیجتاًاللہ تعالیٰ ن ان ک اعمال ہی رائیگاں قرار د دیئ‘‘[58] (حافظ ابن کثیرک اقتباس کا ترجم مکمل ہوا)

کون بڑا مجرم:

[58] تفسیر ابن کثیر:181/4

فضیلۃ الشیخ سلیمان بن عبداللہ)آل شیخ (مذکورہ آیت کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں :

’’فَأَخْبَرَ تَعَالٰی أَنَّ سَبَبَ مَا جَرٰی عَلَیْھِمْ مِنَ الرِّدَّۃِ وَ تَسْوِیْلِ الشَّیْطٰنِ وَ اِمْلَائِہٖ لَھُمْ فَھُوَ قَوْلُھُمْ لِلَّذِیْنَ کَرِھُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰہُ سَنُطِیْعُکُمْ فِیْ بَعْضِ الأَمرِ ، فَاِذَا کَانَ مَنْ وَعَدَ الْمُشْرِکِیْنَ الکَارِھین لِمَا أَنْزَلَ اللہُ بِطَاعَتِھِمْ فِیْ بَعْضِ الأَمْرِ کَافِرًا وَ اِنْ لَّمْ یَفْعَلْ مَا وَعَدَھُمْ بِہٖ فَکَیْفَ بِمَنْ وَافَقَ الْمُشْرِکِیْنَ الکَارِھِیْنَ لِمَا أَنْزَلَ اللہُ مِنَ الأَمْرِ بِعِبَادَتِہٖ وَحْدَہٗ، لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ تَرْکِ عَبَادِسِوَاہُ مِنَ الأَنْدَادِ وَالطَّوَاغِیْتِ وَالأَمْوَاتِ وَ أَظْھَرَ أَنَّھُمْ عَلٰی ھُدًی وَ أَنَّ أَھْلَ التَّوْحِیْدِ مُخْطِئُوْنَ فِی قِتَالِھِمْ وَ أَنَّ الصَّوَابَ فِی مُسَالَمَتِھِمْ وَ الدُّخُوْلِ فِیْ دِیْنِھِمْ البَاطِلِ ، فَھٰؤُلَآءِ أَوْلٰی بِالرِّدَّۃِ مِنْ أُوْلٰئِکَ الَّذِیْنَ وَعَدُوا المُشْرِکِیْنَ بِطَاعَتِھِمْ فِیْ بَعضِ الأَمْرِ،‘‘[59]

’’اللہ تبارک وتعالیٰ نے مذکورہ آیت میں یہ خبردی ہے کہ:ان منافقوں کے مرتد ہونے کا،ان منافقوں کے بُرے بُرے اعمال کو شیطان کی طرف سے خوبصورت بنانے کا اور شیطان کی طرف سے ان منافقوں کو مہلت دلانے کا اصل سبب ان کی ایک بہت ہی بری بات ہے وہ یہ کہ انہوں نے ایسے---- لوگوں سے جنھوں نے اللہ کی نازل کردہ وحی)قرآن(کو ناپسند کیا--- کہا کہ:ہم بعض باتوں میں تمہاری پیروی کریں گے ۔مقام غور وفکر ہے کہ جب اللہ کی شریعت کو ناپسند کرنے والے کافروں سے بعض باتوں میں اطاعت گزاری کا یقین دلانے والوں کو اللہ رب العزت نے کافر کہا ہے ، حالانکہ وہ ابھی صرف زبانی یقین دلارہے ہیں عملاً کچھ نہیں کررہے ۔توجو لوگ اللہ کی نازل کردہ شریعت کو ناپسند کرنے والے مشرکوں سے مکمل طور پر موافقت کرتے ،اطاعت گزاری کا یقین دلاتے اور عملاً کافروں کے حق میں کاروائیاں بھی کرتے ہیں توکیا ان کے کافر ہونے میں کوئی شک وشبہ باقی رہ جاتا ہے ؟اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ اس شریعت کو وہ مشرک ناپسند کرنے والے ہیں جس میں اللہ وحدہ لاشریک لہ نے خالص طور پر اپنی ہی عبادت کرنے کا حکم دیا ہے اور اپنے علاوہ تمام

[59] الرسالۃ الحادیۃ عشرۃ من مجموعۃ التوحید: 347,346

شریکوں ،طاغوتوں ،معبودوںاور مُردوں کی عبادت سے منع کیا ہے ،اور جو ایسی واضح ترین اوربہترین شریعت کو ناپسند کرنے والوں سے موافقتیں اورمحبتیں پیدا کرتا ہو،اور ساتھ یہ بھی ظاہر کرتا ہوکہ شریعتِ اسلامیہ اور وحی الٰہی کو ناپسند کرنے والے راہِ ہدایت ،فکرِ راست اور درست موقف پر ہیں ،جبکہ ان کافروں اورمشرکوں سے جنگ وقتال کرنے والے غلطی ،خطا اور غلط موقف پر ہیں ۔ نیز یہ بھی نظریہ اور سوچ رکھتا ہو کہ ان مشرکین اورکافرین سے مصالحت (compromising)اور ان کے دین ومذہب ،موقف و نظریہ کے اندر داخل وشامل ہونے ہی میں بہتری ،بھلائی اورکامیابی ہے تو ذرا سوچیئے!کیا ایسے بد عقیدہ وبدعمل لوگ ان لوگوں سے بڑے مجرم اورمرتد نہیں جنھوں نے مشرکوں کو صرف بعض باتوں میں اطاعت وفرمانبرداری کی صرف یقین دہانی ہی کروائی ہو‘‘) شیخ سلیمان ؒکے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا (

امام ابن حزم ؒکی وضاحت:

پانچویں صدی ہجری کے مشہور فقیہ اور مجتہد امام ابن حزم ؒمذکورہ آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :

’’وَ قَدْ قَالَ عَزَّوَجَلَّ :﴿إِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰى اَدْبَارِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ وَ اَمْلٰى لَهُمْ، ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُم،فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ،ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَآ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَ كَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ﴾فَجَعَلَهُمْ تَعَالٰى مُرْتَدِّيْنَ كُفَّارًا بَعَدَ عِلْمِهِمْ الْحَقَّ وَ بَعَدَ أَنْ تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى بِقَوْلِهِمُ لِلْكُفَّارِ مَا قَالُوْا فَقَطْ : وَأَخْبَرْنَا تَعَالٰى ﷻ أَنَّهٗ يَعْرِفُ إِسْرَارَهُمْ وَ أَخْبَرْنَا تَعَالٰى أَنَّهٗ قَدْ أَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ بِاِتِبَاعِهِمْ مَا أَسْخَطَهٗ وَكَرَاهِيَتِهِمْ رِضْوَانَهٗ‘‘[60]

’’اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے:’’حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ ہدایت واضح ہوجانے کے بعد اس سے پھر گئے ،ان کے لیے شیطان نے اس بات کو بہت خوبصورت بنادیا ہے اور جھوٹی توقعات کا سلسلہ ان کے لیے دراز کررکھا ہے۔اسی لیے انھوں نے اللہ کے دین کو ناپسند کرنے والوں سے کہہ دیا

[60] ملاحظہ ہو الفصل فی الملل :122/3 ، فتح القدیر للشوکانی:39/5

کہ بعض معاملات میں ہم تمہاری مانیں گے ،اللہ تعالیٰ ان کی یہ خفیہ باتیں خوب جانتا ہے۔پھراس وقت کیا حال ہوگا جب فرشتے ان کی روحیں قبض کریں گے اور ان کے منہ اور پیٹھوں پر مارتے ہوئے انہیں لے جائیں گے ؟یہ اسی لیے ہوگا کہ انہوں نے اس طریقے کی پیروی کی جو اللہ کو ناراض کرنے والا ہے اور ا س کی رضا کا راستہ اختیار کرنا پسند نہ کیا ،اسی بناپر اس نے ان کے تمام اعمال ضائع کردیے‘‘

اپنے اس فرمان میں اللہ رب العزت نے مرتدین کو کافر کہا ہے ،چونکہ ان کو دین حق کی پہچان ہوچکی تھی اور ہدایت بھی ان کے سامنے واضح ہوچکی تھی ،اس کے باوجود انہوں نے کافروں کو اپنی وفاداریوں کا یقین دلانے کے لیے جو بھی کہا سو کہا ،علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ بتادیا کہ میں ان کی خفیہ سرگرمیوں اور سربستہ رازوں سے آگاہ ہوں ،ساتھ ساتھ یہ خبر دے دی کہ میں نے ان کے اعمال بھی ضائع کردیے ہیں ۔

اس لیے کہ انہوں نے اللہ کو ناراض کرنے والی روش اختیار کی اور اللہ کو راضی کرنے والی روش کو ناپسند کیا ۔‘‘

چھوٹا کون اور بڑا کون؟

کوئی شخص بھی جب مذکورہ آیات کو اور ان آیات کی تفسیر میں پیش کردہ شیخ سلیمان بن عبداللہ کے کلام کو غور سے ملاحظہ کرے گا تو اس کو اس شخص کے متعلق نتیجہ اخذ کرنے میں دیر نہیں لگے گی ،جو شخص کافروں کے ساتھ دوستی اورمحبت قائم کرتا ہے، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اقدامات کرتے ہوئے کافروں کے ایجنڈوں اور پروگراموں کو نافذ کرتا ہے ،وہ ایک ایسے ہاتھ کا کردار ادا کرتا ہے جو ہر اس شخص کے گریبان کی طرف بڑھتا ہی چلا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی منصفانہ شریعت کے نفاذ اور اس کے مطابق عدالتی نظام کو قائم کرنے کے حق میں آوازِ بلند کرتا اور دعوت دیتا ہے۔

سورۂ محمد کی آیت:۶۲ کے حوالے سے جب بعض باتوں میں کافروں کی اطاعت کا صرف وعدہ کرنے والا کافر ہوجاتا ہے ،حالانکہ ابھی اس نے صرف وعدہ ہی کیا ہے عملاً اپنے کیے ہوئے وعدہ پر پورا نہیں اترا تو اس آیت کریمہ کی روشنی میں وہ کافر شمار ہوتا ہے۔

غور کیجیے!اس شخص کا کیاحال اورمعاملہ ہوگا جوبعض باتوں میں عملی طور پر ان کی فرمانبرداری اوراطاعت بجالاتا ہے اس سے بھی بڑھ کر تفکروتدبر کے قابل یہ معاملہ ہے کہ کافروں کی ہربات کو بلاچون وچرا مانتا چلا جائے اور جو کچھ کافر کہتے جائیں وہ تسلیم کرتا چلاجائے اس کے کفر وشرک اور ارتداد ونفاق کا کیا حال ہوگا؟بغیر کسی شک وشبہ کے وہ شخص کافر ومرتد ہے ۔ایسے شخص کے ارتداد اور کفر کا معاملہ عام شخص سے مخفی ہو تو ہو مگر قرآن وحدیث کا واجبی ساعلم رکھنے والا بھی اس حقیقت سے بے خبر ہر گز نہیں ہوسکتا ۔مزید براں جو شخص بھی اللہ تعالیٰ پر اور یو مِ آخرت پرپختہ ایمان اور یقین رکھتا ہے اس کے لیے ہرگز جائز نہیں کہ وہ ایسے شخص کے دفاع میں عذر اور وجوہات پیش کرے ،نہ یہ جائز ہے کہ ان جیسے کفار ومرتدین کے اقدامات اور کاروائیوں کا دفاع کرے ،نہ یہ جائز ہے کہ ان اقدامات کے حق میں عوام الناس کی رائے ہموار کرے ،نہ ہی کسی عالم کے لیے یہ جائز ہے کہ منافقوں کے ان اعمال کو سراہتے ہوئے سند جوا ز فراہم کرے ۔یاد رہے جو شخص بھی علماء میں سے یاغیر علماء میں سے ان منافقوں کے دفاع میں مذکورہ امور بجالائے گا اس کا بھی وہی حکم ہوگاجوان منافقوں کا حکم ہے ۔اس بات کی وضاحت ان شاء اللہ آگے آرہی ہے ۔

زبانی کلامی وعدے اور عملی اقدام میں فرق:

سورۂ محمد کی زیر تفسیر آیت :۲۶ کے معنی ومفہوم سے ملتا جلتا مفہوم اللہ رب العزت نے سورۃ الحشر کی آیت :۱۱ میں بھی بیان کیا ہے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :

﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نَافَقُوا يَقُولُونَ لِإِخْوَانِهِمُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَئِنْ أُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيعُ فِيكُمْ أَحَدًا أَبَدًا وَإِنْ قُوتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ﴾

’’کیا آپ نے منافقوں کو نہیں دیکھا کہ اپنے اہل کتاب کافر بھائیوں سے کہتے ہیں ،اگر تم جلاوطن کیے گئے توضرور ہم بھی تمہارے ساتھ نکل کھڑے ہوں گے۔اور تمہارے بارے میں ہم کبھی بھی کسی کی بات نہ مانیں گے ۔اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم ضرور تمہاری مددکریں گے ۔لیکن اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ یہ بالکل جھوٹ بولنے والے ہیں‘‘اس آیت کریمہ میں کتنا کھلا بیان ہے کہ چھپ چھپا کر

مشرکوں اور کافروں کے اندر داخل اور شامل ہونے کے وعدے کرنا،کافروں اور مشرکوں کے معاہدوں (Agreemnets)میں شامل ہونا،کافروں کی مددکرنا اور کافروں کے ساتھ)مثلاً فوجی کاروائیوں اورآپریشنوں کے لیے (نکلنا نفاق اور کفر ہے ۔اگرچہ یہ سب کچھ وعدے کی حد تک ہو،وعدے بھی خواہ اوپرسے یعنی جھوٹ موٹ پر ہی مبنی ہوخواہ یہ وعدے حقیقتاً اور عملاًمعرض وجود میں آیا ہی نہ ہو‘‘[61]

جب اس طرح کے صرف زبانی کلامی وعدے کرنے والوں کا یہ حال ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت میں کافر اور منافق کہا ہے۔ تو اس شخص کے کفر اور نفاق کا کیاحال ہوگاجو کافروں کے ساتھ معاہدوں میں اور اتحادوں میں باقاعدہ شامل ہوجاتا ہے جھوٹ موٹ نہیں بلکہ عملی طور پر اور خلوص دل سے کافروں کی مدد کرتا ہے ۔ اس شخص کاکفر ونفاق کس درجہ پرپہنچاہوا ہوگاجو باقاعدہ کافروں کا ایک حصہ اور جزء بن جاتا ہے اور مال ودولت سے ،رائے اور مشورے سے ،فوج اور اسلحہ سے ان کا پورا پورا تعاون کرتا ہے۔کیا اس کا معاملہ اس پہلی قسم کے کافر ومنافق سے زیادہ سخت اور برا نہیں ہے ۔انجام کار کے طور پر کیا یہ منافق ان منافقوں سے برائی میں زیادہ برا نہیں ،جنھوں نے صرف یہودیوں سے ان کا ساتھ دینے اور مدد کرنے کا وعدہ ہی کیاتھا۔جی ہاں!یہ واقعتا ان سے بڑے منافق اور کافر ہیں۔[62]

---

61 جس طرح منافقین مدینہ نے یہودیوں کے قبیلہ بنی نضیر کو اس وقت یہ یقین دہانیاں پیش کیں جب رسول اللہﷺنے ان کے علاقے ومحلے کا پوری طرح محاصرہ کرلیا تھا۔منافقین نے ان کی طرف پیغام روانہ کیاجس میں یہ وعدہ کیا گیا تھا کہ اگر تمہارے ساتھ محمدﷺکی طرف سے لڑائی کی گئی تو ہم بھی تمہارے ساتھ مل کر لڑیں گے ۔اگر تم کو مدینہ سے جلاوطن کیاگیا تواظہاریکجہتی کرتے ہوئے ہم بھی تمہارے ساتھ نکلیں گے ۔تمہارے بارے میں ہم کسی کی بات کو ہرگز نہیں مانیں گے ۔یہ سب کچھ وعدوں اور یقین دہانیوں کی حد تک ہی تھا۔ عملاً منافقوں کے یہ وعدے معرض وجود میں آئے ہی نہیں تھے۔جس طرح کہ سورہ الحشر کی آیت:۲۱ سے یہ بات واضح ہوتی ہے ۔

62 یعنی جب بعض باتوں میں کافروں کی اطاعت کرنے والاسورۂ محمد کی آیت:۲۶ کی رُو سے کافراور مرتد ہے تو تمام معاملات اور اقدامات میں کافروں کی اطاعت کرنے والے کاکیا حال ہوگا؟علیٰ ہذا القیاس جب صرف زبانی کلامی وعدوں کے ساتھ یقین دہانی کرانے والا سورہ الحشر کی آیات:۱۱،۱۲کی رُو سے کافر ومنافق ہے تومسلمانوں کے خلاف باقاعدہ کافروں کا ساتھ دیتے ہوئے مسلمانوں کا قتل عام کرنے والے اور کافروں کی دامے ،درمے ،سخنے اور قدمے ہر طرح کی عملاً مدد کرنے والے کا کیا حکم ہوگا؟

باب:5

یاد رکھی□!جو بھی ان ظالمان□ ،کافران□ اور شریعت ال□ی□ ک□ مقابل□ میں خود ساخت□ قوانین ک□ مطابق کسی ب□ گنا□ اورمعصوم مسلمان کا خون ب□انا جائز اور مباح سمجھتا □□ و□ الل□ رب العزت کا صاف انکار کرن□ والا''کافر ''□□□ا س لی□ ک□ خون مسلم کو یوں ب□ دریغ(ب□ان□ کو جائز سمجھنا دراصل ان تمام قرآنی آیات اور احادیث کاانکار وتکذیب □□ جو قرآن وحدیث میں تواتر س□ وارد □یں جن میں مسلمانوں ک□ خون ب□ان□ کو ناجائز قرار دیا گیا□□□

جید علماء دین کی توضیحات کفار س□ دوستی کرن□ والوں ک□ بار□ میں

اپنے اختیار سے دارالکفر میں رہنا ’’کفر‘‘ ہے:

پانچویں صدی ہجری کے عظیم فقیہ ومجتہد امام ابن حزم ؒ دارالکفر سے ہجرت کرنے کے واجب ہونے پر گفتگو کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں :

’’ مَنْ لَحِقَ بَدَارِ الْكُفْرِ وَالْحَرْبِ مُخْتَارًا مُحَارِبًا لِّمَنْ يَّلِيْهِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَهُوَ بِهٰذَا الْفِعْلِ مُرْتَدٌّ لَهُ أَحْكَامُ الْمُرْتَدِّيْنَ مِنْ وُجُوْبِ الْقَتْلِ عَلَيْهِ مَتٰى قُدِرَ عَلَيْهِ وَّ مِنْ اِبَاحَةِ مَالِهٖ وَ انْفِسَاخِ نِكَاحِهٖ وَ كَذَالِكَ مَنْ سَكَنَ بِأَرْضِ الْهِنْدِ وَالسِّنْدِ وَالتُّرْكِ وَ السُّوْدَانِ وَ الرُّوْمِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَاِنْ كَانَ لَا يَقْدِرُ عَلَى الْخُرُوْجِ مِنْ هُنَاكَ لِثِقْلِ ظَهْرٍ أَوْ لِقِلَّةِ مَالٍ أَوْ لِضُعْفِ جِسْمٍ أَوْ لِامْتِنَاعِ طَرِيْقٍ فَهُوَ مَعْذُوْرٌ ، فَاِنْ كَانَ هُنَالِكَ مُحَارِبًا لِلْمُسْلِمِيْنَ مُعِينًا لِلْكُفَّارِ بِخِدْمَةٍ أَوْ كِتَابَةٍ فَهُوَ كَافِرٌ وَقَالَ أَيْضًا رَحِمَهُ اللهُ: وَلَوْ أَنَّ كَافِرًا غَلَبَ عَلَى دَارٍ مِنْ دُوْرِ الْاِسْلَامِ وَ أَقَرَّ الْمُسْلِمِيْنَ بِهَا عَلَى حَالِهِم اِلَّا أَنَّهُ هُوَ الْمَالِكُ لَهَا الْمُنْفَرِدُ بِنَفْسِهٖ فِيْ ضَبْطِهَا وَهُوَ مُعْلِنٌ بِدِيْنٍ غَيْرِ الاِسْلَامِ لَكَفَرَ بِالْبَقَاءِ مَعَهُ كُلُّ منْ عَاوَنَهُ وَ اَقَامَ مَعَهُ وَ اِنِّ ادَّعٰى أَنَّهُ مُسْلِمٌ ‘‘[63]

’’جو شخص کسی ایسے علاقے میں چلاجائے جہاں کافروں کی حکومت اورکنٹرول ہے اور وہ لوگ مسلمانوں کے ساتھ حالتِ جنگ میں ہیں علاوہ ازیں وہ شخص وہاں جبر واکراہ سے نہیں بلکہ اپنے ارادے واختیار کے ساتھ جاتا ہے اور وہاں جاکر قریب ترین مسلمانوں کے خلاف برسرپیکارہوجاتا ہے تو ایسا شخص ایسا کردار اپنانے کی بناپر مرتد ہوجاتا ہے۔ اس پر وہ تمام احکام لاگو ہوں گے جو دین اسلام میں مرتدین کے بارے میں بیان فرمائے ہیں:مثلاً

٭.....جب بھی بس چلے اورممکن ہو اس کو قتل کرنا واجب ہے۔

٭.....اس کا مال اپنے قبضے اور استعمال میں لانا جائز ہے۔

٭.....مسلمان عورت سے اس کا نکاح کالعدم اورختم ہوجائے گا۔

اسی طرح وہ مسلمان جو سرزمین ہند،سند،ترکی،سوڈان،جرمنی یا یورپ وغیرہ کسی کافر ملک میں رہتا ہے مگر ذمہ داریوں کے بوجھ، مالی پریشانی ،جسمانی کمزوری یا راستے کی کسی رکاوٹ کی بناء پر وہاں سے ہجرت کرنے کی طاقت اور استطاعت نہیں

[63] المحلٰی لابن حزم:20/11

رکھتا ہےایسا شخص تو واقعتا مجبور اور معذور ہے۔‘‘)لیکن اگر وہ ان ممالک میں رہتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شامل ہوجائے ،کافروں کی خدمات سرانجام دیتے ہوئے ان کامددگار اورمعاون بن جائے ،کافروں کے حق میں کتابیں لکھے مضامین تحریر کرے اور لوگوں کی ذہن سازی کرے تو بلاشبہ ایسا شخص کافر ہے۔(

) امام ابن حزم ؒمزید فرماتے ہیں :(
’’اگر کوئی کافر مسلمانوں کے علاقوں میں سے کسی علاقے پر یا مسلمانوں کے ممالک میں کسی ملک پر قبضہ کرلے ، وہاں کی مسلمان آبادی کو ان کے علاقوں اور گھروںمیں ہی رہنے دے ،)جس طرح آج کل افغانستان اور عراق وغیرہ میں امریکہ نے طرز عمل اختیار کیا ہوا ہے(وہ کافر ان مسلم ممالک کا اپنے آپ کو اصل مالک سمجھتا اور کہتا ہو، ان کامکمل کنٹرول اور تسلط اس قابض وغاصب کافر ملک کے پاس ہی ہو ،وہاں وہ علی الاعلان غیر اسلامی نظام نافذ اور لاگو کرنے کا دعویدار ہو،ایسی صورت حال میں جو شخص بھی اس کافر ملک کا ساتھ دیتا ہے ،اس قابض وغاصب ملک کا تعاون کرتا ہے ،وہاں اپنی رہائش اختیار کرتا ہے تو وہ شخص مسلمان ہونے کا دعوٰی کرنے کے باوجود مرتد ہوجائے گا۔‘‘)امام ابن حزم ؒکے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا(

امام ابن حزم ؒکے قول اورفرمان سے یہ بات کس طرح واضح ہورہی ہے کہ جو شخص بھی کافر حکمرانوں کا ساتھ دیتا اور تعاون کرتا ہے تو وہ کافر ہے ،وہ خواہ کسی بھی نوعیت کا ہو،وہ شخص اگرچہ اسلام کے بعض احکام پر عمل پیرا ہواور بعض عبادات اور شعائر اسلام کو بجالانے والا ہو،اپنے آپ کو مسلمانوں کا ایک فرد سمجھتا ہو،مگر وہ قرآن وسنت کی روشنی میں کافر ہی گردانا جائے گا ۔

کفار کی صفوں میں مسلمانوں کے ساتھ لـڑنے والا دائمی جہنمی ہے:

شیخ الاسـلام امـام ابن تیمیہ ؒسـے ایـک ایسـے شـخص کے متعلـق سوال کیا گیا کہ جو کسی مسلمان کواس کے اسلام کی بنیاد پر اور اس کے دین پر تمسک کی بنیاد پرجان بوجھ کر قتـل کرتـا ہے ،اس کے بـارے میں شـریعت اسـلامیہ میں کیـا حکم ہے؟شـیخ الاسـلام امـام ابن تیمیہ ؒفرماتے ہیں :

’’أَمَّا اِذَا قَتَلَہٗ عَلٰی دِیْنِ الاِسْـلَامِ : مِثْـلُ مَـا یُقَاتِـلُ النَّصْـرَانِیُّ الْمُسْلِمِیْنَ عَلٰی دِیْنِهِمْ ، فَهَذَا کَـافِرٌ شَـرٌّ مِّنَ الْکَـافِرِ الْمُعَاهَـدِ ، فَـاِنَّ هَـذَا کَـافِرٌ مُحَـارِبٌ بِمَنْـزِلَۃِ الْکُفَّارِ الَّذِیْنَ یُقَـاتِلُوْنَ النَّبِیَّ ﷺ وَأَصْـحَابَہٗ ، وَهٰـؤُلَآءِ مُخَلَّدُوْنَ فِی جَهَنَّمَ کَتَخْلِیْـدِ غَیْـرِهِمْ مِنَ الْکُفَّارِ ، وَ أَمَّا اِذَا قَتَلَہٗ قَتَلًا مُحَرَّمًـا لِعَـدَاوَۃٍ أَوْ مَـالٍ أَوْ خُصُـوْمَۃٍ أَوْ نَحْوِ ذَلِکَ ، وَ هٰذَا مِنَ الْکَبَائِرِ ، وَلَا یَکْفُرُ بِمُجَرَّدِ ذَالِکَ عِنْـدَ أَهْـلِ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ ، وَاِنَّمَا یُکَفِّرُ بِمِثْلِ هٰذَ الْخَوَارِجُ ۔‘‘[64]

’’اورکوئی شخص کسـی مسـلمان)یامجاہد(کـو ’’دین اسـلام پرچلـنے‘‘ کی بنیـاد پـر قتـل کردیتـا ہے جیسـا کہ عیسـائی مسلمانوں سـے ان کے دین اور تہذیب کی بنیـاد پـر ہی جنـگ کـرتے ہیں)دہشـت گـردی کے خلاف جنـگ کاواضـح فـریب دیاجاتا ہے (تو ایسا شخص کہ جو محض دین اسلام کی بنیـاد پر کسی مسلمان کو قتـل کـرے وہ کـافر ہے۔دین اور تہذیب کی بنیاد پر کسی مسلمان کو قتل کرنے والا کـافر ،اس کـافر سے زیادہ خطرناک ہے جس کے ساتھ جنگ نہ کرنے کا باہمی عہد وپیمـان طے کیـا ہوا ہے اس قسـم کـا کـافر بالکـل ان کافرونکی طـرح ہی سـمجھا جـائے گـاجو نـبی اکـرم ،رسـول رحمت ،پیغمبر جہاد جناب محمـدﷺاور آپ کے صـحابہ ؓجنـگ وقتـال کیـا کـرتے تھے ۔اس قسـم کے کفـار ہمیشـہ ہمیشـہ جہنم میں رہیں گے جس طـرح دیگـر کـافروں کـا یہی حکم ہے کہ وہ جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

اگر کوئی شخص کسی مسلمان کوناحق،ناجائز اور ناروا قتل کردیتـا ہے مثلاًکسـی دشـمنی کی بناء پـر یـا مـال ودولت کے کسی جھگڑے کی بناپر یا اسی طرح کے کسی اور جھگڑے کی

[64] مجموع الفتاوی:137,136/34

بنیاد پرتو وہ شخص کافرنہیں ہوگامگر یہ قتل ناحق کبیرہ گناہ ہے ۔(أَهْلُ السُّنَّۃِ وَالجِمَاعَۃِ)یعنی قرآن وسنت پر چلنے والے اورمنہج اسلاف پر کاربند مسلمانوں(کے ہاں کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنے سے کبیرہ گناہ کا مرتکب تو ہوگا مگر کافر قرار نہیں دیا جاسکتا ۔البتہ مسلمانوں میں ایک بہت ہی گمراہ گروہ پیدا ہوگیا جس کو ’’خوارج‘‘کہا جاتا تھا۔ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنے سے قاتل ’’کافر ‘‘ہوجاتا ہے۔‘‘)امام ابن تیمیہ ؒکے پہلے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا(

اس مسئلہ میں مرتد حکمرانوں ،ان کی فوجوں اور حامیوں کے کافر ہونے کی وجہ وسبب بھی یہی ہے کہ یہ لوگ دین اسلام کو سربلند کرنے والے اوردین اسلام پر استقامت اورتمسک کے ساتھ چلنے والے مجاہدین اورمخلص مومنین کو قتل کرنے کے لیے ہر پل اور ہر لمحہ تیار بیٹھے ہیں ۔ان مرتد حکمرانوں کے ہاں ان مسلمان مجاہدوں کو قتل کرنا جائز اورمباح ہے ۔مجاہدوں اور مخلص مسلمانوں کو قتل کرنا ان بین الاقوامی کافرانہ قوانین کی بناء پر ہے ۔جو ان لوگوں نے خود بنارکھے ہیں ۔وہ قوانین جوہر اس شخص کو اپنی گرفت اور زد میں لیتے ہیں جو بھی جاہلی نظام کو ختم کرکے اسلامی نظام کو قائم اور نافذ کرنا چاہتا ہے ۔تاکہ عوام الناس اللہ رب العالمین کی شریعت کے عین مطابق اپنے باہمی اختلافات اور تنازعات کے فیصلے کرواسکیں۔

یاد رکھیے!جو بھی ان ظالمانہ ،کافرانہ اور شریعت الٰہیہ کے مقابلہ میں خود ساختہ قوانین کے مطابق کسی بے گناہ اورمعصوم مسلمان کا خون بہانا جائز اورمباح سمجھتا ہے وہ اللہ رب العزت کا صاف انکار کرنے والا’’کافر ‘‘ہے ۔اس لیے کہ خون مسلم کو یوں)بے دریغ(بہانے کوجائز سمجھنا دراصل ان تمام قرآنی آیات اور احادیث کاانکاروتکذیب ہے جو قرآن وحدیث میں تواتر سے وارد ہیں جن میں مسلمانوں کے خون بہانے کو حرام اور ناجائز قرار دیا گیا ہے ۔

اجماع امت سے الگ ہونے والا بہ اتفاق فقہاء مرتد ہے:

یہی وجہ ہے کہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ ؒفرماتے ہیں :

’’وَالْاِنْسَانُ مَتٰی حَلَّلَ الْحَرَامَ الْمُجْمَعَ عَلَیْہِ أَوْ حَرَّمَ الْحَلَالَ الْمُجْمَعَ عَلَیْہِ أَوْ بَدَّلَ الشَّرْعَ الْمُجْمَعَ عَلَیْہِ کَانَ کَافِرًا مُرْتَدًّا بِاِتِّفَاقِ الْفُقَھَآءِ‘‘[65]

’’کوئی بھی انسان جب کسی ایسی چیز کو حلال قرار دے دے جس کے حرام ہونے پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے، کسی ایسی چیز کوحرام قرار دے دے جس کے حلال ہونے پر تمام مسلمانوں کا اتحاد ہے یا شریعت کے کسی اور مسئلے میں تبدیلی اور تغیر کردے جس پر تمام مسلمانوں کا فیصلہ ایک ہے، تو ایسا انسان تمام فقہائے امت اورعلماءِ دین کے متفقہ فیصلے کے مطابق کافراور مرتد ہے۔‘‘

گزشتہ سطور میں فتاوٰی ابن تیمیہ کی جلد :۴۳سے صفحہ ۱۳۶،۱۳۷کے حوالے سے ذکر کردہ عبارت کو آپ نے ملاحظہ فرمایا۔اس عبارت میں گویا شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ ہنے قتال کی دوقسمیں بیان فرمائی ہیں :

- پہلی قسم یہ ہے کہ جنگ اور قتال فقط عقیدہ، منہج اور دین کی بنیاد پر ہو۔

- دوسری قسم یہ ہے کہ جنگ اور قتال دنیاوی معاملے میں کسی عداوت یامال ودولت کے کسی جھگڑے یاان کے علاوہ کسی تنازعے کی وجہ سے ہو۔امام ابن تیمیہ ہنے وضاحت وصراحت کے ساتھ بیان کردیا ہے کہ جو شخص کسی مسلم سے اس کے عقیدے وایمان ،دین ومذہب کی بنیاد پر لڑائی کرتا ہے وہ کافر ہے جو جہنم کے اندر ہمیشہ ہمیشہ رہے گا یہ عین اس درجے کا کافر ہے جو کافر رسول اکرم ،سید دوعالم جناب محمد ﷺکے خلاف برسرپیکار تھے۔

مجاہدین کا قتل عام اور گرفتاریاں :

جو شخص موجودہ زمانے کے ان طاغوتوں ،مرتد حکمرانوں ،ان کی فوجوں اور حامیوں کے حالات اورمعاملات کو پہچان لے گا اور اس سبب اور وجہ کو پہچان لے گا کہ کس سبب سے یہ لوگ مسلمانوں اورمجاہدوں کے خلاف برسرپیکار ہیں ؟جہاں انہیں کوئی مسلم مجاہد یا غازی نظر آجائے فوراً قتل کردیتے ہیں یا گرفتار کرلیتے ہیں ۔جب کسی بھی شخص کو ان حکمرانوں کا معاملہ معلوم ہوجائے گا یا سبب

---

[65] مجموع الفتاوی:267/3

کا پورے یقین اور وثوق کے ساتھ علم ہوجائے گا تو یہ بات فوراً پہچان لے گا ان حکمرانوں کی جنگ کا معاملہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ ؒکی بیان کردہ جنگ کی دواقسام میں سے پہلی قسم)یعنی عقیدہ و دین کی بنیاد پر کسی مسلم کو قتل کرنا(کے ساتھ ہے۔

ایک عام سوچ (Common sense)رکھنے والا شخص یہ بھی جانتا ہے کہ موجودہ دور میں مجاہدینِ اسلام اورخالص العقیدہ مومنین سے جھگڑے اور جنگ کا اصل سبب یہی ہے کہ یہ لوگ ان طاغوتی حکمرانوں کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کے لیے اور ان کی کافرانہ پالیسوں کو اختیار کرنے اور ماننے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہیں ۔اللہ رب العالمین کی شریعت کی حاکمیت اور برتری کو قائم کرنا اور دیکھنا چاہتے ہیں ۔تاکہ دنیا بھر میں اللہ کے بندے اللہ کے نازل کردہ دین کے مطابق اپنے فیصلے کریں اور اپنی زندگیاں بنائیں۔

ان مجاہدین اسلام کا ان کافرومرتد حکمرانوں سے کوئی مال کا جھگڑا یا اقتدار کا جھگڑا یا دنیوی معاملات کاکوئی جھگڑا نہیں ہے ۔ان کافر ومرتد حکمرانوں اور ان کی افواج و جنود کے دین اسلام کو ناپسند کرنے کی اس سے بڑی اورکیا دلیل اور علامت ہوگی کہ ان ظالموں نے مسلمانوں اور مجاہدوں کے خلاف جنگ شروع کررکھی ہے ۔ہر شخص جانتا ہے کہ کسی کے ساتھ جنگ کا چھڑجانا اس کو ناپسند کرنے اور اس سے نفرت کرنے کی سب سے بڑی دلیل اور علامت ہے ۔گویا ان حکمرانوں کے مرتد ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ انھوں نے دین اسلام سے نفرت اورناپسندیدگی کا رویہ اختیارکیا ۔اس طرح ان پر کفر کی اوپر تلے دوتہیں چڑھی ہوئی ہیں ۔

خونِ مسلم کو مباح جاننے والاڈاکوسے زیادہ سزا کامستحق ہے:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ ؒسے ایک ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا کہ جو کسی مسلمان کے خون بہانے کوجائز ہونے کے نظریے پر کاربند ہے ۔اس کا کیا حکم ہے؟تو امام ابن تیمیہ ؒنے درج ذیل جواب ارشاد فرمایا:

’’فَالَّذِیْ یَعقتَقِدُ حَلَّ دِمَآءِ الْمُسْلِمِیْنَ وَأَمْوَالِهِمْ وَ یَسْتَحِلُّ قِتَالَهُمْ أَوْلٰی بِأَنْ یَّکُوْنَ مُحَارِبًا لِلّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ سَاعِیًا فِی الْاَرْضِ فَسَادًا

مِنْ هٰــؤُلَاءِ ، كَمَـــا أَنَّ الْكَــافِرَ الْحَــرَبِيَّ الَّذِيْ يَسْــتَحِلُّ دِمَاء الْمُسْلِمِيْنَ وَأَمْـوَالَهُمْ وَ يَـرٰى جَـوَازَ قِتَـالِهِمْ أَوْلٰى بِالْمُحَـارَبَۃِ مِنَ الْفَاسِقِ الَّذِيْ يَعْتَقِدُ تَحْرِيمَ ذَالِكَ۔ ''[66]

''وہ شخص جو کلمہ گومسلمانوں کاخون بہاناجائز سـمجھتا ہے ،ان کے اموال پـر قبضـہ کرنـا مبـاح سـمجھتا ہے ،ان کے سـاتھ جنـگ کـرنے کـو درسـت قـرار دیتـا ہے یہ شـخص ان)ڈاکوؤں اورلٹـیروں (کی نسـبت کہیں بـڑھ کـر اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے والااور زمین میں فسـاد برپـا کـرنے والاسمجھا جائے گا۔[67]بالکل اسی طـرح جیسـے ایـک)کلمہ نہ پڑھنے والا(کافر ہے،جـو مسـلمانوں کے خلاف برسـرپیکار ہے اور مسلمانوں کا خون بہانا،مسلمانوں کے اموال وجائیداد پــر قبضہ جمانااور مسلمانوں کے سـاتھ جنـگ کرناجـائز سـمجھتا ہے ،اس سے جنـگ کرنـا اور لـڑائی کرنـا زیـادہ ضـروری اور اہم ہے اس فاسق)ڈاکــو،لٹــیرے اور اوبــاش (کی بہ نســبت جواگرچہ مال لوٹتے ہوئے عوام النـاس کـا خـون تـو بہاتـا ہے لیکن اس خـون بہانے کـو نظریـاتی اور اعتقـادی اعتبـار سـے جائز قرار نہیں دیتا۔''

مانعین زکوٰۃ مرتد ہیں تومسـلم سـے برسـرِ پیکـار کیـوں نہیں :

---

[66] مجموع الفتاوی:480/28

[67] اس عبارت کی وضاحت کچھ یوں ہے کہ امام ابن تیمیہ ؒکی زیر ترجمہ عبارت سے پہلے جو عبارت ہے اس میں فرماتے ہی ،اللہ تعالیٰ نے درج ذیل آیت کریمہ میں ارشاد فرمایاہے:﴿اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللہَ وَ رَسُوْلَہٗ وَ يَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْہِمْ وَ اَرْجُلُہُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ذٰلِکَ لَہُمْ خِزْيٌ فِی الدُّنيَا وَ لَہُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾)المائدہ:(33/5''ان کی سزا ، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺسے جنگ کرتے پھریں اور زمین میں فساد برپا کرتے پھریں ،یہی ہے کہ وہ قتل کردیے جائیں ،یا سولی چڑھادیے جائیں ،یامخالف جانب سے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیے جائیں ،یا انہیں جلاوطن کردیا جائے ،یہ توہوئی ان کی دنیوی ذلت وخواری اور آخرت میں ان کے لیے بڑا بھاری عذاب ہے۔''امام ابن تیمیہ اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں:علماء سلف نے اس آیت کو کافروں پر بھی فِٹ کیا ہے اور مسلمانوں پر بھی فِٹ کیا ہے ،مسلمانوں میں سے خاص طور پروہ لوگ اس آیت کے ضمن میں آتے ہیں ،جو راستوں پر بیٹھ کر لوگوں کا مال لوٹتے ہیں)ڈاکو اور لٹیرے وغیرہ(اور فقط لوگوں کا مال چھیننے کے لیے اسلحہ لہراتے ہیں ،اس طرح گویا وہ لڑائی اورجنگ کرکے لوگوں کا مال ہتھیاتے ہیں ،وہ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے والے ہیں ،زمین میں فساد کرنے کے درپے ہیں باوجود اس کے کہ وہ مسلمانوں کے خون بہانے کے حرام ہونے کا عقیدہ اورنظریہ بھی رکھتے ہیں ،ا س کے ساتھ ساتھ وہ اللہ اس کے رسول سے جنگ کرنے والے ہیں ،زمین میں فساد کرنے کے درپے ہیں ،باوجود اس کے کہ وہ مسلمانوں کے خون بہانے کے حرام ہونے کا عقیدہ اور نظریہ بھی رکھتے ہیں ،اس کے ساتھ ساتھ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺپر ایمان بھی رکھتے ہیں ،مگر اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو ''الْمُحَارِبُ لِلّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ''اور ''السّاعی فِیْ الْاَرْضِ فَسَادًا''ہی قرار دیاہے،تو اُن لوگوں کے بارے میں کیا خیال ہے جو مسلمانوں کے خون بہانے کو باقاعدہ نظریاتی طور پر جائز سمجھتے ہیں اور مسلمانوں سے جنگ کرتے ہیں ؟کیا یہ دوسری قسم کے لوگ پہلی قسم کے لوگوں سے زیادہ بڑے ''اللہ اور رسول eکے خلاف جنگ کرنے والے اور زمین میں فساد پھیلانے والے نہیں ہیں ! جی ہاں!یہ دوسری قسم کے لوگ زیادہ بڑے اللہ اور اُس کے رسول کے خلاف جنگ کرنے والے اورزمین میں فساد پھیلانے والے ہیں ۔

کافروں سے دوستی کرنے والے اورمسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے والوں کے بارے میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ ؒمزید رقمطراز ہیں :

’’ وَاِذَا کَانَ السَّلَفُ قَدْ سَمُّوْا مَانِعِیْ الزَّکَاۃِ مُرْتَدِیْنَ مَعَ کَوْنِھِمْ یَصُوْمُوْنَ وَ یُصَلُّوْنَ ، وَلَمْ یَکُوْنُوْا یُقَاتِلُوا جَمَاعَۃَ الْمُسْلِمِیْنَ ، فَکَیْفَ بِمَنْ صَارَ مَعَ أَعْدَاءِ اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ قَاتِلًا لِلْمُسْلِمِیْنَ ۔‘‘[68]

’’سلف صالحین ،ائمہ ومحدثین صحابہ وتابعین نے)اپنی اپنی تصانیف اور توضیحات میں سیدنا ابوبکر صدیقt کے دور خلافت میں (زکوٰۃ نہ دینے والوں کو مرتد قرار دیا ہے ، حالانکہ وہ روزے رکھتے تھے ،نمازیں بھی پڑھتے تھے اور مسلمانوں کے خلاف نبردآزما)برسرپیکار(بھی نہیں ہوتے تھے ،جب اسلاف امت کے ہاں وہ مرتد تھے تو جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ(کے دشمنوں کا پورا پورا ساتھ دیتے ہیں اور کافروں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف جنگ کرتے ہیں)خود غور کرلیجیے کہ متأخر الذکر لوگوں کے بارے)میں (سلف صالحین کا فتوٰی کیا ہوسکتا ہے؟(

) شیخ الاسلام اما م ابن تیمیہ ؒکی گفتگو اور وضاحت سے یہ بات واضح ہوئی کہ صحابہ کرام ؓنے زکوٰۃ نہ دینے والوں پر مرتد ہونے کا فتوٰی دیا اور حکم لگایا ہے،باوجود اس کے کہ وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ وقتال برپا نہیں کیے ہوئے تھے۔اگر وہ صحابہ کرام کے ہاں کافر ومرتد تھے ،تو جولوگ کافروں کا ساتھ دیتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف باقاعدہ جنگ کررہے ہیں وہ کفر وارتداد میں ان سے کہیں زیادہ آگے بڑھے ہوئے ہیں۔

افراد اپنی نیتوں پر اٹھیں گے:

سیدنا عبداللہ بن عمر ؓرسول اللہ ﷺسے مروی ایک حدیث کو بیان فرماتے ہیں :

﴿کَانَ اِذَا أَنْزَلَ اللّٰہُ بِقَوْمٍ عَذَابًا أَصَابَ الْعَذَابَ مَنْ کَانَ فِیْھِمْ ثُمَّ بُعِثُوْا عَلٰی أَعْمَالِھِمْ﴾[69]

---

68 مجموع الفتاوی:531,530/28

69 صحیح البخاری=کتاب الفتن:باب أنزل اللہ بقوم عذابا، الحدیث:1708۔ صحیح مسلم=کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا:باب الامر بحسن الظن باللہ تعالٰی۔،الحدیث:2879۔اس حدیث کو امام احمد بن حنبل اور امام ابن حبان ؒنے بھی روایت کیا ہے۔

’’جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عذاب نازل کرتاہے تو عذاب ان سب لوگوں پر آتا ہے جو ا س قوم میں شامل ہوتے ہیں پھر ان کو ان کے اعمال کے مطابق اٹھایاجائے گا ۔)اگر کوئی ان میں نیک ہوگا تو ثواب کاحقدار ٹھہرے گاجو باقی ہوں گے وہ عذاب میں مبتلاکیے جائیں گے(‘‘

مذکورہ بالاحدیث مبارکہ کی تشریح بیان کرتے ہوئے حافظ ابن حجر ؒفرماتے ہیں :

’’وَ یُسْتَفَادَ مِنْ ھٰذَا مَشْرُوْعِیُّ الْھَرْبِ مِنَ الکُفَّارِ وَ مِنَ الظَّلَمَۃِ لِأَنَّ الْاِقَامَۃَ مَعَھُمْ مِنْ اِلْقَاءِ النَّفْسِ اِلَی التَّھْلُکَۃِ ، ھَذَا اِذَا لَمْ یُعِنْھُمْ وَلَمْ یَرْضَ بِأَفْعَالِھِمْ فَاِنْ أَعَانَ أَوْ رَضِیَ فَھُوَ مِنْھُمْ‘‘[70]

’’اس حدیث رسول ﷺسے معلوم ہواکہ کافروں اورظالموں کے علاقے اورملک سے بھاگ جانا چاہیے یعنی کفر وظلم والی سرزمین سے نکل جاناچاہیے ،کیونکہ کافروں اورظالموں کے درمیان رہائش اختیار کرنا اور زندگی گزارنا گویا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہے یہ معاملہ تو اس وقت ہے جب کوئی ان کافروں اور ظالموں کا تعاون نہ کرے اور ان کافروں اور ظالموں کے اقدامات اورکاروائیوں کو ناپسند کرتا ہو،ایسی صورت میں سرزمین کفر وظلم سے رخت سفرباندھ جانا بہتر اورمناسب ہے لیکن اگر کوئی کلمہ گو اور مسلمان شخص باقاعدہ ان کافروں اور ظالموں کا تعاون کرنے لگ جائے اور ان کی کاروائیوں اور اقدامات کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھنے لگ جائے پھر تووہ ان کے حکم میں شامل ہوگا ،جو معاملہ اور انجام دنیا وآخرت میں ان کافروں اور ظالموں کا ہوگاوہی ان اس تعاون کرنے والے اور ان کی کاروائیوں پر خوش ہونے والے کا ہوگا۔‘‘

ہمہ گیر فتنے سے بچو:

اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

﴿وَ اتَّقُوْا فِتْنَۃً لَّا تُصِیْبَنَّ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْکُمْ خَآصَّۃً وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ﴾)الانفال= (8:25

[70] فتح الباری:61/13

''اور تم ایسے وبال سے بچ جاؤ!جو خاص ان ہی لوگوں پر واقع نہ ہوگاجو تم میں سے ان گناہوں کے مرتکب ہوئے ہیں ۔اور یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔''

مذکورہ بالاآیت کی تفسیر میں امام قرطبیؒ فرماتے ہیں :

ہمارے علماء کا کہنا ہے کہ جب فتنے وفساد عام پھیل جائے تو سب کے سب ہلاک کردیے جاتے ہیں ۔یہ اس وقت ہوتا ہے جب گناہ ظاہراً ہونے لگ جائیں ،برائی چہار سو پھیل جائے اور اس کی روک تھام نہ ہورہی ہو.بلاشبہ جو لوگ برائی پر ایک دوسرے کی باقاعدہ مدد کرنا شروع کردیں ،تو اسلامی معاشرے کے ہر فرد پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ اس برائی کو ہرممکن طریقے سے روکے ۔اگر ہر شخص ہی خاموشی اختیار کرنے لگ جائے تو سب کے سب گنہگار ہوتے ہیں ۔ کچھ تو گناہ کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے اور کچھ اس گناہ پر ''خاموش رضا''کا ارتکاب کرنے کی بناء پر ۔اس لیے اللہ رب العزت نے اس خاموشی اختیار کرنے والے (صوفی)کو بھی گناہ کاارتکاب کرنے والے کی سزا میں برابر کا حصہ دار بنادیا ہے۔اس کاسبب یہ ہے کہ کسی کام کو پسند کرنے والااس کام کو کرنے والے کی طرح ہی ہوتا ہے۔اس لیے وہ سزا کے اندر ساتھ پروردیاجاتا ہے۔[71]

مجدّدالدعوہ محمد بن عبدالوہاب ؒکی وضاحت:

گذشتہ صفحات میں ہم نے امام ابن تیمیہ ؒکے چار اقتباس پیش کیے تھے ۔اب ہم ذیلی سطور میں چار اقتباسات امام محمد بن عبدالوہاب کے پیش کرتے ہیں ۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب ؒاپنے ایک مختصر رسالے ''فِی نَوَاقِضِ الاِسلَام''میں ان عقائد ونظریات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں جو اسلام سے خارج کرنے والے ہیں ۔ان میں سے آٹھویں نمبر پر اسلام سے خارج کرنے والا عقیدہ اور نظریہ یہ ہے کہ:

''مُظَاهِرَۃُ الْمُشْرِکِیْنَ وَ مُعَاوَنَتَهُمْ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ لِقَوْلِہٖ تَعَالٰی:﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لاَ تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰٓی اَوْلِیَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْکُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لاَ یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ﴾[72]

[71] تفسیر القرطبی:375,374/7،نیز دیکھیے أحکام القرآن لابن العربی:847/2
[72] مجموعۃ التوحید:33

’’مشرکوں کی مدد کرنا اورمسلمانوں کے خلاف ان کا کسی بھی طرح تعاون کرنا نواقض اسلام میں سے ہے۔‘‘اس کی دلیل سورہ المائدہ کی آیت :۵۱میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:’’اے ایمان والو!تم یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ،یہ تو آپس ہی میں ایک دوسرے کے دوست ہیں ،تم میں سے جو بھی ان میں سے کسی سے دوستی کرے گا وہ بے شک انہی میں سے ہے،ظالموں کو اللہ تعالیٰ ہرگز راہِ ہدایت نہیں دکھاتا‘‘

<u>کفار کے ہاں ان کے دوش بدوش زندگی کفر ہے:</u>

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب مزید وضاحت فرماتے ہیں :

اِنْ کَانَتِ الْمُوَالَاۃُ مَعَ مَسَاکِنَتِھِمْ فِیْ دِیَارِھِمْ وَ الْخُرُوْجُ مَعَھُمْ فِی قِتَالٍ وَنَحْوَ ذَالِکَ فَاِنَّہٗ یُحْکَمُ عَلَی صَاحِبِھَا بِالْکُفْرِ ، کَمَا قَالَ تَعَالٰی﴿وَ مَنْ یَّتَوَلَّھُمْ مِّنْکُمْ فَاِنَّہٗ مِنْھُمْ﴾، وَقَوْلُہٗ تَعَالی ﴿وَقَدْ نَزَّلَ عَلَیْکُمْ فِی الْکِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰیٰتِ اﷲِ یُکْفَرُ بِہَا وَ یُسْتَہْزَاُ بِہَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَھُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِہٖ اِنَّکُمْ اِذًا مِّثْلُھُمْ اِنَّ اﷲَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ الْکٰفِرِیْنَ فِیْ جَہَنَّمَ جَمِیْعَا﴾[73]

’’یہ بات اپنی جگہ بجا ہے کہ کافروں کے ساتھ اس طرح کے دوستانہ مراسم قائم کرنا کہ ،ان کے گھروں اور علاقوں میں ان کے دوش بہ دوش زندگی گزارنا اور ان کے شانہ بشانہ ہوکر مسلمانوں کے خلاف لڑائی کرنا وغیرہ ،ایسے امور اور معاملات ہیں کہ ایسے کام کرنے والوں پر کفر کا حکم لگے گا ،جیسا کہ اللہ رب العزت نے سورہ المائدہ کی آیت : ۵۱میں ارشاد فرمایا ہے:’’تم میں سے جو بھی ان میں سے کسی سے دوستی کرے گا وہ بے شک انہی میں سے ہوگا۔‘‘اسی طرح سورہ النساء کی آیت:۱۴۰ میں ارشاد فرمایا ہے:اور اللہ تعالیٰ تمہارے پاس اپنی کتاب میں یہ حکم تار چکا ہے کہ تم جب کسی مجلس والوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ کفر کرتے اور مذاق اڑاتے ہوئے سنوتو اس مجمع میں ان کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک کہ وہ اس کے علاوہ اور باتیں نہ کرنے لگ جائیں ورنہ تم بھی اس وقت انہی

---

[73] مجموعۃ التوحید:75

جیسے کہ یقینا اللہ تعالیٰ تمام کافروں اورمنافقوں کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے‘‘

ایک شبہ اور اس کا ازالہ:

مجدّد الدعوۃ الاسلامیہ محمد بن عبدالوہاب مزیدفرماتے ہیں :
’’وَلَکِنَّهُمْ يُجَادِلُوْنَكُمْ الْيَوْمَ بِشُبْهَةٍ وَّاحِدَةٍ ، فَاصْنَعُوْا لِجَوَابِهَا ، وَذٰلِکَ أَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ كُلُّ هٰذَا حَقٌّ نَشْهَدُ أَنَّہ دِيْنُ ا للہ وَ رَسُوْلِہ إِلَّا التَّكْفِيْرَ وَالْقِتَالَ ، وَالْعَجَبْ مِمَّنْ يَّخْفٰى عَلَيْہ هٰذَا إِذَا أَقَرُّوْهَا أَنَّ هَذَا دِيْنُ اللہ وَ رَسُوْلِہ كَيْفَ لَا يُكَفَّرُ مَنْ أَنْكَرَہ وَ قَتَلَ مَنْ أَمَرَ بِہ وَ حَسْبَهُمْ كَيْفَ لَا يُكَفَّرُ مَنْ أَمَرَ بِہ بِحَبْسِهِمْ كَيْفَ لَا يُكَفَّرُ مَنْ جَاءَ إِلٰى أَهْلِ الشِّرْكِ يَحُثُّهُم عَلٰى لُزُوْمِ دِيْنِهِمْ وَ تَزِيِيْنِہ لَهُمْ وَ يَحُثُّهُمْ عَلٰى قَتْلِ الْمُوْحِدِيْنَ وَ أَخْذِ أَمْوَالِهِمْ كَيْفَ لَا يُكَفَّرُ وَ هُوَ يَشْهَدُ أَنَّ الَّذِىْ يَحُثُّ عَلَيْہ أَنَّ رَسُوْلَ اللہ أَنْكَرَہ وَ نَهٰى عَنْہ وَ سَمَّاہ الشِّرْكَ بِاللہ وَيَشْهَدُ أَنَّ الَّذِىْ يُبْغِضُہ وَ يُبْغِضُ أَهْلَہ وَ يَامُرُ الْمُشْرِكِينَ بِقَتْلِهِمْ هُوَ دِيْنُ اللہ وَرَسُولِہ وَاعْلَمُوْا أَنَّ الْأَدِلَّۃ عَلٰى تَكْفِيْرِ الْمُسْلِمِ الصَّالِحِ إِذَا أَشْرَكَ بِاللہ أَوْ صَارَ مَعَ الْمُشْرِكِيْنَ عَلَى الْمُوْحِّدِيْنَ وَ لَوْ لَمْ يُشْرِكْ أَكْثَرُ مِنْ أَنْ تُنحَصَرَ مِنْ كَلَامِ اللّہ وَ كَلَامِ رَسُوْلِہ وَكَلَامِ أَهْلِ الْعِلْمِ ۔
وَأَنَا أَذْكُرُ لَكَ آيَۃ مِّنْ كَلَامِ اللہ أَجْمَعَ أَهْلُ الْعِلمِ عَلٰى تَفْسِيرِهَا وَ أَنَّهَا فِى الْمُسْلِمِيْنَ وَ أَنَّ الرَّجُلَ إِذَا قَالَ ذَلِکَ فَهُوَ كَافِرٌ فِي أَيِّ زَمَانٍ كَانَ ، قَالَ تَعَالٰى :مَنْ كَفَرَ بِاللہ مِنْ بَعْدِ إِيْمَانِہ إِلَّا مَنْ أُكْرِہ وَ قَلْبُہ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيْمَانِ وَلكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللہ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ وَفِيْهَا ذِكْرُ أَنَّهُمْ اسْتَحَبُّوْا الْحَيَاۃ الدُّنْيَا عَلَى الْآخِرَۃ
فَإِذَا كَانَ الْعُلْمَاءُ ذَكَرُوْا أَنَّهَا نَزَلَتْ فِى عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ رَضِيَ اللہ عَنْہ لَمَّا فَتَنَہ أَهْلُ مَكَّۃ ، وَذَكَرُوْا أَنَّ الإِنْسَانَ إِذَا تَكَلَّمَ بِكَلَامِ الشِّرْكِ بِلِسَانِہ مَعَ بُغْضِہ لِذٰلِکَ وَ عَدَاوَۃ أَهْلِہ لٰكِنْ خَوْفًا مِّنْهُمْ فَهُوَ كَافِرٌ بَعَدَ إِيْمَانِہ‘‘[74]
’’بعض لوگ آج کل تم سے اس معاملے میں بحث وتکرار اور جھگڑا کرتے ہوئے ایک شبہ پیش کرتے ہیں وہ شبہ اور اس کا جواب خوب دل لگا کر پڑھ لیں شبہ پیش کرنے والے بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ ساری باتیں جو آپ لوگ بیان

[74] الرسائل الشخصیہ ، القسم الخامس من مؤلفات الشیخ محمد بن عبدالوہاب:272

کرتے ہیں بالکل درست ہیں ہم مانتے ہیں کہ آپ لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺکا ہی دین ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں ۔آپ کے ساتھ ہم درج ذیل دوباتوں کے سوا تمام باتوں میں اتفاق کرتے ہیں :

- کافروں کے ساتھ دوستی کرنے والوں کو کافر کہنے کے معاملے میں اور
- ان کے ساتھ قتال کرنے کے معاملے میں۔

اس کا جواب پیش خدمت ہے :انتہائی تعجب انگیز بات تویہی ہے کہ ایک ایسے شخص پراس شبہ کا جواب مخفی ہے جو اس بات کا اقرار بھی کرتا ہے کہ ہمارا موقف قرآن وسنت اور اللہ اور اس کے رسول ﷺکے دین کے مطابق ہے۔ جب کوئی شخص صدق دل سے تسلیم کرتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺکا دین ''اسلام''برحق دین ہے۔توپھر:

- وہ شخص اس کو کافر کیوں نہیں کہتا ؟جو اس دین کا انکار کرتا ہے ؟اس دین کی طرف دعوت دینے والے اور اس دین کو قائم کرنے والے ،داعی اورمجاہد کو قتل اور گرفتار کیوں کرتا ہے؟

- پھر وہ شخص اس شخص کوکافرکیوں نہیں کہتا ؟جو اپنی فوج اور انتظامیہ کو حکم دیتا ہے کہ ان مجاہدوں اور داعیوں کو گرفتار کرکے قید وبند کی صعوبتوں سے دوچار کردو؟

- پھر وہ اس شخص کو کافر کیوں نہیں کہتا ؟ جومشرکوں کے پاس جاکر انہیں برانگیختہ کرتا ہے کہ تم اپنے دین پر ڈٹے رہو، تمہارا دین ومذہب نظریہ ومؤقف بہت ہی بہترین اور خوبصورت ہے۔[75]

---

[75] اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ شریعت کی بجائے کفار ومشرکین کے دین اور قانون ،تہذیب اور تمدن ،ثقافت اور معاشرت ،معیشت اور سیاست کو زیادہ پسندیدہ ،خوبصورت اور درست کہنے کی ایک مثال اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء کی آیت: 51 میں بھی بیان فرمائی ہے ۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَ الطَّاغُوْتِ وَ يَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰۤؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ﴾)النساء= (51:4
''کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا کچھ حصہ ملا ہے؟جوبتوں کا اورباطل معبودوں کا اعتقاد رکھتے ہیں اور کافروں کے حق میں بیان دیتے ہیں کہ یہ لوگ ایمان والوں سے زیادہ راہِ راست پر ہیں ''مذکور بالا آیت ایک یہودی عالم اور سردار کعب بن اشرف)لعنۃ اللہ علیہ(کے متعلق نازل ہوئی تھی ،جب وہ مکے آیاتواہل مکہ نے اس سے پوچھا !بتائیے!ہم زیادہ راہِ ہدایت پر ہیں یاکہ محمدﷺاور ان کے ساتھی ؟کعب بن اشرف

اس کے ساتھ ساتھ وہ مشرکوں اور کافروں کو خالص العقیدہ اہل توحید کے قتل اور ان کے اموال پر قبضہ کرنے)اکاؤنٹس منجمد کرنے(کے لیے ابھارتا ہے؟

پھر وہ شخص اس شخص کے کافر ہونے کا عقیدہ کیوں نہیں رکھتا ؟حالانکہ وہ گواہی دیتا ہے کہ کافروں اور مشرکوں کے پاس جاکر انہیں جس چیز پر برانگیختہ کرتا ہے رسول اکرم جناب محمدﷺنے اس چیز کا انکار کیا ہے ، اس سے روکا ہے اور اس طرز عمل کو شرک قرار دیا ہے ۔ علاوہ ازیں اس بات کی گواہی بھی دیتا ہے کہ اہل توحید اور مجاہدین کے جن اعمال واقدامات عقائد ونظریات کو وہ ناپسند کرتا ہے اللہ کادین بہرحال یہی ہے اورمجاہدین اور مؤحدین ہی حقیقت میں دین کے اصل داعی اور نافذ کرنے والے ہیں ؟

یادرکھیے !کوئی کلمہ پڑھنے والانیک مسلمان جب اللہ کے ساتھ شرک کرنے لگ جائے اورموحدین کے مخالف ہوکر مشرکین کا ساتھی بن جائے وہ کافر ہوجاتا ہے اگرچہ وہ بذاتِ خود شرک کا ارتکاب نہ بھی کرے ۔قرآن مجید میں رسول اکرم ﷺکی احادیث مبارکہ میں اوراہل علم کی تالیفات وتصنیفات میں اس بارے میں اتنے دلائل ہیں کہ ان کو احاطہ تحریر میں لانا دشوار ہے۔

یہاں پر بطور مثال (For an Example)میں صرف قرآن مجید کی ایک آیت پیش کرنے پر اکتفا کروں گا ۔یہ وہ آیت ہے کہ تمام اہل علم نے اس کی تفسیر وتشریح بیان فرماتے ہوئے متفقہ طور پریہ بیان کیا ہے کہ یہ آیت واقعتا ایک ایسے شخص کے بارے میں ہے جو پہلے کلمہ پڑھنے والا مسلمان ہو،پھر وہ کافروں اور مشرکوں کے ساتھ جاکر مل جائے اگر وہ ان کی طرح شرک بھی نہ کرے صرف مشرکوں کا ساتھی

نے بددیانتی ،خباثت نفس اور حسد وکینہ کی بناپر یہ ریمارکس دیے کہ آپ لوگ ایمان والوں)یعنی محمدﷺاور ان کے صحابہ کرامؓ(سے زیادہ فکر راست کے حامل ہیں سچ یہ ہے کہ
عَيْنُ الرِّضَا عنْ كُلِّ عَيْبٍ كَلِيْلَةٌ
كَمَا أَنَّ عَيْنَ السُّخَطِ تُبْدِی المَسَاوِيَا
)کسی سے محبت ہو تو اس کاکوئی عیب بھی نہیں لگتا،جس طرح کسی سے ناراضگی ہو تو ہر بات میں کیڑے ہی نکالے جاتے ہیں (

بن جانے کی بناپر وہ کـافر ہوجاتـا ہے ۔ایسـے شـخص پـر اللہ تعـالیٰ نے واضح طور پر لفظ ’’کفر ‘‘استعمال فرمایا ہے۔ایسا شـخص کسـی بھی زمانے میں ہوکسی بھی علاقے میں ہو اس پـر کـافر ہونے کـا حکم لگتـا ہے ۔اللہ تعالیٰ سورۃ النحل کی آیت :۱۰۶ میں ارشاد فرماتے ہیں:

’’جو شخص اپنے ایمان کے بعد اللہ تعالیٰ سے کفـر کـرے بجـز اس کے جس پر جبر کیا جائے اور اس کا دل ایمان پـر برقـرار ہو۔مگر جو کھلے دل سے کفر کرے تـو ان لوگـوں پـر اللہ کـا غضب ہے اوران ہی کے لیے بہت بڑا عذاب ہے ‘‘

سـورۃ النحـل کی مـذکورہ بـالا آیت سـے اگلی آیت :۱۰۷ میں اللہ رب العزت نے ان ایمان لانے کے بعد کفر کـرنے والـوں کے کفـر کـا سـبب بھی بیان فرمایا ہے۔ان کے کفر کـرنے کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے دنیـا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دی ۔

علماء کرام نے ذکر فرمایا ہے کہ یہ آیت سیدنا عمـار بن یاسـرؓکے بارے میں اس وقت نـازل ہوئی جب اہل مکہ نے انہیں طـرح طـرح کی آزمائشــوں اور ابتلاؤں میں مبتلارکھــا تھــا۔علماء کــرام نے اس آیت کی تفسیر میں یہ بھی واضح کیـا ہے کہ کـوئی انسـان جب اپـنی زبـان سـے شرک اور کفر والی بات نکال دیتـا ہے ،حـالانکہ اس انسـان کے دل میں کفــر اور شــرک کی نفــرت اور عــداوت موجــود ہے محض کـافروں اور مشرکوں سے ڈرتے ہوئے وہ شرکیہ اورکفریہ بات کہہ ڈالتا ہے تو ایسـا شخص بھی ایمان لانے کے بعد کافر ہوجاتا ہے۔‘‘
(محمد بن عبدالوہاب ؒکی تیسری وضاحت مکمل ہوئی)[76]

تم یقینا کافر ہوچکے ہو:

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب ایک اور مقام پر مزیـد وضـاحت فرماتے ہیں :

[76] ملاحظہ=مجدد الدعوۃ شیخ محمد بن عبدالوہابؒکے کلام کا مطلب یہ ہے کہ سورۃ النحل کی آیت :۱۰۶میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس شخص کا تذکرہ کیا ہے جو شخص دنیوی مفادات واغراض کے حصول اور دنیـوی آسائش اور مال ومتاع کے چھن جـانے کے خـوف کی بناء پـر کفـریہ بـات کہہ ڈالے تـو وہ کـافر ہوجاتـا ہے۔لیکن --- اگرکسی شخص کو انتہائی درجے مجبور اور بے بس کردیا جائے کہ وہ ضرور کفریہ کلمہ مونہہ سـے نکـالے توایسـا شخص کافر نہیں ہوتا ،کیونکہ اس کا دل ایمان اور اسلام پر مطمئن ہوتا ہے ،جیسا کہ سیدنا عمار بن یاسـر tنے جبر واکراہ کی صورت میں ایسا کام کیا تھا۔معلوم ہوتا ہے کہ ایک شخص ہے جـو ’’خـائف ‘‘)خـوفزدہ(ہے ،جبکہ دوسراوہ شخص ہے جو ’’مکرہ‘‘)بے بس اور مجبور (ہے ،خائف اور خوفزدہ کے لیے کلمۂ کفـر کہنے کی اجـازت اور رخصت نہیں ہے ،جبکہ مجبور بے بس اور انتہائی درجے کے ناچـار آدمی کے لـیے کلمۂ کفـر کہنے لیۓ کی اجـازت اور رخصت ہے ،اس کی مفصل بحث اسی کتاب کے مسئلہ:۹ ’’مجبور کیے جانے والے شخص کا حکم‘‘ میں آرہی ہے۔

’’وَلٰکِنْ عَلَیْکَ بِفَھْمِ آیَتَیْنِ مِنْ کِتَابِ اللہِ، أَوْلٰھُمَا : مَا تَقَدَّمَ مِنْ قَوْلِہٖ: ﴿لاَ تَعْتَذِرُوْا قَدْ کَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِکُمْ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَۃٍ مِّنْکُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَۃً بِاَنَّھُمْ کَانُوْا مُجْرِمِیْنَ﴾ ، فَاِذَا تَحَقَّقْتَ أَنَّ بَعْضَ الصَّحَابَۃِ الَّذِیْنَ غَزَوْا الرُّوْمَ مَعَ رَسُوْلِ اللہِ ﷺ کَفَرُوْا بِسَبَبِ کَلِمَۃٍ قَالُوْھَا عَلٰی وَجْہِ الْمَزْحِ وَاللَّعْبِ، تَبَیَّنَ أَنَّ الَّذِیْ یَتَکَلَّمُ بِالْکُفْرِ أَوْ یَعْمَلُ بِہٖ خَوْفًا مِنْ نَقْصِ مَالٍ أَوْ جَاہٍ أَوْ مُدَارَاۃٍ لِأَحَدٍ: أَعْظَمُ مِمَّنْ تَکَلَّمَ بِکَلِمَۃٍ یَمْزَحُ بِھَا

وَالْآیَۃُ الثَّانِیَۃُ : قَوْلُہٗ تَعَالٰی:﴿مَنْ کَفَرَ بِاللہِ مِنْ بَعْدِ اِیْمَانِہٖ اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ وَ قَلْبُہٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِیْمَانِ وَّلٰکِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْکُفْرِ صَدْرًا فَعَلَیْھِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللہِ وَ لَھُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ﴾: فَلَمْ یَعْذُرِ اللہُ مِنْ ھٰؤُلَاءِ اِلَّا مَنْ أُکْرِہَ مَعَ کَوْنِ قَلْبِہٖ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِیْمَانِ ، وَأَمَّا غَیْرُ ھٰذَا فَقَدْ کَفَرَ بَعْدَ اِیْمَانِہٖ ، سَوَاءٌ فَعَلَہٗ خَوْفًا أَوْ مَشْحَّۃً بِوَطْنِہٖ أَوْ أَھْلِہٖ أَوْ عَشِیْرَتِہٖ أَوْ مَالِہٖ ، أَوْ فَعَلَہٗ عَلٰی وَجْہِ الْمَزْحِ ، أَوْ لِغَیْرِ ذٰلِکَ مِنَ الْأَعْرَضِ اِلَّا الْمُکْرَہَ

تَدُلُّ عَلٰی ھٰذَا مِنْ وَجْھَتَیْنِ : أَلْأُوْلٰی: قَوْلُ اِلَّا مَنْ أُکْرِہَ ، فَلَمْ یَسْتَثْنِ اللہُ اِلَّا الْمُکْرَہَ ، وَ مَعْلُوْمٌ أَنَّ الاِنْسَانَ لَا یُکْرَہُ اِلَّا عَلٰی الْعَمَلِ أَوِ الْکَلَامِ ، وَأَمَّا عَقِیْدَۃُ الْقَلْبِ فَلَا یُکْرَہُ أَحَدٌ عَلَیْھَا وَالثَّانِیَۃُ : قَوْلُہٗ تَعَالٰی:﴿ذٰلِکَ بِأَنَّھُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَیَاۃَ الدُّنْیَا عَلَی الْآخِرَۃِ وَأَنَّ اللہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ﴾ فَصَرَّحَ أَنَّ ھٰذَ الْکُفْرَ وَالْعَذَابَ لَمْ یَکُنْ بِسَبَبِ الْاِعْتِقَادِ أَوِ الْجَھْلِ أَوِ الْبُغْضِ لِلّدِیْنِ ، أَوْ مَحَبَّۃِ الْکُفْرِ ، وَاِنَّمَا سَبَبُہٗ أَنَّ لَہٗ فِیْ ذَالِکَ حَظًّا مِنْ حُظُوْظِ الدُّنْیَا فَآثَرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ ،)وَاللہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی أَعْلَمُ([77]

’’آیا کوئی شخص ایمان لانے اور کلمہ پڑھنے کے بعد بھی کافر ہوسکتا ہے یاکہ نہیں ،اس سوال کا جواب سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ آپ قرآن مجید کی دو آیات کو سمجھیں

۱ پہلی آیت تو یہ ہے کہ جس میں اللہ رب العالمین ارشاد فرماتے ہیں :’’تم بہانے نہ بناؤ ،یقینا تم ایمان کے بعد کافر ہوچکے ہو،اگر ہم تو لوگوں میں سے بعض سے درگزر بھی کرلیں توکچھ لوگوں کو ان کے جرم کی سنگین سزا بھی دیں گے‘‘)التوبہ=

[77] رسالہ کشف الشبہات فی التوحید من کتاب مجموعۃ التوحید:126,125 نیز دیکھیے الرسائل النجدیۃ:46 ، کشف الشبہات فی التوحید لمحمد بن عبدالوہاب:۲۷، المطبوعۃ من دار الوطن للنشر والاعلام

۹:۶۶(اس ارشاد باری تعالیٰ کے متعلق یہ بات ثابت ہے کہ بعض کلمہ پڑھنے والوں اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد میں شرکت کرنے والوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی،یہ وہ لوگ تھے جو رسول اکرم ﷺ کے ہمراہ اور ہمرکاب ہوکر اہل روم کے ساتھ جنگ تبوک کے لیے روانہ ہوئے تھے۔واپس آتے ہوئے ان سے ایک ایسا کلمہ سرزد ہوگیا ،جس کی بناپر اللہ تعالیٰ نے ان کو کافر قرار دیا۔وہ کلمہ بھی انہوں نے مزاح اورکھیل تماشہ کے طور پر ادا کیا تھا۔[78]

یہاں سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ جو شخص زبان سے کفر والی بات نکالتا ہے اور کفریہ اعمال بجالاتا ہے ،مال ودولت کے بارے میںخوف محسوس کرتے ہوئے یا کسی عہدے ومنصب کے چھن جانے کا خوف محسوس کرتے ہوئے یا کسی کے ماتھے کی شکنوں کی پرواہ کرتے ہوئے وہ شخص تو اس آدمی سے کہیں بڑا مجرم اور کافر ہے جو صرف مزاح کے طور پر ایک کلمہ کفریہ منہ سے نکالتا ہے۔

۲ دوسری آیت وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :’’جو شخص اپنے ایمان کے بعد کفر کرے بجز اس کے جس پر جبر کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر برقرار ہومگر جو کوئی کھلے دل سے کفر کرے تو ان پر اللہ تعالیٰ کاغضب ہے۔اور ان ہی کے لیے بہت بڑا عذاب ہے‘‘)النحل (۱۰۶:۱۶ لٰہذا اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ان میں سے کسی کو معذور قرار نہیں دیا ہےمگر وہ شخص کہ جو انتہائی درجہ کا مجبور وبے بس ہو مگر اس کادل ایمان واسلام پر برقرار ہو۔اس کے علاوہ جو شخص بھی ایسا کرے گا وہ ایمان کے بعد کفر کا ارتکاب کرے گا ۔چاہے وہ کسی خوف وخطر کی بناپر ایسا کام کرے یا کسی کی ناراضگی کے

[78] یہاں ان منافقین کا تذکرہ ہورہاہے جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوۂ تبوک میں گئے ہوئے تھے ۔انھوں نے رسول اکرم ﷺ کے خلاف ایک بیہودہ سرائی یہ کی :یہ کان کا کچا ہے)ہلکا(ہے ۔مطلب یہ تھا کہ یہ ہر ایک کی بات سن لیتا ہے)معلوم ہوتا ہے کہ رسول ﷺ کے حلم وکرم اور عفو ودرگزر کی صفت سے ان کو دھوکہ ہواتھا(اللہ تعالیٰ نے فرمایا:نہیں !ہمارا پیغمبر شر اور فساد کی کوئی بات نہیں سنتا ۔جو بھی سنتا ہے تمہارے لیے اس میں خیرو بھلائی ہوتی ہے ۔جب ان منافقین کو بلاکر ان سے اُن کی اس بیہودہ سرائی کے بارے میں پوچھا گیا کہ تم نے یہ بات کیوں کہی ہے؟انہوں نے اس کا دولفظی جواب یہ دیا کہ ہم تومحض ہنسی مذاق کررہے تھے ۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:’’ہنسی مذاق کے لیے تمہارے سامنے اللہ تعالیٰ ،اس کی آیات اور اس کا رسول ﷺ ہی رہ گئے ہیں ؟ اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے واضح کردیا کہ تمہارے یہ کہنے سے وہ ایمان اور اسلام ختم ہوچکا ہے جو تم پہلے ظاہر کیا کرتے تھے ۔رسول اللہ ﷺ کے ساتھ استہزاء اور گستاخی کے بعد اب اس کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہ گئی ۔پہلے جو ایمان تھاوہ بھی نفاق پر مبنی تھا ۔تاہم اس کی بدولت ظاہری طور پر تمہارا شمار مسلمانوں میں ہوتا تھا اب اس کی بھی گنجائش ختم ہوگئی ہے بقول شخصے

پہلے ہی کیا عزت تھی اپنی پیشِ یار
شب بھی کی منتوں نے گنوادی رہی سہی

خوف س□ ایسا کر□ یا اپن□ وطن ،اپن□ ا□ل وعیال یا اپن□ کنب□ وقبیل□ کی خاطر ایسا کر□ یا فقط □نسی مذاق ک□ طور پر ایسا کر□ □یا ان ک□ علاو□ اس ک□ دل میں کوئی اور غرض اور مفاد □و□جبر واکرا□ کی صورت ک□ علاو□ کسی صورت ی□ جائز ن□یں □□□

مذکور□ بالاآیت میں دوباتیں قابل غور □یں:

□ اللہ تعالیٰ کا ی□ ارشاد عالی ک□ □اِلَّا مَنْ اُكْرِ□□’’مگر جومجبور کیا جائ□‘‘گویا اللہ تعالیٰ ن□ مجبور اور ب□ بس شخص ک□ علاو□ کسی کو بھی مستثنیٰ قرار ن□یں دیا □ی□ بات سب □ی جانت□ □یں ک□ کسی کو صرف کسی عمل ک□ معامل□ میں مجبور کیا جاسکتا □□ یا کلام اور گفتگو ک□ معامل□ میں □)یعنی مجبور کرک□ کوئی ایسا کام کروایا جاسکتا □□ جو کام مجبور شخص ن□ کرنا چا□تا □ویا ایسی بات ک□لوائی جاسکتی □□ جو مجبور ن□ ک□نا چا□تا □و□لیکن ج□اں تک دل ک□ عقید□ ونظری□ کا معامل□ □□ اس بار□ کوئی شخص بھی کسی کو مجبورن□یں کرسکتا□

□ سور□ النحل کی آیت:۱۰۶ س□ اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ ن□ کافر ومرتد □ون□ والوں ک□ کفروارتداد کی وج□ اور سبب بیان فرمات□ □وئ□ ارشاد فرمایا:’’ی□ اس لی□ □□ ک□ انھوں ن□ دنیا کی زندگی کو آخرت س□ زیاد□ محبوب رکھا □یقینا اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو را□ راست ن□یں دکھاتا‘‘اللہ تعالیٰ ن□ اس آیت میں واضح کردیا ک□ ان ک□ کفر اور عذاب کا سبب کوئی نظریاتی مسئل□ ،کوئی ج□الت والا معامل□ ،دین اسلام س□ نفرت کی وج□ س□ یا کفر س□ محبت کی وج□ س□ ن□یں بلک□ اس کا سبب ی□ □□ ک□ انھوں ن□ محض دنیا کی لذتوں ،آسائشوں اور راحتوں کی بناء پر دنیا فانی کی زندگی کو دین اسلام پر فوقیت اور ترجیح د□ ڈالی □)واللہ سبحان□ وتعالیٰ اعلم( ) شیخ محمد بن عبدالو□اب □ک□ چوتھ□ اقتباس کا ترجم□ مکمل □وا (

ذرا سوچئ□ اور غور فرمائی□ !کیا اتن□ واضح بیان ک□ بعد بھی اس شخص ک□ بار□ کسی بیان کی ضرورت باقی ر□ جاتی □□ ،جو کافروں اور مرتدوں ک□ ساتھ دوستان□ مراسم قائم کرتا □□ اور کافروں ک□ ساتھ مل کر مسلمانوں س□ جنگ کرتا □□□□اں صرف اس شخص کو

ہی مزید کسی بیان کی ضرورت محسوس ہوگی جس کے بارے کلام باری تعالیٰ میں ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰہُ فِتْنَتَہٗ فَلَنْ تَمْلِکَ لَہٗ مِنَ اللّٰہِ شَيْئًا﴾ (المائدہ= 41:5)

’’جس کو فتنے میں مبتلا کرنا (یعنی خراب کرنا) اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتو ایسے شخص کے لیے آپ کوئی ہدایت کی چیز نہیں پائیں گے۔‘‘

شیخ محمد بن عبدالوہاب ؒکے زیادہ اقتباسات پیش کرنے کی وجہ :

سابقہ گفتگو میں آپ نے ملاحظہ کیا ہے کہ بہت زیادہ عبارتیں اور پیراگراف مجددالدعوہ محمد بن عبدالوہاب ؒکے عرض گزار کیے گئے ہیں ،اس لیے کہ اس خاص مسئلے پرعلماء اہل عرب نے اور خاص طور پر علماء نجد نے بہت زیادہ گفتگواور کلام اپنی اپنی تصنیفات اور تالیفات میں درج فرمایا ہے۔اس کی وجہ وہ مماثلت اور موافقت ہے جو ہمارے اور ان کے درمیان پائی جاتی ہے ،کیونکہ انہیں بھی ویسے ہی حالات درپیش تھے جن کے ساتھ آج کے دور میں ہم دوچار ہیں ۔ جس طرح ہمیں ایسے حکمرانوں سے پالا پڑا ہوا ہے جو بھاگ بھاگ کر اللہ کے دشمنوں (کافروں اور مشرکوں) سے دوستیاں رچانے میں بڑے سرگرم دکھائی دیتے تھے ،پھر اس سے بڑھ کر پریشانی والی بات یہ تھی اس وقت بھی ایسے مَشَائِخ الضَّلَالَۃ، عُلْمَاءُ السُّوء،درباری اور سرکاری اسکالرز اور اصحاب جبہ ودستار مولوی دستیاب تھے جنہوں نے ان حکمرانوں کے متعلق فتوے دیئے کہ یہ اللہ کے دشمنوں کے ساتھ دوستیاں کرنے والے بلاشبہ ’’مسلمان‘‘ہیں ۔

جب کوئی شخص شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب ؒاور ان کے چاہنے والوں نیز ان کے بیٹوں اور پوتوں کے افکار ونظریات ،تشریحات وتصریحات اور اقتباسات پر غور کرے گا تو اس کو معلوم ہوجائے گا کہ واقعتا جو شخص کافروں اور مرتدوں سے دوستی قائم کرتا ہے وہ انہی کی طرح کافرو مرتد ہے ،اور اس شخص کاوہی حکم اور معاملہ ہے جوان کافروں کا ہے۔اگر کوئی شخص ایسا کام کسی دنیوی غرض سے کرے (مثلاً کسی عہدے و مرتبے ،کسی ایوارڈ ،پروٹوکول یا کسی دنیوی آسائش اور راحت کے حصول کے لیے کرے)یاکوئی شخص کافروں

اورمشرکوں سے محبت اور دوستی دل کی خوشی کے ساتھ کرے یا کافروں کے ساتھ دوستی اعتقادی اور نظریاتی ہم آہنگی کی بناء پر کرے دونوں صورتوں میں ہی وہ کافر شمار ہوگا۔ان میں کوئی فرق نہیں ہوگا۔

اللہ رب العزت شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب ؒ،ان کے بھائیوں ،ان کے تمام چاہنے والوں پر رحم وکرم فرمائے جن معاملات میں آج اختلاف کھڑے کردیے گئے اللہ تعالیٰ ان میں سے درست مؤقف ونظریے کی ہماری رہنمائی فرمائے یقینا وہ ہر چیز پر قادر ہے۔)آمین یارب العالمین(

مشرکین کا ہم نوالہ وہم پیالہ کافر ہے:

شیخ محمد بن عبدالوہاب ؒ کے پوتے سلیمان بن عبداللہ فرماتے ہیں :

’’اِعْلَمْ رَحِمَکَ اللہُ أَنَّ الْاِنْسَانَ اِذَا أَظْهَرَ لِلْمُشْرِکِیْنَ الْمُوَافِقَۃَ عَلٰی دِیْنِهِمْ خَوْفًا مِّنْهُمْ وَ مُدَارَۃً لَّهُمْ وَ مُدَاهَنَۃً لِدُفِعَ شَرِّهِمْ فَاِنَّہٗ کَافِرٌ مِّثْلُهُمْ وَ اِنْ کَانَ یَکْرَہُ دِیْنَهُمْ وَیْبْغِضُهُمْ وَیُحِبَّ الْاِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِیْنَ ، وَ هٰذَا اِذَا لَمْ یَقَعْ مِنْہُ اِلَّا ذَلِکَ ، فَکَیْفَ اِذَا کَانَ فِیْ دَارِ مَنَعَۃٍ وَاسْتَدعٰی بِهِمْ وَ دَخَلَ فِی طَاعَتِهِمْ وَ أَظْهَرَ الْمُوَافَقَۃَ عَلٰی دِیْنِهِمْ الْبَاطِلَ وَأَعَانَهُمْ عَلَیْہِ بِالنَّصْرَ وَالْمَالِ وَ وَالَاهُمْ وَ قَطَعَ الْمُوَالَاۃَ بَیْنَہٗ وَ بَیْنَ الْمُسْلِمِیْنَ ، وَ صَارَ مِنْ جُنُودِ الْقِبَابِ وَالشِّرْکِ وَ أَهْلِهَا بَعْدَ مَا کَانَ مِنْ جُنُودِ الاِخْلَاصِ وَالتَّوْحِیْدِ وَ أَهْلِہٖ ، فَاِنَّ هَذَا لَا یَشُکُّ مُسْلِمٌ أَنَّہٗ کَافِرٌ مِنْ أَشَدَّ مُسْلِمٌ أَنَّہٗ کَافِرٌ مِنْ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَۃً لِلّٰہِ تَعَالٰی وَ لِرَسُوْلِہٖ وَ لَا یُستَثْنٰی مِنْ ذَالِکَ اِلَّا الْمُکْرَہُ ‘‘

’’خوب جان لیجیے! کوئی بھی انسان جب مشرکین کے ساتھ اپنی موافقت اور یکجہتی کا اظہارکرتاہے خواہ ان سے ڈرتے ہوئے ایسا کرے یاان سے بناکر رکھنے کی خاطر ایسا کرے یا ان کے کسی شر سے بچنے کے لیے بچھ جانے کی وجہ سے ایسا کرے بہرحال وہ شخص ان مشرکوں کی طرح کا ہی مشرک وکافر ہوگا۔اگرچہ یہ شخص ان کافروں اور مشرکوں کے دین کو ناپسند ہی کرتا ہےاور اس کو صرف اظہار یکجہتی اورباہمی موافقت سے ہی وہ کافر ومشرک قرار پائے گا۔اب ذرا ٹھنڈے دل سے غور فرمالیجیے کہ اگر

کوئی شخص شان وشوکت والا ہو اور فوجی قوت وطاقت بھی اس کے پاس ہو پھر بھی وہ کافروں کاساتھ دے ،ان کی اطاعت میں داخل ہو،ان کے باطل دین ومذہب پر ان کی موافقت کرتے ہوئے ،ہر طرح کی سپورٹ مہیا کرتے ہوئے اورمالی وسائل بروئے کار لاتے ہوئے ان کا تعاون کرے اور ان کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کرے اپنے اور مسلمانوں کے درمیان نفرت کی دیواریں کھڑی کرلے ۔ اصحاب گدی و آستانہ ،اصحاب دربار ومزار اور دیگر مشرکین کا ہم نوالہ وہم پیالہ بن جائے جبکہ وہ پہلے اہل توحید میں سے تھا اور مخلص مسلمان تھالیکن مذکورہ بالا افعال بد کی بناپر بہرصورت وہ کافر قرار پائے گا ۔کوئی صحیح العقیدہ مسلمان اس کے کافر ہونے میں شک نہیں کرسکتا ۔یہ کافر بھی ایسا ہوگاکہ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ سب سے زیادہ عداوت کرنے والوں میں سے ہوگا۔ان میں سے وہ شخص مستثنیٰ (Exept)قراردیاجائے گا جس کے ساتھ جبر واکراہ والا معاملہ ہو۔''

کفار سے ہر قسم کا تعاون ''کفر'' ہے:

شیخ سلیمان بن عبداللہ فرماتے ہیں :

''اَلْأَمْرُ الثَّالِثُ مِمَّا يُوْجِبُ الْجِهَادَ لِمَنِ اتَّصَفَ بِهٖ مُظَاهَرَةُ الْمُشْرِكِيْنَ وَ إِعَانَتُهُمْ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ بِيَدٍ أَوْ بِلِسَانٍ أَوْ بِقَلْبٍ أَوْ بِمَالٍ ، فَهَذَا كُفْرٌ يُّخْرِجُ مِّنَ الإِسْلَامِ ، فَمَنْ أَعَانَ الْمُشْرِكِيْنَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ وَ أَعَانَهُمْ مِنْ مَالِهٖ بِمَا يَسْتَعِيْنُوْنَ بِهٖ عَلَى حَرْبِ الْمُسْلِمِيْنَ اِخْتِيَارًا مِنْهُ فَقَدْ كَفَرَ ، قَالَ الشَّيْخُ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَابِ فِى نَوَاقِضِ الْاِسْلَامِ ، الثَّامِنِ: مُظَاهَرَةُ الْمُشْرِكِيْنَ وَ مُعَاوَنَتُهمْ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ ، وَالدَّلِيْلُ قَوْلُهٗ تَعَالٰى ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰى اَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾[79]

''ایک ایسے شخص کے خلاف جہاد کو واجب کرنے والی تیسری بات یہ ہے کہ جو شخص بھی مشرکین کی مدد وحمایت کرتا ہے یا اپنے ہاتھ ،زبان یا مال غرضیکہ کسی

[79] الدررالسنیۃ فی الاجوبۃ النجدیۃ :7/275

بھی طرح مسلمانوں کے خلاف مشرکوں کو سپورٹ فراہم کرتا ہے یہ ایسا کفر ہے جو اسے اسلام سے باہر نکال دیتا ہے ۔جو انسان بھی مسلمانوں کے خلاف مشرکین کا تعاون کرتا ہے ،مشرکوں کو اپنامالی تعاون پیش کرتا ہے جس کو وہ کافر ومشر ک مسلمانوں کے خلاف برپا جنگ میں بروئے کار لاتے ہیں یہ تعاون بھی وہ اختیاری حالت میں کافروں کو پیش خدمت کرتا ہے ،ایسا شخص بلاشبہ کافر ہوجاتا ہے ۔شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب نے نواقض اسلام میں سے آٹھواں ناقض)اسلام کو ختم کرنے والا عمل(یہ بیان کیا ہے کہ’’مشرکین کی مدد کرنا اورمسلمانوں کے خلاف جنگ میں مشرکوں کا تعاون کرنا ۔یعنی یہ اسلام کو ختم کرنے والا آٹھویں نظریہ وعمل ہے ۔اس کی دلیل سورہ المائدہ کی آیت:۵۱ ہے ۔جس میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:’’اے ایمان والو!تم یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤیہ تو آپس ہی میں ایک دوسرے کے دوست ہیں ۔تم میں سے جو بھی ان میں سے کسی سے دوستی کرے گا وہ بے شک انہی میں سے ہے ،ظالموں کو اللہ تعالیٰ ہرگز راہ راست نہیں دکھاتا۔‘‘

مشرکین سے نفرت نہ ہونا بھی کفر ہے:

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کے دوبیٹوں حسین بن محمد اور شیخ عبداللہ بن محمد سے ایک ایسے شخص کے متعلق سوال کیاگیا ،جو دین اسلام میں داخل ہے ،اس دین سے محبت بھی کرتا ہے اور دین اسلام پر چلنے والے مسلمانوں سے بھی محبت کرتا ہے ،مگر مشرکین سے دشمنی اختیار نہیں کرتا ،یا دشمنی تو کرتا ہے مگر مشرکین کو کافر تسلیم نہیں کرتا،توایسے شخص کا کیا حکم ہے؟
انھوں نے جواب دیا:

’’مَنْ لَّا یُعَادِی الْمُشْرِکِیْنَ أَوْ عَادَاھُمْ وَلَمْ یُکَفِّرُھُمْ فَھُوَ غَیْرُ مُسْلِمٍ وَ ھُوَ مِمَّنْ قَالَ تَعَالٰی فِیْھِمْ:﴿وَ یَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَکْفُرُ بِبَعْضٍ وَّ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلاً،اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا وَ اَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّھِیْنًا﴾[80]

’’جو مشرکین سے عداوت نہیں رکھتا ،یا عداوت تو رکھتا ہے مگر ان کو کافر تسلیم نہیں کرتا وہ ’’غیر مسلم‘‘ہے یہ ان

[80] الدررالسنیۃ فی الاجوبۃ النجدیۃ :275/7

لوگوں میں سے ہے جن کے بارے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :’’اور جولوگ کہتے ہیں کہ بعض نبیوں پر توہمارا ایمان ہے اور بعض پر نہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کے بین بین کوئی راہ نکالیں ،یقین مانوکہ یہ سب لوگ اصلی کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے لیے اہانت آمیز سزا تیار کر رکھی ہے‘‘

شیخ عبدالرحمن حسن ؒکی وضاحت:

شیخ محمد بن عبدالوہاب ؒکے پوتے فضیلۃ الشیخ عبدالرحمن بن حسن ؒارشاد فرماتے ہیں:

’’النَّوْعُ الثَّالِثُ مِنْ نَوَاقِضِ الْاِسْلَامِ : مَنْ عَرَفَ التَّوْحِیْدَ وَ أَحَبَّہٗ وَاتَّبَعُہٗ وَ عَرَفَ الشِّرْکِ فَہَذَا کَافِرٌ ، وَ فِیْہِ قَالَ تَعَالٰی: ﴿ذَالِکَ بِأَنَّہُمْ کَرِہُوْا مَا أَنْزَلَ اللہُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَہُمْ﴾

النَّوعُ الرَّابِعُ مِنَ النَّوَاقِضِ : مَنْ سَلِمَ مَنْ ہٰذَا کُلِّہٖ لٰکِنْ أَہْلُ بَلَدِہٖ یَصْرَحُوْنَ بِعَدَاوَۃِ التَّوْحِیْدِ وَ اِتِّبَاعِ أَہْلِ الشِّرْکِ وَ یَسْعَوْنَ فِیْ قِتَالِہِمْ وَ عُذْرُہٗ أَنَّ تَرْکَ وَطْنِہٖ یَشُقُّ عَلَیْہِ ، فَلْیُقَاتِلُ أَہْلَ التَّوْحِیْدِ مَعَ أَہْلِ بَلْدِہٖ وَ یُجَاہِدُ بِمَالِہٖ وَ نَفْسِہٖ فَہذَا أَیْضًا کَافِرٌ..........

اِلٰی أَنْ قَالَ رَحِمَہُ اللہُ:

وَأَمَّا مُوَافَقَتُہٗ عَلَی الْجِہَادِ مَعَہُمْ بِمَالِہٖ وَ نَفْسِہٖ مَعَ أَنَّہُمْ یُرِیْدُوْنَ قَطعَ دِیْنِ اللہِ وَ رَسُوْلِہٖ فَأَکْبَرُ مِمَّا ذَکَرْنَا بِکَثِیْرٍ ، فَہَذَا أَیْضًا کَافِرٌ مِمَّنْ قَالَ اللہُ فِیْہِمْ: ﴿سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِیْنَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّاْمَنُوْکُمْ وَ یَاْمَنُوْا قَوْمُہُمْ کُلَّمَا رُدُّوْآ اِلَی الْفِتْنَۃِ اُرْکِسُوْا فِیْہَا فَاِنْ لَّمْ یَعْتَزِلُوْکُمْ وَیُلْقُوْآ اِلَیْکُمُ السَّلَمَ وَ یَکُفُّوْآ اَیْدِیَہُمْ فَخُذُوْہُمْ وَاقْتُلُوْہُمْ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْہُمْ وَ اُولٰٓئِکُمْ جَعَلْنَا لَکُمْ عَلَیْہِمْ سُلْطَانًامُبِیْنًا﴾[81]

’’نواقض اسلام) یعنی اسلام کو ختم کردینے یا اسلام سے خارج کردینے والی چیزوں(میں سے تیسرے نمبر پر یہ ہے کہ:جو شخص عقیدۂ توحید کو پہچان لیتا ہے ،اس سے محبت بھی کرتا ہے ،مزید براں وہ شرکیہ عقیدے کوبھی پہچان لیتا ہے ۔اس عقیدے سے کنارہ کشی بھی اختیار کرلیتا ہے ۔لیکن وہ اہل توحید کو ناپسند کرتا ہے اور مشرکین سے محبت کرتا ہے۔ایسا شخص بلاشبہ کافر ہے ایسے ہی

[81] المورد العذب الزلال فی کسف شبہ أہل الضلال:103

شخص کے بارے میں اللہ تعالیٰ سورۂ محمد کی آیت :۹ میں ارشاد فرماتے ہیں :''یہ اس وجہ سے ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ چیز سے ناخوش ہوئے ،پس اللہ تعالیٰ نے)بھی(ان کے اعمال ضائع کردیے۔''

نواقض اسلام میں سے چوتھے نمبر پر یہ ہے کہ :جو شخص بالفرض مذکورہ بالا تمام چیزوں سے سلامت رہتا ہے ،لیکن اس کے شہر اور علاقۂ کے دوسرے باشندے واضح طور پر عقیدۂ توحید سے عداوت رکھتے ہیں ،اہل شرک کی پیروی اختیار کرتے ہیں ،مسلمانوں کے خلاف جنگ وقتال کے لیے ہمہ وقت سرگرم رہتے ہیں)یہ شخص ان لوگوں کے درمیان رہتا ہے اور اس علاقے کو خیر باد نہیں کہتا ہے(اس کے پاس یہ عذر ہے کہ میرے لیے وطن کو چھوڑنا انتہائی دشوار ہے ،ستم بالائے ستم یہ کہ وہ اپنے اہل علاقہ اور اہل شہر کے ساتھ مل کر اہل توحید سے لڑنے بھی لگ جاتا ہے ،اپنے مال اور اپنی جان کے ساتھ نام نہاد''دہشت گردی ''کے خلاف جہاد شروع کردیتا ہے،تویہ بھی کافر ہے۔

شیخ عبدالرحمن بن حسن ؒفرماتے ہیں :کافروں کے ساتھ مل کر کسی کلمہ پڑھنے والے نام نہاد مسلمان کا مسلمان ہی کے خلاف ''جہاد ''کرنا جبکہ وہ جانتا بھی ہے کہ وہ کفار ،اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺکے دین برحق ''اسلام''کا قلع قمع کرنا چاہتے ہیں.سابقہ گفتگومیں ذکر کردہ صورت حال سے کئی لحاظ سے بڑا گناہ ہے ۔
دین اسلام ختم کرنے کے لیے کوشاں ان کافروں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شرکت کرنے والا یہ نام نہاد کلمہ گو مسلمان ''کافر'' ہے ،ایسے شخص کے بارے میں اللہ رب العزت سورہ النساء کی آیت :۹۱ میں فرماتے ہیں :
''تم کچھ اور لوگوں کو ایسا بھی پاؤگے ،جن کی بظاہر خواہش ہے کہ تم سے بھی امن میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی امن میں رہیں ،لیکن جب کبھی فتنہ انگیزی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں تو اوندھے منہ اس میں ڈال دیے جاتے ہیں پس اگر یہ لوگ تم سے)لڑائی میں(کنارہ کشی نہ کریں

تمہاری اطاعت نہ کریں اور)کافروں کے ساتھ لڑائی کے وقت یہ لوگ(اپنے ہاتھ تم سے روک کرنہ رکھیں تو آپ ان کو پکڑیں اور جہاں کہیں بھی پائیں ان کو قتل کردیں ۔ان لوگوں کے خلاف ہم نے تم کو کھلی حجت دے دی ہے۔‘‘

عرب کے چار جید علماء کی وضاحت:

عرب کے چار شیوخ :)۱(شیخ محمدبن عبداللطیف)آل شیخ(،)۲(شیخ سلیمان بن سمحان،)۳(شیخ صالح بن عبدالعزیزاور)۴(شیخ محمدبن ابراہیم ہسے دوخارجی ٹائپ فرقوں ’’)۱(العجمان اور)۲(الدویش کے متعلق سوال کیا گیا ،یہ دونوں فرقے ایسے تھے کہ انہوں نے مسلمانوں کے شہر سے خروج کرتے ہوئے بغاوت کی تھی ،باجود اس بات کے کہ یہ اپنے آپ کو سیدنا جعفر بن ابی طالب،اور ان کے ساتھیوں کے پیروکار ظاہر کرتے تھے۔سیدنا جعفر بن ابی طالب اور ان کے ساتھیوں کی شان ومنزلت سے کون آگاہ نہیں ،یہ وہ عظیم لوگ تھے جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺکی خاطر مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی ۔اپنے آپ کو ان عظیم ہستیوں کی طرف منسوب کرکے دراصل یہ گمراہ ،خارجی اور مرتد قسم کے لوگ اپنا دفاع کرتے تھے۔کافروں کے ساتھ مل کر یہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کرتے اور مسلمانوں پر کفر کے فتوے صادر کرتے تھے ۔ان کے بارے میں مذکورہ بالاچار علماء عرب سے سوال کیا گیا کہ یہ کیسے لوگ ہیں اور قرآن وسنت کے مطابق ان کا کیا حکم ہے؟انھوں نے جواب دیا:

’’ هٰؤُلَا ءِ الَّذِيْنَ ذَكَرَهُمْ السَّائِلُ وَهُمُ الْعَجْمَانُ وَالدَّوِيْشُ وَمَنْ تَبِعَهُمْ لَا شَكَّ فِيْ كُفْرِهِمْ وَ رِدَّتِهِمْ لَاِنَّهُمْ انحَازُوا اِلٰى أَعْدَاءِ اللِّٰ وَ رَسُوْلِہٖ وَطَلَبُوْا الدُّخُوْلَ تَحْتَ وَلَايَتِهِمْ وَاسْتَعَانُوْا بِهِمْ ، فَجَمَعُوْا بَيْنَ الْخُرُوْجِ مِنْ دِيَارِالْمُسْلِمِيْنَ و بَيْنَ اللُّحُوْقِ بِأَعْدَاء المِلّٰ وَ تَكْفِيْرِهِمْ لِاَهْلِ الْاِسْلَامِ وَاسْتِحْلَالِ دِمَائِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ۔‘‘[82]

’’سوال کرنے والے نے جن لوگوں کے بارے میں سوال کیا ہے ،یعنی)۱(عجمان اور)۲(دویش[83]فرقوں کے بارے میں اور ان کے پیروکاروں کے بارے میں ،ان کے بارے میں یاد رکھیں کہ ان لوگوں کے کافر اورمرتد ہونے میں کوئی شک وشبہ

---

[82] الدررالسنیۃ فی الاجوبۃ النجدیۃ:433/7

[83] عجمان اور درویش دوایسے گمراہ قبیلے اور فرقے تھے جنہوں نے جزیرۂ عرب میں سر اٹھایاتھا۔مذکورۂ بالا چاروں شیوخ کرام جن سے ان کے متعلق فتوٰی طلب کیاگیا وہ ان کے دورمیں با حیات تھے ۔ان دونوں گمراہ فرقوں کو پھر اس وقت کفر وارتداد کی بناء پر قتل کردیا گیاتھا۔

نہیں ۔اس لیے کہ انہوں نے خود کو اللہ اور اس کے رسول ﷺکے دشمنوں (کلمہ نہ پڑھنے والے کافروں)کی طرف مائل کیا۔۔۔کافروں کی مدد ،تعاون اور تسلط کی کہ زیر سایہ مسلم علاقوں میں داخل ہونا چاہتے ہیں ۔کافروں سے انہوں نے مدد اور تعاون کیا ۔۔۔اس طرح گویا ان کے اندر بیک وقت چار بڑے بڑے کفریہ جرائم جمع ہوگئے ہیں۔

- اسلامی ممالک میں مسلمانوں کے خلاف بغاوت کرنا۔
- ملت اسلامیہ کے دشمنوں کے ساتھ مل جانا۔
- اہل اسلام کو کافرکہنا۔
- مسلمانوں کے خون اور مال کو اپنے لیے حلال اورمباح سمجھ لینا۔(کہ ان کا خون بہانا جائز ہے اور ان کا مال غصب کرنا اور ان کے اکاؤنٹس منجمد کرنا درست ہے۔)

تاتاریوں سے جاملنا بھی باعث کفر ہے:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ ؒ''الاِخْتِیَارَاتُ الفِقهِیَّہ '' میں فرماتے ہیں :

''مَنْ جَمَّزَ اِلٰی مُعَسْکَرِ التُّتَرِ وَلَحِقَ بِهِمْ ارْتَدَّ وَ حَلَّ دَمُہٗ وَ مَالُہٗ ، فَاِذَا کَانَ هَذَا فِی مُجَرَّدِ اللُّحُوْقِ بِالْمُشْرِکِیْنَ فَکَیْفَ بِمَنْ اعْتَقَدَ مَعَ ذَالِکَ أَنَّ جِهَادَهُمْ وَ قِتَالَهُمْ لِأَهْلِ الْاِسْلَامِ دِیْنُ یُدَانُ بِہٖ ، هَذَا أَوْلٰی بِالْکُفْرِ وَالرِّدِّ''[84]

''جو شخص تاتاریوں کے معسکر (چھاؤنی)کی طرف بھاگا بھاگا جاتا ہے اور ان سے جاملتا ہے ،وہ شخص مرتد ہوجاتا ہے اور اس کا خون بہانا اور اس کا مال اپنے قبضے میں لینا جائز ہے ۔مشرکین کے ساتھ صرف جاملنے کا یہ حکم ہے کہ وہ مرتد ہوجاتا ہے اور اس کو قتل کرنا اور اس کا مال قبضے میں لینا جائز ہے ۔تو اس شخص کے متعلق خود غور فرمالیں کہ جو اس بات کا اعتقاد اورنظریہ رکھتا ہے کہ مسلمانوں کے خلاف جنگ وقتال کرنا میرے دین ومذہب میں شامل ہے ۔حقیقت یہ ہے کہ ثانی الذکر شخص کفر وارتداد میں کہیں زیادہ آگے بڑھا ہوا ہے ۔‘(وَنَعُوْذُ بِاللِّ مِنْ ذَالِکَ)

موجودہ زمانے کے مرتدین اور تاتاریوں کا معاملہ:

[84]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ ؒکے اقتباس اور قول سے آپ کومعلوم ہوا کہ جو شخص تاتاریوں کے معسکر)ٹریننگ سنٹر(کی طرف بھاگ کر چلا جاتا ہے۔اس کا یہ حکم ہے ۔حالانکہ تاتاری لوگ وہ تھے جو اسلام اور اسلامی شعائر کا اظہار کرتے تھے لیکن وہ اپنے باہمی اختلافات اور تنازعات کا فیصلہ اسلامی قانون کے بغیر کرتے تھے ۔ان لوگوں کا تذکرہ کرتے ہوئے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ ؒفرماتے ہیں کہ جو ان کی طرف جاملے اور ان کے لشکروں اور ان کی فوجوں میں شامل ہوجائے وہ مرتد ہوجاتا ہے۔اس کا قتل جائزاور اس کے مال کو قبضہ میں لینا مباح ہے ۔اس شخص کاوہی حکم ہے جو مسلمانوں کے خلاف نبرد آزما اور برسرپیکار کافروں کا حکم ہے ۔جب آپ کو یہ بات معلوم ہوچکی تو اس شخص کے معاملہ کو سمجھنا آسان ہوجائے گا کہ جو شخص بغیر کسی جبر واکراہ کے ،اختیاری حالت میں ،دل سے چاہتے ہوئے کافروں اور مرتدوں کی فوج اور اتحادوں میں جاملتا ہے ،مسلمانوں کے خلاف برپا جنگ میں وہ کافروں کا ساتھ دیتا ہے ،کلمہ پڑھنے والے مسلمانوں اور مجاہدوں کو وہ پابند سلاسل کرتا ہے اور پس دیوار زنداں ڈال دیتا ہے ،مخلص مسلمانوں کو طرح طرح کی اذیتوں اور سزاؤں سے دوچار کرتا ہے اور ان کوقتل کرنے تک سے دریغ نہیں کرتا ۔ مسلمانوں کا خون بہانے اور عزت پامال کرنے کو جائز اور مباح تصور کرتا ہے ۔وہ مال اور عزتیں جن کے حرام ہونے کے بارے قرآن وسنت کے بہت زیادہ دلائل موجود ہیں ۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ ؒکے ہاں تاتاری کافروں کے ساتھ محض جاملنا دین سے مرتد ہوجانا ہے ۔حالانکہ تاتاری اسلام کا اظہار کرتے تھے ۔تو جو شخص کافروں کے ساتھ جاملنے کے علاوہ یہ جرم بھی کرے کہ وہ کافروں کے ہمرکاب ہوکرمسلمانوں کے خلاف جنگ میں شامل ہوجائے اور جنگ بھی محض دین ومذہب اور اعتقادی و نظریاتی بنیاد پر ہوتو اس شخص کے بارے میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ۔یہ شخص واقعتا کافر اور مرتد ہے ۔امام ابن تیمیہ ؒکے اقتباس سے ان لوگوں کی بھی تردید ہوجاتی ہے جو ان جیسے لوگوں کے بارے میں توقف اور خاموشی اختیار کرتے ہیں اور ان جیسے لوگوں کے بارے میں مسلمان ہونے کا فتوٰی صادر کرتے ہیں۔صرف اس وجہ سے کہ وہ اسلام کے بعض اسلامی شعائر پر تو کاربند اور عمل پیراہیں ۔

عوام الناس کو آگاہ کرنا نہایت ضروری ہے :

فضیلۃ الشیخ حمد بن عتیق ؒفرماتے ہیں:

’’وَ قَدْ تَقَدَّمَ أَنَّ مُظَاهَرَ الْمُشْرِكِيْنَ وَ دَلَالَتَهُمْ عَلٰى عَوْرَاتِ الْمُسْلِمِيْنَ أَوَ الذَّبَّ عَنْهُمْ بِلِسَانٍ أَوْ رَضِيْ بِمَا هُمْ عَلَيْهِ كُلُّ هٰذِهٖ مُكَفِّرَاتٌ مِمَّنْ صَدَرَتْ مِنْهُ مَنْ غَيْرِ الْاِكْرَاهِ الْمَذْكُوْرِ ، وَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَهُوَ مُرْتَدٌّ وَاِنْ كَانَ مَعَ ذَلِكَ يُبْغِضُ الْكُفَّارَ وَ يُحِبُّ الْمُسْلِمِيْنَ ، وَ قَدْ تَقَدَّمَ ذَلِكَ فِي غَيْرِ مَوْضِعٍ وَ اِنَّمَا كَرَّرْنَا لِعُمُوْمِ الْجَهْلِ بِهٖ وَ شِدَّةِ الْحَاجَةِ اِلَى مَعْرِفَتِهٖ‘‘[85]

’’یہ بات پہلے گزرچکی ہے کہ کفار ومشرکین کی مدد کرنا ،مسلمانوں کے خفیہ راز اور پرگرام کافروں کو بتانا ،اپنی زبان کے ساتھ ان کا دفاع کرنا یا کافروں کے نظریات ،اقدامات اورتحفظات کوپسند کرنا کسی بھی مسلمان شخص کو کافر بنادینے والی چیزیں ہیں ،جس شخص سے بھی یہ چیزیں سرزد ہوتی ہیں وہ کافر ہوجائے گا مگر یہ کہ وہ ایسا مجبور وبے بس ہو جس کابیان سورہ النحل کی آیت نمبر :۱۰۶ میں مذکور ہے ،جس شخص سے بھی یہ چیزیں سرزد ہوں وہ مرتد ہے ،اگرچہ وہ کافروں سے نفرت کرتا ہواور مسلمانوں سے محبت کرتا ہو،یہ بات پہلے کئی بار گزرچکی ہے ،اب ہم نے اس بات کو بار بار اس لیے بیان کیا ہے کہ عوام الناس میں ا س بارے میں بہت زیادہ لاعلمی اور کم فہمی پائی جاتی ہے ،حالانکہ اس کی طرف توجہ دلانے اور عوام الناس کو اس سے آگاہ کرنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔‘‘

حیات دنیوی کو ترجیح دینے کاانجام :

فضیلۃ الشیخ حمد بن عتیق ؒمزید وضاحت فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں :

’’ أَنْ يُّوَافِقَهُمْ--أَى الْكُفَّارَ--فِى الظَّاهِرِ مَعَ مُخَالَفَتِهٖ لَهُمْ فِى الْبَاطِنِ ، وَهُوَ لَيْسَ فِى سُلْطَانِهِمْ وَ اِنَّمَا حَمَلَهٗ عَلٰى ذَالِكَ اِمَّا طَمعٌ فِى رَيَاسَةٍ أَوْ مَالٍ أَوْ مَشَحَّةٍ بِوَطَنٍ أَوْ عِيَالٍ ، أَوْ خَوْفٌ مِمَّا يَحْدُثُ فِى الْمَآلِ ، فَاِنَّهٗ فِى هٰذِهِ الْحَالِ يَكُوْنُ مُرْتَدًّا وَ لَا تَنْفَعُهٗ كَرَاهَتُهٗ لَهُمْ فِى الْبَاطِنِ ، وَهُوَ مِمَّنْ قَالَ اللّٰهُ فِيْهِمْ ﴿ذٰلِكَ بِأَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا عَلَى الْآخِرَةِ وَأَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ﴾[86]

---

[85] الدفاع عن اهل السنۃ والاتباع للشیخ حمد بن عتیق النجدی:32,31

[86]

’’کوئی شخص کافروں سے اگر اوپر اوپر سے ہی موافقت کا اظہار کرتا ہواور ہاں میں ہاں ملاتا ہو،جبکہ اس کا دل ،ضمیراور اندرون (inner) کافروں کی مخالفت میں ہی ہو،حالانکہ وہ شخص کافروں کے تسلط اور کنٹرول میں بھی نہیں ہے کہ صرف جبر واستبداد کی بناء پر اس نے ایسا کیا ہو،بلکہ کسی حکومتی اور ریاستی لالچ ،یا کسی مالی مفاد ،یا وطن اور اہل وعیال کی محبت وجذبات سے بے بس ہوکر ،یا آنے والے حوادث اور خطرات سے خوف کھاتے ہوئے اس نے کافروں سے یکجہتی اور ہم آہنگی کا اظہار کیا ہو، بہرحال وبہرصورت ایسا شخص مرتد ہوگا۔دل اور ضمیر سے ان کو ناپسند کرنے کاکوئی خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوگا۔یہ شخص ان لوگوں میں شامل ہوگاجن کے بارے میں اللہ ذوالجلال والاکرام نے سورہ النحل کی آیت :۱۰۷ میں تذکرہ فرمایا ہے۔فرمان باری تعالیٰ ہے:

’’یہ اس لیے کہ انھوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت سے زیادہ محبوب رکھا ہے۔یقینا اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو راہِ راست نہیں دکھاتا ہے‘‘

شاعرانہ انداز میں وضاحت:

شیخ سلیمان بن سمحان ؒ کافروں سے دشمنی اور مومنوں سے محبت کے عقیدے کو اپنے شاعرانہ انداز میں یوں واضح کرتے ہیں :

وَ مَنْ یَّتَوَلَّ الْکَافِرِیْنَ فَمِثْلُھُمْ
وَ لَا شَکَّ فِیْ تَکْفِیْرِ عِنْدَ مَنْ عَقَلَ

وَ مَنْ یُّوَالِیْھِمُ وَ یَرْکُنُ نَحْوَھُمْ
فَلَا شَکَّ فیْ تَفْسِیْقِہٖ وَ ھُوَ فِیْ وَجَل

وَ کُلُّ مُحِبٌ أَوْ مُعِیْنٍ وَ نَاصِرِ
وَ یُظْھِرُ جَھْرًا لِلْوَفَاقِ عَنِ الْعَمَلِ

فَھُمْ مِثْلُھُمْ فِی الْکُفْرِ مِنْ غَیرِ رِیْبَۃٍ
وَ اِذَا قَوْلُ مَن یَدْرِ الصَّوَابَ مِنَ الزُّلَلِ

(مذکورہ اشعار کا ترتیب وار ترجمہ)

- جو کافروں سے دوستی رچاتا ہے وہ انہی کی طرح ہوتا ہے۔عقل ودانش والے کسی شخص کے ہاں اس کے کافر ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔

- جو شخص کافروں سے دوستی قائم کرتا ہے اور ان کی طرف مائل ہوتا ہے اس حالت میں کہ اس کے دل میں خوف وہراس تھا تو اس کے فاسق وفاجر ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

- ہر وہ شخص جو کسی کافر سے محبت کرنے والا ہو،اس کا تعاون کرنے والا ہو،اور اس کی مدد وحمایت کرنے والا ہو،وہ چاہے ظاہری طور پر ہی اپنے عمل وکردار سے کافروں کے ساتھ یکجہتی ،ہم آہنگی اور موافقت کااظہار کرنے والا ہو

- بغیر کسی شک وشبہ کے وہ شخص بھی کافروں کی طرح کاکافر ہے۔یہ بات وہ شخص کہہ رہا ہے جو صحیح اور غلط ،حق اور باطل میں فرق سے اچھی طرح آگاہ وآشنا ہے ۔

نظام نہیں صرف چہرے بدلے ہیں :

قرآن وسنت کی بہت زیادہ واضح اور پختہ دلائل ذکر کرنے کے بعد ہم نے چند جید علماء اسلام کے اقوال واقتباسات بھی قلمبند کیے ہیں جن سے اس بات کی مزید تاکید اور تائید ہوتی ہے کہ :

- جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے دوستی کرے،
- اہل اسلام اور اہل توحید کے خلاف کافروں کی حمایت اور مدد کرے۔
- کافروں کے شانہ بشانہ وہ خالص العقیدہ مجاہد مسلمانوں کے خلاف برپا جنگ میں شریک ہوجائے۔

ایسا شخص بلاشک وشبہ کافر ومرتد ہے ۔جن علماء کے ہم نے اقوال اور اقتباسات درج کیے ہیں ،ان کے زمانے اور دور میں جس طرح یہ اقوال اور بیانات پورے پورے فِٹ اورمنطبق (Telly)ہوتے تھے،بالکل اسی طرح ہمارے اس دور میں بھی یہ دلائل ،اقوال اوراقتباسات پورے پورے فٹ اور منطبق ہوتے ہیں ۔اس معاملے میں سابقہ ادوار اور

موجودہ دور میں کوئی فرق نہیں ہے ۔صرف چہرے بدلے ہیں نظریات اور معاملات ہوبہو وہی ہیں ۔کوئی شخص یہ ہرگز گمان نہ کرے کہ یہ صرف تصوراتی ،تخیلاتی اور نظری وفکری مسئلہ ہی ہے۔یہ واقعاتی اورعملاً پیش آنے والا مسئلہ نہیں ہے ۔بلکہ یہ وہ مسئلہ ہے جو ہر زبان ومکان پر لاگو ہوتا دکھائی دیتا ہے۔‘‘

حرام کو حلال بنانے والا عمل اور شیخ ابن باز ؒکا فتوٰی :

لٰذا علماء کرام کے اقوال واقتباسات سب سے آخر میں ہم ایک ایسے عالم دین کا فتوٰی ذکرکرتے ہیں جو ہمارے موجودہ دور سے ہی تعلق رکھتے ہیں ۔ابھی چند سال قبل ۱۳) مئی ۱۹۹۹ء کو (ان کی وفات ہوئی ہے ۔ہماری مراد سعودی عرب کے مشہور عالم دین مفتی عالم اسلام فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز ؒہیں ۔ شیخ فرماتے ہیں :

اِنَّ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ اِلَی الْاِشْتِرَاکِیِّ أَوْ الشُّیُوْعِیِّ أَوْ غَیْرِھُمَا مِنَ الْمَذَاھِبِ الْھَدَّامَۃِ الْمُنَاقِضَۃِ لِحُکْمِ الْاِسْلَامِ کُفَّارٌ ضُلَّالٌ أَکْفَرِ مِنَ الیَھُودِ وَالنَّصَارٰی لِاَنَّھُمْ مَلَاحِدَۃٌ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللِ وَ لَا بِالْیَوْمِ الْآخِرِ ، وَلَا یَجُوْزُ أَنْ یَّجْعَلَ أَحَدٌ مِنْھُمْ خَطِیْبًا وَ اِمَامًا فِی مَسْجِدٍ مِنْ مَسَاجِدِ الْمُسْلِمِیْنَ ، وَلَا تَصِحُّ الصَّلاۃُ خَلْفَھُمْ ، وَکُلُّ مَنْ سَاعَدَھُمْ عَلٰی ضَلَالِھِمْ وَ حَسَّنَ مَا یَدَعُوْنَ اِلَیْ وَذَمَّ دُعَا الْاِسْلَامِ وَلَمَزَھُمْ فَھُوَ ضَالٌّ حُکْمُۃُ حُکْمُ الطَّائِفَۃِ الْمُلْحِدَ الَّتِیْ صَارَ فِی رِکَابِھَا وَ أَیْدِیْھَا فِی طَلَبِھَا ، وَ قَدْ أَجْمَعَ عُلْمَاءُ الْاِسْلَامِ عَلٰی أَنَّ مَنْ ظَاھَرَ الکُفَّارَ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ وَ سَاعَدَھُمْ عَلَیْھِمْ بِأَیِّ نَوْعٍ مِّنَ الْمُسَاعِدَ فَھُوَ کَافِرٌ مِّثْلُھُمْ ، کَمَا قَالَ سُبْحَانُہٗ : ﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لاَ تَتَّخِذُوا الْیَہُودَ وَ النَّصٰرٰی اَوْلِیَآءَ بَعْضُہُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ وَ مَنْ یَّتَوَلَّہُمْ مِّنْکُمْ فَاِنَّہٗ مِنْہُمْ اِنَّ اﷲَ لاَ یَہْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ﴾ وَقَالَ تَعَالٰی:﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لاَ تَتَّخِذُوْآ اٰبَآءَ کُمْ وَ اِخْوَانَکُمْ اَوْلِیَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْکُفْرَ عَلَی الْاِیْمَانِ وَ مَنْ یَّتَوَلَّہُمْ مِّنْکُمْ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾

’’یادرکھئے!جو لوگ عوام الناس کو اشتراکیت)سوشلزم/ (Socialism، لادینیت)سیکولرازم/ (Secularis یا شیوعیت)کمیونزم/ (Communism کی طرف دعوت دیتے ہیں ۔یا ان کے علاوہ دیگر ایسے مذاہب وادیان کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں جو دین اسلام سے ٹکراتے ہیں اور اسلامی آئین وقوانین سے متصادم ہیں ۔ان مذاہب وادیان کی طرف

لوگوں کو دعوت دینے والے یہود ونصاریٰ سے بھی بڑے درجے کے کافر وگمراہ ہیں ،اس لیے کہ یہ لوگ ایسے ملحد اور بے دین ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان ہی نہیں رکھتے ،ان جیسے کلمہ گو نام نہاد مسلمانوں میں سے کسی کو مسلمانوں کی مساجد میں خطیب اور امام رکھنا بھی جائز نہیں اور نہ ایسے ملحدوں کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے ۔

ان کے علاوہ وہ تما م لوگ جو ان ملحدوں اور بے دینوں کی مدد ومعاونت کرتے ہیں ،ان کے موقف اور نظریات کو سراہتے ہیں ،قرآن وسنت کی خالص اسلامی دعوت پیش کرنے والے داعیوں اور مبلغوں کی مذمت کرتے ہیں اور ان کو طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے ہیں ،یہ لوگ بھی کافر اور گمراہ ہیں ،ان کامعاملہ بھی بالکل ویسا ہی ہے جو ان (نام نہاد کلمہ گو)بے دینوں اور ملحدوں کا ہے ،کیونکہ یہ ان کے ہم نوالہ وہم پیالہ بنے بیٹھے ہیں ۔

ملت اسلامیہ کے تمام جید علماء کا اس مسئلہ پر اتفاق ہے جو شخص مسلمانوں کے خلاف کافروں کی کسی بھی نوعیت اور کسی بھی انداز کی مددومعاونت کرتا ہے وہ ان ہی کفار کی طرح کافر ہوجاتا ہے ،اللہ رب العزت نے سورہ المائدہ کی آیت :۵۱میں یہی بات یوں بیان فرمائی ہے :''اے ایمان والو!تم یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ،یہ تو آپس ہی میں ایک دوسرے کے دوست ہیں ،تم میں سے جو بھی ان میں سے کسی سے دوستیۓ کرے گا وہ بے شک انہی میں سے ہے،ظالموں کو اللہ تعالیٰ ہرگز راہِ راست نِہیں دکھاتا ''اسی طرح سورہ التوبہ کی آیت:۲۳میں ارشاد فرمایا :''اے ایمان والو!اپنے باپوں کو اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ کفر کو ایمان سے زیادہ عزیز رکھیں ۔ تم میں سے جو بھی ان سے محبت رکھے گا ،وہ پورا گنہگارظالم ہے''

(شیخ ابن باز ؒ،کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

اس بات کے واضح ہوجانے اور پوری طرح کھل جانے کے بعد کہ کافروں سے دوستی حرام اور مسلمانوں سے دوستی واجب ہے ۔اسی طرح مسلمانوں کے خلاف کافروں کی کسی بھی طرح سپورٹ کرنا حرام اور کفر وارتداد والا کام ہے ۔مجاہد مسلمانوں کا خون بہانا ایک حرام کو حلال بنانے والا عمل ہے ۔لیڈروں ،سیاستدانوں ،پیشواؤں اور حکمرانوں میں سے کوئی یہ کام کرے یا لشکروں اور عام فوجیوں میں سے کوئی یہ کام کرے دونوں ہی ایک جیسے ہیں ۔

ایک انتہائی اہم سوال اور اس کا جواب :

یہاں ایک انتہائی اہم سوال پیدا ہوتا ہے ۔ شریعت اسلامیہ کا علم رکھنے والے اکثر وپیشتر علماء موجودہ حالات میں اس کا جواب دینے میں شش وپنج کا شکار ہوجاتے اور توقف اختیار کرجاتے ہیں ۔وہ سوال یہ ہے کہ :

> اسلام اور مسلمانوں کے خلاف برسرپیکار تمام لوگوں کا معاملہ کیاایک جیسا ہے؟خواہ اس کاتعلق بڑے بڑے عہدوں پر فائز حکمرانوں اورکمان کرنے والے افسروں سے ہو یا عام فوجیوں سے ہو،ہو عام فوجی محض کسی کی کمان اورماتحتی میں اپنا جسمانی تعاون اورعملی مدد پیش کرتا ہے ؟یا کہ کافروں کی مدد کرتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف فوجی آپریشن کرنے اور گرفتاریاں کرنے کی بنا پر کفر اور ارتداد کا حکم صرف بڑے بڑے لیڈروں ،حکمرانوں اورکمان کرنے والے افسروں پر ہی لاگو ہوگا اور عام فوجیوں اور معاونین کا حکم ان سے مختلف ہوگا؟آئندہ صفحات میں ہم ان شاء اللہ اس اہم سوال کا جواب پیش کرتے ہیں ۔

یہاں پر بعض لوگوں نے اہل علم کے چند اقوال سے ’’الموالاۃ‘‘)دوستی(کی دو قسمیں بیان کی ہیں :ان لوگوں کا کہنا ہے کہ کافروں سے موالاۃ)دوستی(کی درج ذیل دوقسمیں ہیں:

- مُوَالَاۃِ مُكَفِّرَ) کافر بنادینے والی دوستی (
- مُوَالَاۃِ غَيْر مُكَفِّرِ) کافر نہ بنانے والی دوستی (

اس بارے میں مجھے علماء تفسیر میں سے صرف ایک قول ابن العربی کا ملا ہے جس کو علامہ قرطبی نے جاسوسی کرنے والے

مسلمانوں کے متعلق نقل فرمایا ہے وہ کہتے ہیں کہ جب کوئی مسلمان کسی کافر کی جاسوسی کرے اور اس کا دل اپنے عقیدے توحید اور مذہب اسلام پر قائم ہو تو اس طرح محض جاسوسی کرنے سے وہ کافر نہیں ہوگا۔اللہ کے فضل وکرم سے جاسوس کے مسئلے کے بارے میں یہ تمام اقوال ہم اس موضوع پر مستقل کتاب کی صورت میں درج کریں گے)ان شاء اللہ(۔ابن العربی اور امام قرطبی کے اقوال کا تعلق مسئلہ موالاۃ سے بالعموم نہیں ہے۔ان کا تعلق مستقل مسئلہ ’’جاسوس کا حکم‘‘سے ہے۔

موالاۃ کے مسئلے میں گنجائش پیدا کرنے والوں نے امام رازی کے ایک اقتباس سے بھی دلیل حاصل کی ہے۔امام رازی فرماتے ہیں:

’’جان لیجیے !جو مومن بھی کسی کافر سے دوستی کرتا ہے اس کی تین صورتیں ہیں :

پہلی صورت:

اگر کسی مسلمان کسی کافر سے اس کے کفر کی بناء پر دوستی کرتا ہے۔تو یہ شخص ایسا کام کرتا ہے جس سے صاف طور پر قرآن وسنت میں منع کردیا گیا ہے ۔اس لیے جو شخص بھی ایسا کام کرے گا وہ گویا اس دین کی تصدیق کرنے والا اور اس کو درست قرار دینے والا ہے یہ اصول اور قاعدہ ہے کہ ’’تَصْوِیْبُ الْکُفْرِ کُفْرٌ وَالرِّضٰی بِالْکُفْرِ کُفْرٌ‘‘)یعنی کفر کو درست کہنا بھی کفر ہے اور کفر پر راضی ہونا بھی کفر ہے(اس صورت میں اس کا مومن ہونے کی حیثیت پر برقرار اور باقی رہنا ناممکن (Impossible)ہے۔

دوسری صورت :

دنیاکے اندر رہتے ہوئے ایک خوبصورت معاشرے کے قیام میں صرف ظاہری طور پر ان کے ساتھ رابطے اور وابستگی قائم کی جائے ۔)اپنے دین اورمذہب کو ،اپنے عقائد ونظریات کو ،اپنی تہذیب وتمدن کو ،اپنے اسلامی کلچروثقافت کو ،حرام وحلال اور جائز وناجائز کے فرق کو قائم اورملحوظ رکھتے ہوئے(ایسی صورت میں باہمی میل ملاپ اور حسن معاشرت کوئی منع اور حرام نہیں ہے۔

تیسری صورت:

کافروں سے دوستی کی تیسری صورت پہلی دو صورتوں کے درمیان ہے وہ یہ ہے کہ اگر کافروں سے دوستی ان کی طرف مائل

ہونے ،ان کی مدد کرنے ،ان کو سپورٹ کرنے اور ان کا تعاون کرنے کی حدتک ہوئے جھکاؤ اور مددبھی کسی نسبی قرابت کی وجہ سے ہو یا محبت بھرے جذبات کے سبب سے ہو لیکن عقیدے اورنظریے میں یہ بات شامل ہوکہ جس کا فر سے میری دوستی ہے اس کا دین ومذہب باطل اور غلط ہے۔

اگر اس قسم کی دوستی ہوتو اس دوستی سے بندے کافر نہیں ہوجاتا ہمگر یاد رکھیے کہ اس سے دوستی کرنا ویسے ممنوع ،ناجائز اور حرام ہے ،اس لیے کہ صرف اس حد تک دوستی بھی آہستہ اس مقام پر لے جائے گی کہ وہ ان کے طریقہ کار اور طرز حیات کو پسند کرنے لگ جائے اور بالآخر ان کے دین اورمذہب کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھنے لگ جائے ،صاف ظاہر ہے کہ اگر وہ اس حد تک پہنچ گیا تو پھر یہ دوستی اس کو اسلام سے خارج کرکے کافر ومرتد بنادے گی ،دوستی کی یہی تووہ صورت ہے جس کے بارے میں اللہ رب العزت نے ڈانتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

﴿لَایَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَلَیْسَ مِنَ اِ فِیْ شَیْئٍ﴾آل عمران= (28:3

’’مومنوں کو چاہیے کہ ایمان والوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں ،اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی کسی حمایت میں نہیں ہوگا‘‘[87] (امام رازی کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

امام رازی کے موقف کی تین وجوہات سے تردید:

اس اقتباس سے کچھ لوگوں نے یہ مسئلہ نکالنا چاہاہے کہ :کفر تک لے جانے والی دوستی وہ ہے جس کا تعلق رضاء قلب اور اعتقاد باطن سے ہو ،یعنی اگر کوئی شخص دل سے کسی کافر کے مذہب کو پسند کرتا ہے اور اندرون خانہ ان کافروں والا عقیدہ بھی رکھتا ہے تو پھر وہ کافر ہوگا،اگرکوئی شخص کافر سے دوستی کرے لیکن اس کا عقیدہ ومذہب اپنی جگہ برقرار اورباقی ہے تو کافر نہیں ہوگا،اس باطل اور فاسد نظریے کا ہم ان شاء اللہ درج ذیل تین وجوہات کی بناپر ردّ ذکر کرتے ہیں۔ (وَاللہُ هُوَ الْمُوْفِقُ وَ وَلِیُّ الصَّوَابِ)

---

[87] التفسیر الکبیر للامام الفخر الرازی / تفسیر سوۂ آل عمران=28:3

وجہ اول:

اگر یہ کہا جائے کہ کافر بنانے والی دوستی کا تعلق صرف اور صرف دل کے ساتھ ہی ہے تو یہ بات دوچیزوں میں سے کسی ایک سے خالی نہیں ہوگی۔حالانکہ وہ دونوں چیزیں ہی محال اور ناممکن ہیں۔

1. کافروں سے دوستی کرنے والا کوئی بھی پھر اس وقت تک کافر قرار نہیں دیاجاسکتا جب تک وہ اپنی زبان سے واضح طور پر کسی کافر عقیدے پر ہونے کا اعلان نہ کردے یا کسی کافر کے دین کو پسند کرنے کی وضاحت نہ کردے۔یہ بات واضح ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو مسلم معاشرے میں رکھناچاہتا ہے اور مسلمان بھی کہلوانا چاہتا ہے ایسا شخص اتنی بڑی جرأت کا ارتکاب کبھی نہیں کرسکتا)کہ وہ صاف ہی کہہ دے کہ مجھے اسلام کی بجائے عیسائیت ،یہودیت ،یا ہندومت زیادہ پسند ہیں ۔ایسی جرأت کوئی مسلمانوں کے درمیان رہتے ہوئے ہرگز نہیں کرسکتا۔(

2. اس وقت تک پھر کسی کافر سے دوستی کرنے والے مسلمان کو کافر قرار نہیں دیا جاسکتا جب تک اس کے دل کے معاملے سے خوب مطلع نہ ہوجائیں ۔اگر تو ہم اس کے دل کو پھاڑ اور چیر کر دیکھ لیں کہ واقعتا اس کے دل میں کافروں کے دین کی محبت اور پسندیدگی نہیں تو ہم اس کو کافر کہیں گے ورنہ نہیں ۔یہ بھی ایک ناممکن چیز ہے ۔ہماری جس کتاب کے چھٹے باب کی تفہیم وتشریح آپ اپنے ہاتھوں میں لیے پڑھ رہے ہیں ۔اس کتاب کے دوسرے باب میں ہم نے تفصیل سے اس موضوع پر روشنی ڈالی ہے اور علماء کا اجماع اس بارے میں نقل کیا ہے کہ کسی بھی حکم کا تعلق ظاہری اقوال وافعال سے ہوتا ہے ۔اندرونی باتوں ،درپردہ حالات اور قلبی معاملات پر دین میں حکم نہیں لگایاجاسکتا ۔خفیہ اعمال واقوال کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے ۔ اگر کوئی شخص خفیہ اور پوشیدہ باتوں پرحکم لگانے لگ جائے گا تو وہ کتاب اللہ،سنت رسولﷺاور اجماع امت کی خلاف ورزی کا ارتکاب کرے گا ۔علاوہ ازیں یاد رہے کہ اس کے ساتھ ساتھ اس کا موقف ایک بہت ہی گمراہ اورباطل فرقہ ’’مرجیہ ‘‘کے ساتھ موافقت کرجائے گا ۔کیونکہ ان کا بھی یہی نظریہ وعقیدہ ہے کہ ’’فقط ظاہری اعمال سے کوئی شخص کافرنہیں ہوتا۔کافر اس

وقت ہوتا ہے جب دل سے وہ کفر کو پسند کرے اورکفر کا عقیدہ رکھے۔‘‘

وجہٴ ثانی :

امام رازی نے اپنی گزشتہ گفتگو میں جو موقف اختیار کیا ہے،اس پر قرآن مجید سنت رسول ﷺاور اجماع امت سے کوئی صحیح دلیل پیش نہیں کی ہے یہ بات ہر شخص جانتا ہے کہ ہر وہ بات جس کے پیچھے کسی صحیح اور شرعی دلیل کی سپورٹ نہ ہو وہ بات بیکار اور فضول ہوتی ہے ۔خاص طور پر کفر اور ایمان کے مسائل میں تو بغیر دلیل کے کوئی بات کہی ہی نہیں جاسکتی ۔

اس کے برعکس صورت حال یہ ہے کہ امام رازی کے موقف کے خلاف ہم نے گزشتہ ساری گفتگومیں قرآن مجید کی بہت زیاد آیات بیان کی ہیں ۔پھر ان آیات کے تحت وہ تفسیری اقتباسات بھی بیان کیے ہیں جو مستند مفسرین نے اپنی اپنی تفسیری کاوشوں میں درج کیے ہیں ۔

وجۂ ثالث:

امام رازی نے جو کچھ بیان کیا ہے ،اس میں انھوں نے تمام اہل علم اور اجماع امت کی مخالفت کی ہے جو اجماع امت ہم نے گزشتہ گفتگو میں علماء ،فقہاء ،محدثین اور مفسرین سے نقل فرمایاہے۔اس کی واضح مثال وہ ہے جو ہم نے شَیْخُ الْمُفَسِّرِیْن امام ابن جریر طبری ؒکے تفسیری اقتباس کے حوالے سے بیان کیا ہے۔یہ اقتباس باترجمہ پہلے گزرچکا ہے ۔تاہم بطور دہرائی (Revision) کے نقل کیے دیتے ہیں ۔

امام ابن جریر طبری ؒبیان کرتے ہیں :
اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَایَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَلَیْسَ مِنَ اللہِ فِیْ شَیْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْہُمْ تُقٰۃً وَ یُحَذِّرُکُمُ اللہُ نَفْسَہٗ وَ اِلَی اللہِ الْمَصِیْرُ﴾

‘‘مومنوں کو چاہیے کہ ایمان والوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں اور جو کوئی ایساکرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی حمایت میں نہیں ۔مگر یہ کہ ان کے شر سے کسی طرح

بچاؤ مقصود ہو۔اور اللہ تعالیٰ خود تمہیں اپنی ذات سے ڈرا رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹ کرجانا ہے۔‘‘

(امام ابن جریر طبری ؒفرماتے ہیں :)
’’اس آیت کا معنی ومفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو منع کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ کافروں کو اپنا حمایتی اور مددگار نہ بناؤ وہ اس طرح کہ ان کے دین ومذہب کی بنیاد پر ان سے دوستیاں رچانے لگ جاؤ،مسلمانوں کو چھوڑ کر مسلمانوں کے خلاف کافروں کی مدد کرنے کے درپے ہوجاؤ اور کافروں کو مسلمانوں کے خفیہ راز اور درپردہ معلومات فراہم کرنے لگ جاؤ،جو شخص ایسا رویہ اختیار کرے گا،فَلَيْسَ مِنَ اِ فِيْ شَيْئٍ،یعنی اس طرح کرنے سے وہ اللہ تعالیٰ سے اور اللہ تعالیٰ اس سے لاتعلق ہوجائے گا،اس وجہ سے کہ وہ اسلام سے مرتد ہوچکا ہے اور کفر میں داخل ہوچکا ہے۔‘‘[88] (امام طبری ؒکے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)
آپ ذرا امام ابن جریر طبری ؒکے ان الفاظ پر غور فرمائیں کہ ’’وہ اللہ تعالیٰ سے اور اللہ تعالیٰ اس سے لاتعلق ہوجائے گا ،اس وجہ سے کہ وہ اسلام سے مرتد ہوچکا ہے اور کفر میں داخل ہوچکا ہے۔‘‘

مذکورہ بالا الفاظ صاف طور پر امام رازی کے اقتباسات سے ٹکراتے ہیں ،یہ بات دین میںسوجھ بوجھ رکھنے والاہر شخص جانتا ہے کہ جب امام ابن جریر طبری اور امام رازی کا موقف ایک دوسرے کے مخالف ہوتو ترجیح اور برتری (preference)امام طبری کے موقف کوہی حاصل ہوگی ،اس کی وجہ یہ ہے کہ امام طبری ؒ شَیْخُ الْمُفَسِّرِیْن اورجید ائمہ تفسیر میں سے ہیں ،ان کے شَیْخُ الْمُفَسِّرِیْن اورجید ائمہ تفسیر میں سے ہونے کے بارے مسلمانوں میں دوآرائ نہیں ہیں ،جبکہ امام رازی کے بارے بہت زیادہ اہل علم نے ان کے دین کے معاملے میں طرح طرح کی باتیں کی ہیں ۔

امام رازی کے کلام اورا قتباس کو قبول کرنے کے بارے یہ صورت حال اس وقت ہوگی جب کسی آیت کی تفسیربیان کرنے میں یاکسی

[88] تفسیر الطبری:6/313، نیز دیکھیے تفسیر القرطبی:4/57

حدیث کا معنی ومفہوم بیان کرنے میں امام رازی اکیلے ہوں اور ان کے مقابلے میں کوئی اختلاف کرنے والا بھی ہو۔اس وقت واقعتاً ان کے کلام کو قبول کرنے میں بہت زیادہ سوچ بچار کی ضرورت ہوگی۔اس کی مین (Main)وجہ یہ ہے کہ انہوں نے بہت زیادہ معاملات اور مسائل میں علماء عظام اور مفسرین کرام سے اختلاف کیا ہے اور تفرد اختیار کیاہے ۔جو شخص اس بات کی تہہ تک پہنچنا چاہتا ہے اور تصدیق کرنا چاہتاہے وہ ان کی جمع کردہ اور ترتیب شدہ قرآن مجید کی تفسیر کا مطالعہ کرلے ۔اس تفسیر میں ایک مطالعہ کرنے والے شخص کو بہت زیادہ ایسے مسائل ملیں گے جن میں امام رازی نے ''اہل سنت کے ہاں متفقہ بہت زیادہ مسائل میں اختلاف ظاہر کیا ہے ۔خاص طور پر عقیدے کے مسائل میں توانہوں نے اہل سنت سے حد درجہ اختلاف کیا ہے ۔ان میں سے بعض بڑے بڑے مسائل ہیں اوربعض معمولی نوعیت کے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ ہم نے امام رازی کاکہیں بھی کوئی اقتباس درج کیا ہے تو اس سے پہلے ایسے علماء کاکلام ضرور درج کیا ہے جن کے بارے میں امت میں اتفاق ہے کہ وہ اپنے اپنے فن اور فیلڈ میں (Field)کے امام ہیں ۔امام رازی کا قول اور اقتباس ہم صرف ان کامذہب واضح کرنے کے لیے بیان کرتے ہیں ،بطور خاص معتزلہ کے مذہب کی مثال دینے کے لیے۔

بہرحال امام طبری ؒنے جو مؤقف اورنظریہ بیان کیاہے ،اپنے اس مؤقف میں وہ تنہا ویکتا نہیں ہیں ،بلکہ بہت زیادہ ائمہ کرام اورعلماء عظام سے بھی یہی موقف منقول ہے ۔اگر یہاں طوالت کلام کا خوف لاحق نہ ہوتا تو ہم ان کو دہراتے ہوئے ضرور بیان کردیتے ۔

یہاں سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ درحقیقت امام رازی نے بہت زیادہ دلائل کی مخالفت کی ہے ۔جن دلائل پر اہل علم کا اتفاق واجماع ہے ۔مزید براں انہوں نے اپنے موقف پر کوئی قابل اعتبار اور قابل اعتماد دلیلیں بھی پیش نہیں کی۔

جو موضوع ہم نے اس شخص کے بارے علماء کے اقوال واقتباسات کے حوالے سے مختص کیا تھا ،وہ یہاں ختم ہوا چاہتا ہے۔یعنی اس شخص کے بارے جو مسلمانوں کے خلاف کافروں سے دوستی قائم کرتا

ہے اور اپنے ہاتھ اور اپنی زبان سے ،اپنی تحریر سے ،اپنے وسائل اورذرائع سے وہ کافروں کی مدد ومعاونت کرتا ہے۔

باب 6:

مسلمان ایک دوسرے کی مدد ومعاونت میں ایک قوت ،ایک طاقت اور ایک ملت ہوتے ہیں ۔ان کے مقابلے میں درباری اور سرکاری اصحاب جبہ ودستار کا کردار یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں ،دین اسلام کے مسائل کو آپس میں گڈ مڈ کرکے لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں ۔وقت کے حاکموں کی تجاویز وآراء ،پروگرامز اور پروجیکٹس(programs & projects)کو تحفظ اورسند جواز فراہم کرتے ہیں ۔

مسلمانوں سے جنگ کرنے والے گروہ کا معاملہ ایک جیسا ہے

قرآن مجید کی آیات بیّنات سے استدلال:

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی کتاب عزیز ،قرآن مجید میں فرعون ،اس کے سرکردہ وزیروں اور عام فوجیوں کے لیے ایک جیسا حکم بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں :

......﴿اِنَّ فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ وَ جُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِئِيْنَ﴾ (القصص= 28:8)

’’بلاشبہ فرعون،ہامان اور ان دونوں کی فوجیں)سب کے سب(خطاکار)اورجرم دار(تھے۔‘‘

......﴿وَ نُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَ جُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ﴾

’’اور فرعون اور ہامان اور ان دونوں کے لشکروں)یعنی عام فوجیوں (کو ہم وہ)مرحلہ اور منظر(دکھائیں جس سے وہ ڈر رہے تھے ۔‘‘)القصص= (28:8

......ایک مقام پر اللہ رب العزت نے فرعون اور اس کے فوجیوں اور سپاہیوں کی ایک جیسی سزاؤں کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿فَاَخَذْنٰہُ وَجُنُوْدَہٗ فَنَبَذْنٰہُمْ فِی الْیَمِّ فَانْظُرْ کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الظّٰلِمِیْنَ﴾
’’بالآخر ہم نے (فرعون(کو اور اس کے لشکروں کو پکڑلیا اور دریا برد کردیا ۔اب دیکھ لیں گنہگاروں کا انجام کیا ہوا؟‘‘ (القصص=: 28:40)

۔......اس سے اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ یوں ارشاد فرماتے ہیں:
﴿وَ جَعَلْنٰہُمْ اَئِمَّۃً یَّدْعُوْنَ اِلَی النَّارِ وَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ لاَ یُنْصَرُوْنَ﴾
’’اورہم نے انہیں ایسے امام بنادیا کہ لوگوں کوجہنم کی طرف بلائیں اور آخرت کے دن بالکل مدد نہ کیے جائیں گے۔‘‘(القصص= 28:41)
۔......ایک مقام پراللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:
﴿اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْہَا غُدُوًّا وَّ عَشِیًّا وَ یَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَۃُ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابَ﴾ (المومن/غافر= 28:41)
’’وہ عذاب ایک آگ ہے جس کے سامنے یہ تمام (فرعونی (ہر صبح وشام لائے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی (ان کے لیے ہماری طرف سے آرڈر جاری ہوگا کہ (فرعونیوں کو سخت ترین عذاب میں ڈال دو۔‘‘

دنیوی، برزخی اور اخروی سزا میں یکسانیت:

سابقہ الذکر پانچ آیات سے واضح ہورہاہے کہ فرعون کے زمانے میں اس کے پیروکاروں ،جیالوں اورحامیوں کا وہی حشر ہوا جو ان کے قائدین ،حکام اور لیڈروں کا ہوا۔اللہ رب العزت نے دونوں قسم کے لوگوں کو گناہ اور سزا میں برابر کا حصے دار قرار دیا ۔سب لوگوں کے بارے میں ارشاد فرمایا:
﴿ کَانُوْا خٰطِئِیْنَ﴾ (القصص= 28:8)
’’وہ سب کے سب خطاکار اورمجرم تھے ۔‘‘

۔ اسی طرح ان کو دنیوی سزا کے اندر بھی برابر کا حصے دار ٹھہراتے ہوئے ارشاد فرمایا:
﴿فَاَخَذْنٰہُ وَجُنُوْدَہٗ فَنَبَذْنٰہُمْ فِی الْیَمِّ﴾ (القصص= 28:40)
’’بالآخر ہم نے فرعون کو اس کے تمام لاؤ لشکر کو پکڑ کر دریا میں پھینک دیا۔‘‘

- عذاب قبر کا تذکرہ کرتے ہوئے بھی ان کو برابر ٹھہرایا۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْہَا غُدُوًّا وَّ عَشِیًّا﴾ (المؤمن/الغافر= 46:40)

’’فرعون اور اس کے تمام پیروکار اور جیالے(صبح وشام آگ پر لائے جاتے ہیں ‘‘

- یوم آخرت اور یوم حساب کی سزا کا تذکرہ کرتے ہوئے بھی دونوں کے لیے ایک ہی طرح کی سزا تجویز فرمائی ہے ۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ یَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَۃُ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابَ﴾ (المومن/غافر=46:40)

’’اور جس دن قیامت قائم ہوگی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آرڈر جاری ہوگاکہ تمام فرعونیوں کو سخت ترین عذاب میں ڈال دو۔‘‘

اسی طرح دوسری جگہ قیامت کے دن کی سزاکا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ لاَ یُنْصَرُوْنَ﴾ (القصص= 41:28)

’’قیامت کے دن ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔‘‘

- اللہ رب العزت نے دونوں قسم کے لوگوں اور طبقوں (یعنی لیڈروں اور عام پیروکاروں (کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا:

﴿وَ جَعَلْنٰہُمْ اَئِمَّۃً یَّدْعُوْنَ اِلَی النَّارِ﴾ (القصص= 41:28)

’’ہم نے ان کو ایسے پیشوا بنادیا کہ جو لوگوں کو جہنم کی آگ کی طرف دعوت دیتے تھے ۔‘‘

حالانکہ اللہ رب العزت نے پیروکاروں اور کارکنوں کے بارے میں صرف یہ کہا ہے کہ وہ ان کا لاؤ لشکر ہیں ۔یعنی وہ لیڈر اور پیشوانہیں تھے۔بلکہ ماتحتی میں کام کرنے والے پیروکار تھے ۔لیکن جس گناہ اور سزا کے بڑے بڑے لیڈر اور حکام حقدار ٹھہرے اسی گناہ اور سزا کے حقدار عام پیروکار اورکارکن بھی ٹھہرے ۔اس لیے کہ وہ پیروکار اور فوجی اپنے بڑے لیڈراور چیف کے جرم میں برابر کے شریک تھے ۔کوئی لیڈر ،پیشوا ،آمر اور ڈکٹیٹر اس وقت تک جرم اور گناہ کرنے

پر طاقت نہیں رکھتا جب تک اس کو ایسا جتھہ اور لشکر میسر نہ آئے جو اس کی ماتحتی میں اس کی بات مانتا ہواور اس کے پروگرام اور روڈ میپ (Road map)کو لاگو کرتا ہو۔ہم نے جو بات عرض کی ہے بھلا کوئی عقل ودانش والا ایسا شخص ہوگاجو اس کاانکار کرسکے ؟ بلکہ ایک عام شخص بھی جو معمولی سوجھ بوجھ کا مالک ہووہ بھی اس بارے میں ہم سے اختلاف نہیں کرسکے گا)ان شاء اللہ(بلکہ یہ تو ایسا معاملہ ہے کہ جس کے بارے میں عربی زبان کاایک جملہ عام کہا جاسکتا ہے۔

’’ لَا يَنْتَطِحُ فِيْهِ عَنزَانِ ‘‘
) اس بارے تودوبکریاں بھی ایک دوسرے سے سینگ نہیں ٹکراسکتیں (

ساری انسانی تاریخ پر ایک طائرانہ اور سرسری نگاہ دوڑائی جائے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی کہ ہر زمان ومکان میں سرکش اور باغی لشکروں کا یہ طرز عمل رہا ہے ۔اسی بناء پر تو کسی کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے؟

’’لَا يَسْتَطِيْعُ فَرْدٌ وَاحِدٌ أَنْ يُّذِلَّ اُمَّةً بِأَسَرِهَا ‘‘
’’فرد واحد کبھی ساری کی ساری امت کو ذلت ورسوائی کے گڑھے میں نہیں ڈال سکتا اس کو امت کے دیگر افراد کاساتھ ضرور حاصل ہوتا ہے۔(

اصل ذمہ دار اور اس کا معاون سزا میں برابر:

اس بناء پر علماء کرام اورائمہ عظام نے اپنی اپنی تالیفات وتصنیفات میں ایسی قوم کے معاملہ کو ڈسکس (Discuss)کیا ہے جس معاملہ میں بہت زیادہ لوگ شریک ہوتے ہیں ۔بعض اس معاملہ میں اصل ذمہ داران اور ایکٹوپارٹنرز(Active partners)ہوتے ہیں ۔ جبکہ بعض فقط معاون ،مددگار اور کارکنان ہوتے ہیں۔

عربی زبان میں ایسے معاملہ میں اصل ذمہ دار کو ’’المباشر‘‘کہا جاتا ہے اور محض مددگار اور معاون کو ’’الردء‘‘کہا جاتا ہے ۔علماء کرام نے اس مسئلہ ’’کیا دونوں قسم کے افراد نفع ونقصان میں ،ثواب وعذاب میں اور جزاء اور سزا میں برابر ہوں گے؟‘‘پر واضح رہنمائی فرمائی ہے۔

اس بارے میں جو راجح اور واضح موقف ہے وہ یہی ہے کہ جب کسی قوم میں بعض لوگ بعض لوگوں کی مددومعاونت کرتے ہیں وہ ایک ہی گروہ شمارکیا جاتا ہے۔ان کا معاملہ بالکل برابر ہوگا۔چاہے کوئی اصل ذمہ دار ہو یا اس کا معاون ومددگار۔

سنتِ رسول ﷺاور خلفاء راشدین کا عمل اسی موقف کی تصدیق وتائید کرتا ہے بلکہ اگر گہرائی (Deeply)میں جاکر دیکھاجائے تو معاملہ اس سے کہیں آگے معلوم ہوتا ہے ۔رسول اللہ ﷺسے اگرکسی قوم کا کوئی طے کیا ہوا معاہدہ ہوتا ہے ،اس کو کچھ لوگ)یعنی بڑے بڑے لیڈر اور ذمہ داران (توڑ ڈالتے اور بعض لوگ محض خاموش تماشائی بنے رہتے ۔ان خاموش تماشائیوں کی خاموشی ان کی طرف سے رضااور اقرار پر مہر تصدیق ثبت کررہی ہوتی ۔سیدالاوّلین ولآخرین ،امام الانبیاء والمرسلین،امیرا لجہاد والمجاہدین جناب محمد رسول اللہ ﷺ دونوں قسم کے افراد کے ساتھ ایک جیساہی معاملہ کرتے ۔حالانکہ معاہدہ توڑنے والے چند بددیانت ،خائن،سرکش اور باغی ہوتے ۔ ان کی بناپرہی ’’نقض عہد‘‘کی سزا تمام کو ملتی ۔قوم کے باقی افراد کی خاموشی ان کو سزا میں شامل کردیتی ۔[89]

آئندہ آنے والی گفتگو میں ہم ان شاء اللہ اس مسئلہ کو اور زیادہ وضاحت سے پیش خدمت کریں گے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ ؒکی مدلل ومفصل وضاحت:

[89] جرم کرنے والا ایک ہومگر باقی افراد کی تائید اس کو حاصل ہوتو عذاب میں سب شریک ہوتے ہیں اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں قوم ثمود کا واقعہ بیان کرتے ہوئے بیان فرمائی ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:
﴿ فَنَادَوْا صَاحِبُہُمْ فَتَعَاطٰی فَعَقَرَ ۔ فَکَیْفَ کَانَ عَذَابِیْ وَ نُذُرِ ۔ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَیْہِمْ صَیْحَۃً وَّاحِدَۃً فَکَانُوْا کَہَشِیْمِ الْمُحْتَظِرِ ﴾)القمر=۲۹:۳،۱- (۵۴
’’انہوں نے اپنے ساتھی)قدار بن سالف(کو آواز دی جس نے وار کیا اور اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ ڈالیں ۔پس کیونکر ہوا میرا عذاب اورمیرا ڈرانا۔ہم نے ان پر ایک چیخ بھیجی پھر وہ ایسے ہوگئے جیسے کانٹوں کی روندی ہوئی باڑہ‘‘
اسی طرح تیسویں پارہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :
﴿کَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىہَا ۔اِذْ انْبَعَثَ اَشْقٰىہَا ۔فَقَالَ لَہُمْ رَسُوْلُ اللہِ نَاقَۃَ اللہِ وَ سُقْيٰہَا ۔فَکَذَّبُوْہُ فَعَقَرُوْہَا فَدَمْدَمَ عَلَیْہِمْ رَبُّہُمْ بِذَنْبِہِمْ فَسَوّٰىہَا ﴾)الشمس=۴۱:۱۹-۱۱(
’’)قوم(ثمود نے اپنی سرکشی کے باعث جھٹلایا۔جب ان میں ان کا بڑا بدبخت اٹھ کھڑا ہوا۔انہیں اللہ کے رسول)جناب صالح ؑنے فرمادیا تھا ۔کہ اللہ کی اونٹنی اور اس کے پینے کی باری کی)حفاظت کرو(۔ان لوگوں نے اپنے پیغمبر کو جھوٹا سمجھ کر اس اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ ڈالیں ،پس ان کے رب نے ان کے گناہوں کے باعث ان پر ہلاکت ڈالی ۔پھر ہلاکت کو عام کردیا اور اس بستی کو برابر کردیا۔‘‘مذکورہ بالا دونوں آیات سے معلوم ہوا کہ اونٹنی کی ٹانگیں کاٹنے والا ایک شخص تھا ۔مگر باقی افراد کا اس کو تعاون ،تائید اورہلاشیری حاصل تھی ۔اس وجہ سے وہ سب کا برابر جرم سمجھاگیا اور سب پر ہی عذاب نازل ہوا۔

مجددملت شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ ؒفرماتے ہیں :

’’وَاِذَا کَام الْمُحَارِبُوْنَ الْحَرَامِیَّۃُ جَمَاعَۃً ، فَالْوَاحِدُ مِنْھُمْ بَاشَرَ الْقَتْلَ ، وَالْبَاقُوْنَ لَہٗ أَعْوَانٌ وَ رِدْئٌ لَہٗ ، فَقَدْ قِیْلَ: اِنَّہٗ یُقْتَلُ الْمُبَاشِرُ فَقَط ، وَالْجَمْہُوْرُ عَلٰی أَنَّ الْجَمِیْعَ یُقْتَلُوْنَ ، وَلَوْ کَانُوْا مِائَۃً ، وَ أَنَّ الرِّدءَ وَالْمُبَاشِرَ سَوَاءٌ ، وَھٰذَا ھُوَ الْمَاثُوْرُ عَنِ الْخُلَفَاءِ الرَّشِدِیْنَ ، فَاِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَتَلَ رَبِیْئَۃَ الْمُحَارِبِیْنَ ، وَالرَّبِیْئَۃُ ھُوَالنَّاظِرُ الَّذِیْ یَجْلِسُ عَلٰی مَکَانٍ عَالٍ ، یَنْظُرُ مِنْہٗ لَھُمْ مَنْ یَّجِیْئُ ، وَلِأَنَّ الْمُبَاشِرَ اِنَّمَا تَمَکَّنَ مَنْ قَتْلِہٖ بِقُوَّۃِ الرِّدءِ وَ مَعُوْنَتِہٖ ، وَالطَّائِفَۃُ اِذَا انْتَصَرَ بَعْضُھَا بِبَعْضٍ حَتّٰی صَارُوْا مُمْتَنَعِیْنَ فَھُمْ مُشْتَرِکُونَ فِی الثَّوَابِ وَالْعِقَابِ کَالْمُجَاھِدِیْنَ، فَاِنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: ﴿اَلْمُسْلِمُوْنَ تَتَکَافَأُ دِمَاؤُھُمْ.....﴾
یَعْنِی أَنَّ الْجَیْشَ اِذَا مِنْہُ سَرِیَّۃٌ فَغَنِمَتْ مَالًا فَاِنَّ الْجَیْشَ یُشَارِکُھَا فِیْمَا غَنِمُتْ ، لِأَنَّھَا بِظَھْرِہٖ وَ قُوَّتِہٖ تَمَکَّنَتُ لٰکِنْ تُنُفِّلَ عَنْہٗ نَفْلًا ، فَاِنَّ النَّبِیَّ ﷺ وَ أَنْصَارُھَا مِنْھَا فِیْمَا لَھُمْ وَ عَلَیْھِمْ ۔‘‘[90]

’’جب اللہ اور رسول ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے والے ﴿مُحَارِبُوْنَ اللہَ وَرَسُوْلَہٗ﴾ اور کسی شخص کو ناجائز قتل کرنے والے افراد ایک پوری جماعت اورگروہ کی شکل میں ہوں اور ایک ان میں سے اصل ذمہ دار ،سرکردہ اور سرغنہ ہو،باقی افراد اس کے معاون ،مددگار اور چیلے چمچے ہوں ، تو اس بارے میں ایک قلیل اور شاذ قسم کی رائے یہ ہے کہ صرف بڑے سرغنہ کو ہی بدلے میں قتل کیا جائے گا اور اس کے معاونین اور حامیوں کو چھوڑدیاجائے گا ۔جبکہ علماء اسلام ،فقہاء عظام اور محدثین کرام میں سے اکثر وپیشتر کا فتوٰی یہی ہے کہ وہ (سرغنہ لیڈر اور اس کے معاونین) سب کے سب قتل کردیے جائیں گے ،اگرچہ ایک قتل میں سو افراد شریک ہوں ۔اس لیے کہ سرکردہ لیڈر وقائد اور اس کے حامی ومددگاراس بارے میں ایک دوسرے کے ساتھ جرم میں برابر کے حصے دار ہیں ۔خلفائے راشدین سے بھی یہی موقف منقول ہے کہ ،خلیفہ ثانی ،مرادِ رسول سیدنا عمر بن خطاب ؓنے محاربین (ڈاکوؤں اور لٹیروں) میں شامل اس شخص کو بھی قتل کروایا تھا جوکسی اونچی جگہ بیٹھ کر فقط قتل وغارت کرنے والے گروہ کو معلومات فراہم کررہا تھا ،اور ان کے لیے ریکی (جاسوسی) کررہا تھا ۔

[90] مجموع الفتاوی28...../318,312,311

’’رُبِیْئً‘‘اس شخص کو کہا جاتا ہے جو کسی بلند ٹیلے اور مقام پر بیٹھ جاتا ہے اور وہاں سے وہ تمام حالات وواقعات اور اپنے ہدف کے بارے میں معلومات جمع کرتا ہے اور اپنے گینگ کے افراد کو بدستور پہنچاتا ہے تاکہ وہ اس کے مطابق اپنی منصوبہ بندی کرسکیں۔کوئی بھی ڈاکو اور قاتل اپنے دشمن کو قتل کرنے کی قدرت اس وقت پاتا ہے جب اس کو اپنے کسی ماتحت اورجیالے کی مدد ومعاونت حاصل ہو۔

لہٰذا یاد رکھیے!یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ جب بعض لوگ بعض کاتعاون کریں اور سپورٹ فراہم کریں ،پھر اس تعاون اور سپورٹ کے نتیجے میں وہ ایک مضبوط اور ناقابل تسخیر قوت والی جماعت اور گروہ بن جائیں ،پھروہ جو بھی اچھا یا برا کام سرانجام دیں گے تو اس کے ثواب وعذاب اور نفع ونقصان میں سب کے سب شریک اور پارٹنر ہوں گے اور ایک اچھے کام کو سرانجام دینے کی بات کو مجاہدین کی مثال سے سمجھاجاسکتا ہے۔

سیدناعبداللہ بن عمرو﷜فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺنے ارشاد فرمایا:

(اَلْمُسْلِمُونَ تَتَكَافَأُ دِمَاءُ هُمْ: يَسْعٰى بِذِمَّتِهِمْ أَدْنَاهُمْ وَ يُجِيْرُ عَلَيْهِمْ أَقْصَاهُمْ وَهُمْ يَدٌ عَلٰى مَنْ سِوَاهُمْ ، يَرُدُّ مُشِدُّهُمْ عَلٰى مُضْعِفِهِمْ وَ مُتَسَرِّيُهُمْ عَلٰى قَاعِدِهِمْ لَا يُقْتَلُ مُؤْمِنٌ بِكَافِرٍ ، وَلَا ذُوْ عَهْدٍ فِی عَهْدِهٖ ۔)[91]

- اہل اسلام کے خون برابر ہیں: یعنی سزا میں کسی کے ساتھ کوئی امتیاز نہیں برتا جائے گا ،قانونِ اسلام کی نظر میں سب مجرم برابر ہیں ۔

- معمولی مسلمان بھی کسی کافر کو امن فراہم کرسکتا ہے۔اور اس معمولی مسلمان کے معاہدۂ امن کو پورا کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔

---

[91] صحیح ابی داؤد=کتاب الجہاد: باب فی السریۃ ترد علی أهل العسكر ، الحديث 239وکتاب الديات:باب أيقاد المسلم بالكافر ،الحديث:3797۔ صحيح سنن النسائی=کتاب القسامۃ:باب القود بين الاحرار والمماليک فی النفس ، الحديث: 4413،4412 وباب سقوط القود من المسلم للكافر، الحديث:4421،3320۔ صحيح ابن ماجہ=کتاب الديات :باب المسلمون تتكافأ دماء هم ، الحديث : 2172۔2174 ، مسند احمد :119،122/2،180، 192،211،215

- اسی طرح کسی دوردراز علاقے میں رہنے والا مسلمان بھی کسی کافر کو پناہ دے سکتا ہے ،اگرچہ اس سے قریب والاشخص بھی موجود ہو۔

- اپنے مخالفین کے مقابلے میں مسلمان یکمشت اور متحد ہوتے ہیں ۔

- جس شخص کی سواریاں طاقتور اور تیز رفتار ہوں وہ اس شخص کو اپنے ساتھ لے کر چلے جس کی سواریاں کمزور اور سست رفتار ہوں۔

- اسی طرح اگر کسی بڑے لشکر میں سے ایک گروہ الگ کرکے کسی کاروائی پر بھیجا جائے،اس گروہ میں شامل ہر شخص اپنے دشمن کے علاقے سے جو بھی مال غنیمت حاصل کرے اس مال غنیمت میں سے اس شخص کو بھی ضرور حصہ دے جو پیچھے لشکر میں بیٹھا رہا ہے،اگرچہ وہ اس کاروائی میں شامل نہیں ہوا،جس سے یہ مال غنیمت حاصل ہوا ہے۔

اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ اگر مجاہدین اسلام کاایک بڑا لشکر کسی بڑی کاروائی کے لیے جارہا ہے ،پھر اس بڑے لشکر میں سے ایک چھوٹا سا جہاد ی قافلہ الگ کرکے کسی معمولی کاروائی کے لیے روانہ کیا جاتا ہے ،اس کاروائی کے نتیجے میں وہ چھوٹا قافلہ جوبھی مال غنیمت حاصل کرے ،اس مال غنیمت میں وہ پیچھے بیٹھے ہوئے بڑے لشکرکے افراد بھی برابر کے حصے دار اور پارٹنر ہوں گے ،اس لیے کہ اس چھوٹے قافلے والوں کو بہرحال بڑے قافلوں والوں کے بارے میں یہ تصور او ر سہارا توتھاکہ وہ لوگ ہماری پشت پرموجود ہیں ،ہماری کمر خالی نہیں ہے،اگر ہمیں کسی ناگفتہ بہ صورت حال کا سامناہوا بھی تو وہ ہماری پشت (Back)پر موجود ہیں ۔لہٰذا ان کی فتح وکامیابی میں ان بڑے لشکروں والوں کابھی عمل دخل تھا، اس وجہ سے ان کو بھی برابر حصہ ملے گا،یا!صرف اتنی بات ہے کہ امیر لشکر اس چھوٹے قافلے والوں کو حوصلہ افزائی کرتے ہوئے بطور انعام کے کچھ زائد مال غنیمت دے سکتا ہے ،سیدنا حبیب بن مسلمہ فہری ؓفرماتے ہیں :

) شَـھِدتُ النَّبِیَّ صَـلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَـلَّمَ نَفَّلَ الرُّبـعَ فِی البَـدَاءَۃِ وَالثُّلُثَ فِی الرَّجْعَۃِ ([92]

’’میں نے بعض غزوات میں نبی ﷺکو ایسا کرتے ہوئے دیکھا کہ آپﷺ جہاد کی ابتداء میں چوتھائی مال اور جہاد سے واپسی پر تہائی مال کا انعام دیا کرتے تھے ۔‘‘ [93]

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ ؒاپنی اس گفتگو کے آخـر میں یہ بھی فرماتے ہیں کہ کسی بھی مضبوط ومستحکم گروہ کے معـاون ،مـددگار اور عام فوجی بھی اس گروہ کے ساتھ شـامل سـمجھے جـاتے ہیں ۔جـو نفع ونقصان اور جزا وسزا اس گروہ میں بـڑے بـڑے لیـڈروں کـو حاصـل

---

[92] صـحیح ابـودؤد=کتـاب الجہاد، بـاب فیمن قـال النفـل، الحدیث:2388،2379، صـحیح ابن مـاجہ=کتـاب الجھاد:باب النفل، الحدیث:2302

[93] جہاد کی ابتداء میں چوتھائی مال اور واپسی پر تہائی مال کے انعام کاکیا مطلب ہے ؟اس کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً رسول اللہﷺایک بڑا قافلہ لے کر کسی بڑی کاروائی کے لیے جارہے ہوتے۔مگـر اس بـڑی کـاروائی سـے پہلے ہی جاتے جاتے کوئی چھوٹی موٹی کاروائی کرنے کی ضرورت پڑجاتی ہےتـو اس چھـوٹی کـاروائی کے لیے چھوٹـا لشکر بڑے لشکرِ سے الگ روانہ کیاجاتا ،فتح کے بعد وہ جو مال غنیمت حاصل کرتا،وہ مال غنیمت تمـام لشـکر میں برابر تقسیم ہوتا۔مگر کل مال غنیمت کا خمس۱)/ (۵نکال کـر بـاقی مـال غـنیمت کـا چوتھاحصـہ ۱)/ (۴صـرف ان لوگوں کو بطور انعام کے دے دیا جاتا جو اس چھوٹی کاروائی میں شامل ہوئے۔

اسی طرح اگر کوئی بڑا لشکرِ کسی بڑی کاروائی سے فارغ ہوکر واپس آرہاہوتا ہےواپس آتے آتے راستے میں کـوئی کاروائی کرنے کی ضرورت پڑجاتی تو اس کے لیے بھی اس بڑے لشکر میں سے ایک چھوٹا لشکر الگ کردیا جاتــا ہوہ چھوٹا قافلہ فتح وکامرانی کی صورت میں جو مال غنیمت بھی اس کاروائی کے نتیجے میں حاصل کرتا ہےتمام لشـکر والے اس میں برابرشریک ہوتے ہےمگر اس کل مال غنیمت میں سے پانچواں حصـہ ۵)۱/(نکـال کـر پھـر تہائی حصـہ اس چھوٹے قافلے والوں کی حوصلہ افزائی کے لیے انہیں دے دیا جاتا ہےاس مسئلے سے اسلام کے انصاف پسـند مـزاج کی بہت بـڑی دلیـل سـامنے آرہی ہے کہ جـاتے وقت کـاروائی کـرنے والـوں کـو خمس نکـال کـر چوتھـا حصـہ دیـا جاتا،واپس آتے وقت کاروائی کرنے والـوں کـو خمس نکـال کـر بـاقی مـال غـنیمت کـا تیسراحصـہ دیاجاتـا۔آخـر اس چوتھائی اور تہائی حصے کے فرق کی وجہ کیا ہے؟صاف ظاہر ہے کہ ایک تہائی حصہ ایک چوتھائی حصـہ سـے بـڑا ہوتا ہے ۔کسی بڑی کاروائی کے لیے جاتے ہوئے کاروائی کرنا آسان ہوتـا ہے ۔کیـونکہ اس وقت اسـلام کے سـپاہی اورمجاہد تازہ دم ہوتے ہیں ۔جبکہ کسی بڑی کاروائی سے واپس آتے ہوئے کاروائی کرنـا مشـکل ہوتـا ہے کیـونکہ اس وقت اسلام کے فوجیوں اور غـازیوں کـو تھکے مانـدے دوبـارہ کـاروائی کـرنی پـڑتی ہےلٰـذا اگـر دونـوں قسـم ک غازیوں اور مجاہدوں کوبرابر حصہ دے دیا جاتا تو یہ عدل وانصـاف کے تقاضـوںکے خلاف ہوتـا۔واپسـی پـر کـاروائی کرنے والوں کے ساتھ خواہ معمولی سہی بہرحال زیادتی ہوتی۔

اس اصول سے وہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے کہ اسـلام نے عـورت کے لـیے مـرد کے مقـابلہ میں مـال وراثت میں نصف حصہ کیوں مقررکیا ہے؟بعض فتنہ پرور اور فتنہ پرداز عناصر ،نئی روشنی کی پیـداوار اورمغـرب کی تہذیب کی یلغار سےمتأثر لوگ کہتے دیتے ہیں کہ یہ عورت)صنف نازک(پـر ظلم ہے ،اسـلام نے عـورت کـو مسـاوی حقـوق دیئے ہیں ۔یہ سراسر جھوٹ اور دین اسلام سے عدم واقفیت کی علامت ہے ۔اسـلام نے وراثت میں عـورت کے لـیے مرد سے نصف حصہ اس لیے مقرر کیا کہ جومالیِ ذمہ داریاں اور اہل خانہ کی کفالت کے امور وفرائض مردوں پـر لاگو ہوتے ہیں عورت پر لاگو نہیں ہوتے ۔لہٰذا اگر وراثت میں عورت کا مرد سے نصف حصہ مقرر کیـا گیـا ہے تـوہٖ بھی اسلام کے مبنی برانصاف مزاج کے عین مطابق ہے۔اگر دونوں حصے برابررکھ دیے جاتے تویہ بہرحال مردوں پـر ظلم ہوتا۔

مگر چونکہ مرد بھی اللہ کی مخلوق ہیں اور عورتیں بھی اللہ کی مخلوق ہیں ۔دونـوں کی بشـری ضـروریات اور جبلی تقاضوں کواللہ تعالیٰ سب سے بہت جانتا ہے۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری مجموعہ قـوانین ’’دین اسـلام ‘‘میں بنی نوع انسانِ کے لیے مبنی برانصاف قوانین نازل فرمائے ہیں ۔جو لوگ انـدھا دھنـد یہ دعـوٰی کـرتے ہیں کہ اسلام نے عورت اور مرد کوبالکل برابر حقوق دیے ہیں وہ لوگ یہ بات کہتے ہوئے نہ جانے کیوں بھول جـاتے ہیں کہ وراثت میں عورت کے لیے مرد سے نصف حصہ مقرر کرنا بھی اسلام ہی کا قانون ہے۔

الغرض کسی بڑی جہادی کاروائی کے لیے جاتے ہوئے راستے میں کوئی چھـوٹی کـاروائی کـرنے والـوں کـو چھوتھـائی حصہ دینا اور واپس آتے ہوئے راستے میں کسـی چھـوٹی کـاروائی میں حصـہ لیـنے والـوں کوتہائی حصـہ دینـا عـدل وانصاف کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔بلکہ دین اسلام نے جس جس کو جو حصہ اور حق دیا ہے اور جہاں جہاں رکھا ہے وہ عقل سلیم اور فطرت صحیحہ کے مطابق بالکل درست اور صحیح مقام پر رکھا ہے۔

ہوگی وہی اس گروہ کے عام کارکنان اور ورکرز(workers)کو بھی حاصل ہوگی۔

علامہ ابن قدامہ مقدسی ؒکی وضاحت:

علامہ ابن قدامہ المقدسی فرماتے ہیں :

’’ وَ حُکْمُ الرِّدْءِ مِنَ الْقُطَّاعِ حُکْمُ الْمُبَاشِرِ ، وَ بِهٰذَا قَالَ مَالِکُ وَ اَبُوْحَنِیْفَۃَ ، وَ قَالَ الشَّافِعِیُّ : ’’لَیْسَ عَلَی الرِّدْءِ اِلَّا التَّعْزِیْرُ ، لِاَنَّ الحَدَّ یَجِبُ بِاِرْتِکَابِ المَعْصِیَۃِ فَلَا یَتَعَلقُّ بِالْمُعِیْنِ کَسَائِرِ الْحُدُودِ‘‘ وَلَنَا: اَنَّ حُکْمٌ یَتَعَلَّقُ بِالْمُحَارَبَۃِ ، فَاسْتَوٰی فِیْ الرِّدْءِ وَالْمُبَاشِرُ کَاسْتَحْقَاقِ الْغَنِیْمَۃِ ، وَذَالِکَ لِاَنَّ الْمُحَارَبَۃَ مُبْنِیَّۃٌ عَلٰی حُصُوْلِ المَنَعَۃِ وَالْمُعَاضِدَۃِ وَالْمُنَاصَرَۃِ ، فَلَا یَتَمَکَّنُ الْمُبَاشِرُ مِنْ فِعْلٍ اِلَّا بِقُوَّۃِ الرِّدْءِ بِخِلَافِ سَائِرِ الْحُدُوْدِ ۔ فَعَلٰی هٰذَا اِذَا قَتَلَ وَاحِدٌ مِّنْهُمْ ثَبَتَ حُکْمُ الْقَتْلِ فِیْ حَقِّ جَمِیْعِهِمْ وَ اِنْ قَتَلَ بَعْضُهُمْ وَ اَخَذَ بَعْضُهُمْ الْمَالَ جَازَ قَتْلُهُمْ وَ صُلْبُهُمْ کَمَا لَوْ فَعَلَ الْاَمْرَیْنِ کُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ‘‘ [94]

’’ڈاکوؤں اورلٹیروں میں جو حکم اور سزا کاروائی کرنے والے اصل افراد کی ہوگی وہی حکم اور سزا ان کو تعاون پیش کرنے والوں کی ہوگی ۔امام مالک ؒاورامام ابوحنیفہؒ کا بھی یہی موقف ہے ۔امام شافعی ؒکا اس بارے موقف ذرا مختلف ہے۔وہ کہتے ہیں:تعاون پیش کرنے والے کو وہ ’’حد‘‘نہیں لگے گی جو اصل ڈاکو اور لٹیرے کی ہے۔بلکہ تعاون پیش کرنے والے کو کچھ تعزیر (یعنی مناسب سزا)ہوگی۔اس لیے کہ اصل حد صرف کسی جرم کا ارتکاب کرنے والے پر ہی لگتی ہے ۔کسی تعاون کرنے والے کو اصل ’’حد‘‘نہیں بلکہ کوئی مناسب سزا ہی دی جاسکتی ہے ۔ جس طرح تمام حدود کا معاملہ ہے ۔

اس بارے میں ہمارا موقف یہ ہے کہ ڈکیتی والا معاملہ ’’محاربہ‘‘سے تعلق رکھتا ہے۔اس میں اصل مجرم اورمعاون بالکل برابر ہیں ۔جس طرح مال غنیمت میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ اصل ذمہ دار اور معاون مال غنیمت میں برابر حصہ دار ہوتے ہیں ۔اس کی وجہ یہ ہے کہ محاربہ (لوٹ مار کی کاروائی)میں قوت وطاقت،رعب ودبدبہ کا ہونا لازمی امر ہے ۔یہ چیزیں بغیر ایک دوسرے کی مددومعاونت کے

[94] المغنی:297/8، کتاب الحدود ، طبعہ عالم الکتب

ممکن ہی نہیں ہےجب تک کارروائی کرنے والے اصل ذمہ دار کو کسی معاون کا تعاون میسر نہیں آئے گا وہ اپنے پروگرام کوعملی جامہ پہناہی نہیں سکتا ۔لہٰذا ہم اس معاملے کو حدود والے معاملۃً پر قیاس نہیں کرسکتے یہی وجہ ہے کہ جب کسی شخص کوڈاکوؤں میں سے صرف ایک آدمی ہی قتل کرڈالے سزا میں تمام ڈاکو شامل کیے جائیں گے ۔اگر بعض قتل کرنے والے اور بعض مال لوٹنے والے ہوں تو ان سب کو قتل اور سولی کی سزا میں برابر سمجھاجائے گا،بالکل ایسے جیسے ڈکیتی کی کاروائی میں ہر شخص ہی قتل کرتا اور مال لوٹتا تو ان کو سزا میں برابرسمجھا جاتا ہے) ابن قدامہ ؒکے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا (

سعودی عرب میں فتوٰی صادر کرنے والی کمیٹی کافتوٰی :

جب کوئی شخص کسی گروہ کی طرف منسوب ہوتا ہےاور اس کامددگار ہوتو آیا اس کا حکم وہی ہوگا جوباقی گروہ کا حکم ہوگا؟ اس متعلق سے موجودہ دور کے علماء کے فتاوٰی میں وہ فتوٰی بطور مثال پیش کیاجاسکتا ہے جو مملکت سعودیہ کی مستقل کمیٹی ’’لُجْنَۃُ الدَّائِمَۃُ لِلبُحُوثِ العِلْمِیَّۃِ وَالْاِفْتَاء‘‘ نے ایک سوال کاجواب دیتے ہوئے جاری کیا ہے ۔سوال کچھ یوں ہے :اہل تشیع کے اثنا عشری رافضیوں میں سے جوعوام الناس ہیں ،علماء وقائدین نہیں ان کا کیامعاملہ اور حکم ہے؟علاوہ ازیں کوئی بھی فرقہ اور گروہ جو ملت اسلامیہ سے خارج ہے ،اس کے علماء اور عوام الناس میں کفر وفسق کے اعتبار سے کوئی فرق ہوگا کہ نہیں ؟افتاء کمیٹی نے اس سوال کادرج ذیل جواب ارشاد فرمایا:

’’ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدُہٗ وَالصَّلٰوۃُوَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ آلِہٖ وَ صَحْبِہٖ وَ بَعْدُ : مَنْ شَایَعَ مِنَ الْعَوَامِ اِمَامًا مِنْ أَئِمَّ الْکُفْرِ وَالضَّلَالِ وَانْتَصَرَ لِسَادَتِھِمْ وَکُبَرَاءِ ھِمْ بَغْیًا وَ عَدْوًا حُکِمَ لَہٗ بِحُکْمِہِمْ کُفْرًاَ وَ فِسْقًا : قَالَ تَعَالٰی :﴿یَسْئَلُکَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَۃِ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُہَا عِنْدَ اللہِ وَ مَا یُدْرِیْکَ لَعَلَّ السَّاعَۃَ تَکُوْنُ قَرِیْبًا، اِنَّ اللہَ لَعَنَ الْکٰفِرِیْنَ وَ اَعَدَّ لَہُمْ سَعِیْرًا، خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا لاَ یَجِدُوْنَ وَلِیًّا وَّ لاَ نَصِیْرًا، یَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْھُھُمْ فِی النَّارِ یَقُوْلُوْنَ یٰلَیْتَنَآ اَطَعْنَا اللہَ وَ اَطَعْنَا الرَّسُوْلاَ، وَ قَالُوْآ رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَکُبَرَآئَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِیْلاَ، رَبَّنَآ اٰتِہِمْ ضِعْفَیْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَ الْعَنْہُمْ لَعْنًا کَبِیْرًا﴾

وَاقْرَأِ الْآیَاتِ رقم: ۱۶۵،۱۶۶،۱۶۷ مِنْ سُوْرِۃِ البَقَرَۃِ،

- وَالْآیَاتِ رَقَم:۳۹،۳۸،۳۷ مِنْ سُورَ الْأَعْرَافِ،
- وَالْآیَاتِ رَقَمْ:۲۲،۲۱ مِنْ سُوْرَ اِبْرَاِیْمَ،
- وَالْآیَاتِ رَقَمْ:۲۹،۲۸مِنْ سُوْرَ الْفُرْقَانِ،
- وَالْآیَاتِ رَقِمْ:۶۴،۶۳،۶۲ مِنْ سُوْرَ الْقَصَصِ،
- وَالْآیَاتِ رَقَمْ:۳۳،۳۲،۳۱ مِنْ سُورَ سَبَا،
- وَالْآیَاتِ رَقَمْ:۲۰حتّٰی ۳۶ مِنْ سُوْرَ الصَّافَاتِ،
- وَالْآیَاتِ رَقَمْ:۵۰ مِنْ سُوْرَ غَافِرِ ،

وَغَیْرِ ذَالِکَ کَثِیْرٌ فِی الْکِتَابِ وَالسُّنَّ وَلِأَنَّ النَّبِیَّ قَاتَلَ رُؤُسَآئَ الْمُشْرِکِیْنَ وَ أَتْبَاعَهُمْ وَ کَذَالِکَ فَعَلَ أَصْحَابُ وَ یُفَرِّقُوْا بَیْنَ السَّادَ وَالأَتْبَاعِ ، وَ بِاللِ تَعَالَی التَّوْفِیْقُ ، وَ صَلَّ اللُ عَلٰی نَبِیِّنَا مُحَمَّدِ وَّ آلِ وَصَحْبِ وَسَلَّمَ

توقیع: عَبْدُ اللِ قَعُوْد/عَبْدُ اللُ غَدْیَانِ / عَبْدُ الرَّزَّاق عَفِیْفِی / عَبْدُ العَزِیْزُ بْنُ بَاز'' [95]

''سب تعریفیں الل تعالیٰ کے لیے ہیں درود وسلام محمد پر ،ان کی آل پر اور ان کے صحاب پر ہو حمد وثناک بعد!
کفر وضلالت کے اماموں میں سے کسی امام اورلیڈر اگر عوام الناس میں سے کسی نے ساتھ دیا اورمدد کی ،اسلام کی بغاوت کرتے ہوئے یا دشمنی کا اظہار کرتے ہوئے عوام الناس میں سے پیروکاروں اور کارکنوں کا بھی کفر اور فسق میں وہی معامل ہوگا جو ان کے پیشواؤں کا ہوگا۔الل تعالیٰ سور الاحزاب کی آیات :۶۸-۶۳میں ارشاد فرماتے ہیں :

''لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں آپ کہ دیجیے کہ اس کا علم توالل ہی کو ہے ،آپ کو کیا خبر بہت ممکن ہے قیامت بالکل ہی قریب ہو۔الل تعالیٰ نے کافروں پر لعنت کی ہے اور ان کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کررکھی ہے جس میں وہ ہمیش رہیں گے ،وہ کوئی حامی ومددگار نہ پائیں گے اس دن ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کیے جائیں گے۔(ہیں گے کہ کاش ! ہم الل اور رسول کی اطاعت کرتے اورکہیں گے۔اے ہمارے رب !ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی بات مانی ،جنہوں نے ہمیں راہ راست سے بھٹکادیا

[95] فتاوی اللجن الدائم للبحوث العلمی والافتاء:208/2۔ فتوی:9247

پروردگار !تو انیں دگنا عذاب د اور ان پر بت بڑی لعنت فرما‘‘

- وَاقْرَأِ الْآيَاتِ رقم: ۱۶۷،۱۶۶،۱۶۵ مِنْ سُوْرِالبَقَرَ،
- وَالْآيَاتِ رَقَم:۳۹،۳۸،۳۷ مِنْ سُورَ الْأَعْرَافِ،
- وَالْآيَاتِ رَقَمْ:۲۲،۲۱ مِنْ سُوْرَ إِبْرَاِيْمَ،
- وَالْآيَاتِ رَقَمْ:۲۹،۲۸مِنْ سُوْرَ الْفُرْقَانِ،
- وَالْآيَاتِ رَقِمْ:۶۴،۶۳،۶۲ مِنْ سُوْرَ الْقَصَصِ،
- وَالْآيَاتِ رَقَمْ:۳۳،۳۲،۳۱ مِنْ سُورَ سَبَا،
- وَالْآيَاتِ رَقَمْ:۲۰حتّٰى ۳۶ مِنْ سُوْرَ الصَّافَاتِ،
- وَالْآيَاتِ رَقَمْ:۵۰ مِنْ سُوْرَ غَافِرٍ ،

مذکور آیات ک علاو اوربھی زیاد آیات میں ی مضمون بیان کیاگیا نبی اکرم ،رسول رحمت ،پیغمبر جاد محمد ن جب مشرکین س جنگ کی تھی توصرف اور صرف قریشی رئیسوں اور وڈیروں س ی نیں کی تھیبلک آپ ن مک ک عام پیروکاروں س بھی جنگ کی تھی نبی اکرم ک بعد آپ ک صحاب کابھی یی طرز عمل تھاانھوں ن بھی قائدین اور عام کارکنان میں کوئی فرق روا نیں رکھا تھام ن جو کچھ بیان کیا فقط الل کی توفیق س بیان کیا درود وسلام ومحمد پر،آپ صلی الل علی وسلم کی آل پر اور آپ ک صحاب پر

- عبدالل بن قعود
- عبدالل بن غدیان
- عبدالرزاق عفیفی
- عبدالعزیز بن باز (لمملک السعودی کی افتاءکمیٹی ک فتوٰی کا ترجم مکمل وا)

امام ابن قیم کامفصل ومدلل بیان:

شیخ الاسلام امام ابن قیم ان لوگوں کبار میں فرمات یں جو معاد توڑن وال وں ان ک ساتھ ایک جیسا سلوک روا رکھا جائ خوا و بذاتِ خود عد توڑن وال وں یا اس معاد توڑن پر خاموشی اختیار کرن وال اور پسندیدگی ظار کرن وال وں سیرت النبی ک حوال س ا س بار روشنی ڈالت وئ حافظ ابن قیم فرمات یں :

’’ وَكَانَ هَدْيُ اِذَا صَالَحَ قَوْمًا فَنَقَضَ بَعْضُهُمْ عَهْدَ وَ صُلْحَ وَ اَقَرَّهُمُ الْبَاقُوْنَ وَ رَضُوْا بِ غَزَا الْجَمِيْعَ وَ جَعَلَهُمْ نَاقِضِيْنَ ،

كَمَا فَعَلَ بِقُرَيْظَةَ وَ النَّضِيْرِ وَ بَنِيْ قَيْنُقَاعِ ، وَ كَمَا فَعَلَ فِي أَهْلِ مَكَّةَ ، فَهٰذِهٖ سُنَّتُهٗ فِيْ أَهْلِ الْعَهْدِ ، وَعَلَى هٰذَا يَنْبَغِيْ أَنْ يَّجْرِىَ الْحُكْمُ فِيْ أَهْلِ الذِّمَّةِ، كَمَا صَرَّحَ بِهٖ الفُقَـائُ مِنْ أَصْحَابِ أَحْمَدَ وَ غَيْرَهُمْ وَ خَالَفَهُمْ أَصْحَابُ الشَّافِعِيِّ۔
اِلٰى أَنْ قَالَ رَحِمَهُ اللّٰهُ:وَ قَدْ أَفْتَيْنَا وَلِيَّ الْأَمْرِ لَمَّا أَحْرَقَتِ النَّصَارٰى أَمْوَالَ الْمُسْلِمِيْنَ بِالشَّامِ وَ دُوْرَهُمْ وَ رَامُوْا اِحْرَاقَ جَامِعِهِمْ الْأَعْظَمَ حَتّٰى أَحْرَقُوا مَنَارَتَهٗ وَكَادَ --لَولَا دَفْعُ اللّٰهِ --أَنْ يُّحْتَرَقَ كُلُّهٗ وَعَلِمَ بِذَلِكَ مَنْ عَلِمَ مِنَ النَّصَارٰى وَوَطَئُوا عَلَيْهِ وَ أَقَرُّوْ وَ رَضُوْا بِهٖ وَ لَمْ يُعْلِمُوْا وَلِيَّ الْأَمْرِ ، فَاسْتَفْتٰى فِيْهِمْ مَنْ وَلِيَ الْأَمْرَ مَنْ حَضَرَهُ مِنَ الْفُقُهَاءَ ، فَأَفْتَيْنَاهُ بِانْتِقَاصِ عَهْدِ مَنْ فَعَلَ ذَالِكَ وَ أَعَانَ عَلَيْهِ بِوَجْهٍ مِّنَ الْوُجُوْ أَوْ رَضِيَ بِهٖ وَ أَقَرَّ عَلَيْهِ ، وَ أَنَّ حَدَّ الْقَتْلِ حَتْمًا لَا تَخْيِيْرَ لِلْإِمَامِ فِيْهِ كَالْأَسِيْرِ ، بَلْ صَارَ الْقَتْلُ لَهُ حَدًّا --اِلٰى قَوْلِهٖ: وَ أَنَّ هَدْيَهٗ وَ سُنَّتَهٗ اِذَا صَالَحَ قَوْمًا وَ عَاهَدَهُمْ فَانضَافَ اِلَيْهِم عَدُوٌّ سِوَاهُمْ ، فَدَخَلُوْا مَعَهُمْ فِيْ عَقْدِهِمْ ، وَ انْضَافَ اِلَيْهِ قَوْمٌ آخَرُوْنَ فَدَخَلُوْا اِلَيْهِ فِيْ عَقْدِهٖ ، صَارَ حُكْمُ مَنْ حَارَبَ مَنْ دَخَلَ مَعَهٗ فِيْ عَقْدِهٖ مِنَ الْكُفَّارِ حُكْمُ مِنْ حَارَبَهٗ .... الشَّرْقِ لَمَّا أَعَانُوْا عَدُوَّ الْمُسْلِمِيْنَ عَلٰى قِتَالِهِمْ فَأَمَدُّوْهُمْ بِالْمَالِ وَالسِّلَاحِ وَ اِنْ كَانُوْا لَمْ يَغزُوْنَا وَ لَمْ يُحَارِبُوْنَا ، وَرَاهُمْ بِذَالِكَ نَاقِضِيْنَ لِلْعَهْدِ۔'' [96]

''نبی اکرم ﷺ کی سیرت وہدایت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ :آپ ﷺ جس کسی قوم سے صلح کا معاہدہ کرتے ،پھر اس قوم میں سے بعض افراد اپنے معاہدہ اور صلح کو توڑ دیتے ،جبکہ کچھ لوگ اس ''نقص عہد''کی توثیق وتائید کرتے اور اس پر اپنی رضامندی ظاہر کرتے ،نبی اکرم ﷺان تمام سے جنگ کرتے اوران سب ہی کو عہد توڑنے والوں کے زمرے میں شامل کرتے ،رسول اللہ ﷺنے بنوقریظہ ، بنونضیر اور بنو قنیقاع کے ساتھ یہی سلوک کیا ،یہی سلوک رسول اللہ ﷺنے اہل مکہ کے ساتھ بھی روا رکھا ،رسول اللہ ﷺکا اپنے عہد مبارک میں یہی طریقہ ومعمول تھا ۔لہذا ان تمام اہل ذمہ)فدیہ دینے کے معاہدہ کے ساتھ اسلامی حکومت کے تحت زندگی گزارنے والے لوگوں(کے ساتھ اسی سنت وسیرت کے مطابق معاملہ کرنا چاہیۓ ،امام احمد بن حنبل ؒکے شاگردوں اور ان کے علاوہ دیگر فقہاء نے بھی یہی وضاحت

[96] زادالمعاد بتحقیق شعیب و عبدالقادر الارناؤط :138,136/3

بیان کی ہے جبکہ امام شافعی کے شاگردوں نے اس بارے میں اختلافی ریمارکس دیے ہیں ۔

) امام ابن قیم ؒمزید فرماتے ہیں:(وقت کے حکمرانوں کو ہم نے تویہی فتوٰی دیاتھا ۔جب عیسائیوں نے شام کے اندر مسلمانوں کی جائیداد ،املاک ،دیہاتوں ،شہروں اور گھروں کو نذر آتش کردیا۔انہوں نے شام کی سب سے بڑی جامع مسجد کو بھی خاکستر کرنے کی مکمل تیاری کرلی تھی ۔یہاں تک کہ اس جامع مسجد کاایک مینار انہوں نے جلا بھی دیا تھا۔اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص فضل نہ ہوتا تو وہ ساری مسجد کو جلاکرراکھ کے ڈھیر میں تبدیل کردیتے ۔

ملک شام کے اندر ہونے والی اس کاروائی کا جب وہاں موجود دیگر عیسائیوں کو پتہ چلا ۔انہوں نے اس کی موافقت اور تائید ہی ظاہر کی ۔اس پر خوشی کا اظہار کیا۔لیکن اس بات کی انہوں نے وقت کے حکمرانوں کو کانوں کان خبرنہ ہونے دی ۔)معاملہ کھل جانے پر(اس وقت کے حکمران نے اس وقت کے فقہاء سے فتوٰی طلب کیا۔ہم نے اس کو یہ فتوٰی دیا کہ جس جس عیسائی نے اپنے معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے معاہدہ توڑا ہے ۔حملہ آوروں کا کسی طرح تعاون کیا ہے ،اس پر خوشی کا اظہار کیا ہے یا اپنے لبوپر مہرخاموشی لگاتے ہوئے ان کی تائید کی ہے ۔ان سب معاہدہ توڑنے والوں کی سزا سوائے قتل کے اور کوئی نہیں ہے ۔)[97]

)امام ابن قیم مزید فرماتے ہیں:(نبی اکرم ﷺکی سیرت طیبہ اور حیات مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر نبی اکرم ﷺکسی قوم سے معاہدہ وصلح کرتے پھر جن کے ساتھ آپ کا معاہدہ طے پاتا ان کے ساتھ کوئی اور دشمن قبیلہ جاملتا اور ان کے معاہدہ میں شامل ہوجاتا تو وہ اس کیے ہوئے معاہدہ میں شامل سمجھا جاتا ۔اسی طرح اگر کوئی قبیلہ نبی ﷺسے حالتِ کفر پر ہوتے ہوئے بھی آملتا ۔تو وہ آپ کے ساتھ معاہدہ میں شامل سمجھاجاتا ۔آپ کے ساتھ معاہدہ میں شامل ہونے والے کسی کافر کے ساتھ کوئی قبیلہ بدعہدی کرتے ہوئے

[97] سورۃ القتال /سورۂ محمد کی آیت:۴ کی روشنی میں امیر لشکر کو قیدیوں کے بارے میں تین اختیارات حاصل ہیں :۱.....ان کو قتل کروادینا۲۔ ....فدیہ لے کر آزاد کردینا۳۔ .....بطور احسان بغیر فدیہ لیے معاف کردینا ۔مگر معاہدہ توڑنے والے بدعہد قیدیوں کے بارے میں امیر کو صرف اور صرف قتل کروانے کا اختیار حاصل ہے ۔باقی دونوں اختیارات اس کو حاصل نہیں ۔لہٰذا بدعہدی اور غداری کی صورت میں صرف اور صرف قتل کرنا ہی سزا ہے ۔

جنگ کرتا تو نبیﷺان بدعہدی کرنے والوں کوبھی اپنا مدمقابل دشمن سمجھتے اور ان کے ساتھ جنگ کرتے۔[98]

مشرق کے عیسائیوں کے ساتھ جنگ کرنے کافتوٰی شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ ؒنے بھی دیا ہے ،اس لیے کہ ان مشرقی عیسائیوں نے مسلمانوں کے دشمنوں کا مسلمانوں کے خلاف مال کے ساتھ اور اسلحے کے ساتھ بھرپور تعاون کیا تھا۔ حالانکہ انھوں نے بذات خود نے جنگ میں شرکت کی تھی نہ ہی مقابلے پر اترے تھے،صرف تعاون کرنے سے ہی ان کو معاہدہ توڑنے والے قرار دیاگیا اور ان کے ساتھ جنگ کرنے کا فتوٰی امام ابن تیمیہ ؒنے جاری کیاتھا۔‘‘ (امام ابن قیم ؒکے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

امام ابن تیمیہ اور امام ابن قیم ؒکی وضاحت سے معلوم ہوا:

توجہ فرمائیں !شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ ؒاس شخص پر جو مسلمانوں سے جنگ کے موقع پر کفار کا تعاون کرتا ہے اور آلات حرب وضرب اور مال ودولت کے ساتھ ان کو سپورٹ فراہم کرتا ہے ، وہ جنگ کرنے والوں اور لڑائی کرنے والوں کے ہی حکم میں شامل ہے۔ان تعاون کرنے والوں کا بالکل وہی معاملہ ہے جومسلمانوں کیساتھ بذات خود جنگ کرنے والوں کا ہے ،باجود اس کے کہ وہ مسلمانوں سے جنگ کرنے والوں کے ساتھ بذات خود جنگ میں شامل نہیں تھے ۔

اسی طرح جن عیسائیوں نے مسلمانوں کے گھروں اور جائیدادوں کو نذر آتش کرنے والوں کی بے غیرتی پر مسرت وشادمانی کا اظہار کیا تھا ،امام ابن قیم دونوں قسم کے افرا د کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ سب قتل کردیے جانے کے مستحق ہیں ،حاکم وقت کو یہ بھی اختیارنہیں کہ وہ ان میں سے کسی کے لیے معافی کا پروانہ جاری کرسکے ،ان کی حتمی سزا صرف اور صرف قتل ہے۔

---

[98] اس کی مثال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺنے جب اہل مکہ سے حدیبیہ کے مقام پر صلح کا معاہدہ کیا ،اس کے بعد قبیلۂ بنوبکر اہل مکہ کے ساتھ شامل ہوگئے اور قبیلہ بنوخزاعہ نبی اکرم ﷺکے ساتھ آشامل ہواْ ایک وقت آیاکہ بنوبکر نے معاہدہ توڑتے ہوئے بنوخزاعہ پر دھاوا بول دیا ،اہل مکہ نے بنوبکر کا پورا پورا ساتھ دیا اور معاہدہ کی خلاف ورزی کرنے کے مرتکب ہوئے ،اس کے نتیجے میں نبی اکرمﷺنے پوری تیاری کرتے ہوئے اہل مکہ پر حملہ کیا اور اللہ تعالیٰ کی مدد ونصرت سے مکہ کو فتح کرلیا ۔ لہٰذا نبی اکرمﷺنے بنوخزاعہ پر حملہ کو اپنے اوپر حملہ تصور کیا اور جوابی کاروائی کی ،حالانکہ بنوخزاعہ اس وقت تک کافر قبیلہ تھا۔

اس سے آپ کو اس شخص کے متعلق توبالکل واضح ہوجائے گا کہ جو کافروں کے اقدامات کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہے ان کا تعاون کرتا ہے ، ان کو مالی طور پر (Financially)اور معلومات کی فراہمی (for Providing informations)کے ساتھ سپورٹ فراہم کرتا ہے ،بلکہ اس سے کہیں آگے نکل کر مسلمانوں کے ساتھ لڑنے کے لیے کافروں کے ساتھ نکل کھڑا ہوتا ہے ،کافروں کے اتحاد میں شامل ہوجاتا ہے)یہ الگ بات ہے کہ اس کو لڑائی میں عملاً حصہ لینے کا موقع نہ بھی ملے(ایسے معاونین اور مددگاروں کا وہی حکم ہے جو اس جنگ میں حصہ لینے والے بڑے بڑے بدمعاشوں ،سرغنوں اور سرپرستوں کا ہے۔یہ سب کے سب اب ایک گروہ شمار ہوں گے اور ان کا ایک ہی حکم اورمعاملہ ہوگا۔

علماء حق اور سرکاری ملاؤں میں زمین وآسمان کافرق :

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ ؒاور ان کے شاگردِ رشید شیخ الاسلام امام ابن قیم ؒکے گذشتہ دونوں فتوؤں سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اللہ کے دین کے داعی حقیقی علماء اور دنیا کے بھوکے ،درباری اور سرکاری ملاؤں کے موقف ونظریہ میں زمین وآسمان کا فرق ہے ۔اللہ والے حقیقی علماء صرف اور صرف اللہ وحدہ، لاشریک لہ، سے ڈرتے ہیں ۔اس حقیقت کو جانتے ہیں کہ ساری دنیا کے کافر ایک دوسرے کے دوست ہیں اور اس حقیقت سے بھی آشنا ہیں کہ ساری دنیا کے مسلمان ایک دوسرے کی مددومعاونت میں ایک قوت ،ایک طاقت اور ایک ملت ہوتے ہیں۔

ان کے مقابلے میں درباری اور سرکاری اصحاب جبہ ودستار کاکردار یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں ،دین اسلام کے مسائل کو آپس میں گڈ مڈ کرکے لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں ۔ وقت کے حاکموں کی تجاویز وآراء ،پروگرامز اور پروجیکٹس (programs & projects)کوتحفظ اور سند جواز فراہم کرتے ہیں ہو ۔ پروگرام اور پروجیکٹ جو مختلف ناموں سے منظر عام پر لائے جاتے ہیں:کوئی پروگرام امن وسلامتی کے نام سے ظاہرکیا جاتا ہے ،کوئی

پروگرام ملکی سلامتی اور خودمختاری کے نام سے ظاہر کیا جاتا ہے ،کوئی ملکی یکجہتی اور اتحاد کے نام سے ظاہرکیا جاتا ہے۔

ان درباری اور سرکاری ملاؤں میں اتنی بھی اخلاقی جرأت نہیں ہوتی کہ وہ ظلم و ستم اور جبر واستبداد کے ساتھ مسلم علاقوں پر قبضہ کرنے والے یہودیوں اور عیسائیوں کے متعلق یہی وہ فتوٰی صادر کرسکیں جن کے وہ مستحق اور اہل ہیں ،وہ یہودی اور عیسائی جو مسلمانوں کے خلاف کینہ وبغض کی بناپر دانت پیس رہے ہیں ہر جگہ مسلمانوں کے خلاف برسرپیکار ہیں یہ علماء سوء ان یہودیوں اور عیسائیوں کے بارے میں قرآن و سنت کے وہ شرعی احکام بیان کرنے سے ہی خوف کھاتے ہیں جو تقاضا کرتے ہیں کہ ان کے ساتھ جنگ وقتال واجب ہے اور ان کے ساتھ بزدل بن کر اور جھک کر صلح کرنا بہر صورت حرام ہے۔

چڑھتے سورج کے پجاری سرکاری مولویوں کے فتوے :

ان درباری اور سرکاری مولویوں نے جو باطل فتوے دیے وہ صرف دنیوی مفادات اور دنیوی عیش وعشرت کے کھوجانے کے خوف سے دیے ہیں ،جو کچھ ان کو حکمرانوں کے صدارتی محلات اور پارلیمنٹ ہاؤس کی طرف سے حکم دیا جاتا ہے ،اس کے مطابق یہ اپنے فتوے صادر کرتے ہیں وہ حکمران جو روٹی کے چند ٹکڑوں)ڈالرز اور پونڈ (کے عوض اپنا دین قربان کرچکے ہیں اور اقتدار کے ایوانوں میں بزدلی کے ساتھ اپنے سرچھپائے ہوئے ہیں ،مزید برآں ان درباری مولویوں نے یہ بھی جسارت کی کہ مجاہدین اسلام کے خلاف خوب خوب ہرزہ سرائی کی وہ مجاہدین جو اللہ کے دشمنوں کے خلاف جہادی پرچم سربلند کیے ہوئے ہیں وہ اللہ کے دشمن خواہ مرتد حکمرانوں میں سے ہوں ،خواہ سیکولر اورلبرل حکمرانوں میں سے ہوں ،خواہ اسرائیل کے ظالم وجابر یہودی ہوں یا امریکہ کے قابض وغاصب عیسائی ہوں یا ان کے علاوہ مشرک پلید ہندو ہوں۔

جو شخص بھی ان سرکاری ملاؤں کے معاملے پر غور کرتا ہے اس کویہ بات انتہائی تعجب انگیز معلوم ہوگی کہ یہ لوگ ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ایسے ایسے بیانات جاری کرتے ہیں جن سے مجاہدین کے خلاف دشمنی اور عناد ٹپک

رہا ہوتا ہے جو حد اعتدال سے کوسوں دور نکل جانے والے اور زمین پر فساد برپا کرنے والے بیانات ہوتے ہیں یہ سرکاری مفتی تو یہ فتویٰ بھی دیتے ہیں کہ جو شخص یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ جہاد کرنے والامجاہد فی سبیل اللہ ہے اس کی گردن اڑادینی چاہیے بلکہ وہ مجاہد فی سبیل اللہ کو دہشت گرد ،تخریب کار اورمخالف جنگجو قرار دے کر قابل گردن زدنی قرار دیتے ہیں ۔

اکثر وپیشتر یہ سرکاری علماء اس وقت فتویٰ صادر کرتے ہیں جب حکمرانوں اور بڑوں کی طرف سے ڈیمانڈ آتی ہے مگر بدقسمتی سے کبھی کبھی یہ محض اپنی خوشی اور رضاورغبت ہی سے نمبر بنانے کے لیے فتوے دینے لگتے ہیں ۔

درباری ملاؤں کا کردار اوربگڑتا ہوا معاشرہ:

- ایسے لگتا ہے کہ ان کو اپنے بڑوں ،حکمرانوں اور لیڈروں کے اندر تخریب کاری اور فساد کی کوئی رمق نظر نہیں آتی۔

- ایسے لگتا ہے کہ اللہ کے حکم قانون (قرآن وسنت) کے بغیر فیصلے کرنے اور اپنے خود ساختہ self made قوانین کے ساتھ عدالتی نظام چلانے میں ان درباری علماء کو کوئی خرابی نظر نہیں آتی ۔

- ایسے لگتا ہے کہ ان مولویوں کے ہاں یہودیوں ،عیسائیوں اور دیگر کافروں سے بہرصورت دوستیاں رچانے کے عمل کو ایک مسلمہ حقیقت کے طور پر تسلیم کرلینا چاہیے حکومتی پالیسیوں کے نتیجے میں ہر سوپھیلے ہوئے دنگا فساد ،اور مسلمانوں کے خلاف لو ٹ مارکو ایک مسلمہ حقیقت کے طور پر تسلیم کرلیناچاہیے ۔

- ایسے لگتا ہے کہ اجنبیوں کے سامنے عورتوں کے بے پردے اورآراستہ وپیراستہ ہوکر نکلنے میں انہیں کوئی خرابی نظر نہیں آتی ۔کھلے چہرے،کھلے گریبان،ننگے سر ،ننگے بازواورنیم برہنہ بدن کے ساتھ سڑکوں اور بازاروں میں گھومتے پھرتے ہوئے دیکھ

کر انہیں کوئی بے غیرتی ،بے حمیتی اور خرابی محسوس نہیں ہوتی۔

- ایسے لگتا ہے کہ ہر سوپھیلی ہوئی بدکاری اور زناکی منکرات ،رقص وسرور کی مجلسیں ،شراب وشباب کی تقریبات (Functions) ، سود اور جوا کے معاملات اور پھر ہر بے دین این جی اوز (NGOs) کی زبان پر شخصی آزادی کا نعرہ جیسے امور ایسے حقائق کو بغیر کسی تردّد کے تسلیم کرلینا چاہیے۔

- آج ہر کافر کے ساتھ ذلت ورسوائی پرمبنی معاہدے طے پارہے ہیں ،کافروں کے ہاتھوں اپنی قیمتی املاک اور ادارے فروخت کیے جارہے ہیں ،بلکہ مسلم علاقوں اور شہروں کو کافروں کے کنٹرول اور تسلط میں دیا جارہا ہے۔اپنی گردنوں میں کافروںکی غلامی کے طوق پہنائے جارہے ہیں مگر یہ اصحاب جبہ ودستار ،صاحبان مرتبہ وفضیلت مفتیان اوراکابر علمائ واسکالرز ان حالات میں بھی مسلم عوام کو بیدارکرنا جرم عظیم تصور کرتے ہیں ۔

درباری مولویوں کی مثال قرآن مجید سے:

ان شُیُوخُ الضَّلَالِ ، عُلَمَاءُ السَّلَاطِین اور حکمرانوں کی خواہشات (Requirements)کے مطابق فتوٰی دینے والے مفتیان کا معاملہ بالکل ویسا ہی ہے جن کے بارے اللہ رب العزت اپنی لاریب کتاب قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ، وَ لَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾)الاعراف=7: (176،175

’’اور ان لوگوں کو اس شخص کا حال پڑھ کر سنائیے !جس کو ہم نے اپنی آیتیں دیں پھر شیطان اس کے پیچھے لگ گیا ۔سو وہ گمراہ لوگوں میں شامل ہوگیا ۔اور اگر ہم چاہتے تو اس کو ان آیتوں کی بدولت بلند مرتبہ)عطا(کردیتے ، لیکن وہ تو دنیا کی طرف مائل ہوگیا ۔اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کرنے لگا ۔سو اس کی حالت کتے کی سی ہوگئی ہے۔ اگر تو اس پر حملہ کرے توتب بھی ہانپے

اور اس کو چھوڑ د تب بھی انپ یی حالت ان لوگوں کی جنھوں ن ماری آیتوں کو جھٹلایا سوآپ اس حال کو بیان کردیجئ !شاید و لوگ کچھ سوچیں‘‘

دربـاری ملاؤں ک بـار میں امـام ابن تیمی کـا فتـوٰی اورنصیحت:

اسی بناپر شیخ الاسلام امـام ابن تیمی ایـک ایسـ عـالم دین ک بار میں فرمات یں ،جوکتاب وسنت کی کھری دعوت جانت وئ بھی ترک کردیتا اور حق کی مخالفت کرت وئ حکام وقت کی خـواش کی پیروی کرتا ،امام ابن تیمی فرمات یں :

’’ وَمَتٰی تَرَکَ الْعَالِمُ مَا عَلِمَ مِنْ کِتَابِ اللِ وَ سُنَّ رَسُوْلِ وَاتَّبَعَ حُکْمَ الْحَاکِمِ الْمُخَالِفِ لِحُکْمِ اللِ وَ رَسُوْلِ کَانَ مُرْتَدًّا کَافِرًا یَسْتَحِقُّ الْعَقُوْبَ فِی الدُّنْیَا وَالآخِرَ ، قَالَ تَعَالٰی :اَلْمّصٓ، کِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَیْکَ فَلاَ یَکُنْ فِیْ صَدْرِکَ حَرَجٌ مِّنْ لِتُنْذِرَ بِ وَ ذِکْرٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ، اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَ لاَ تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِ اَوْلِیَآئَ قَلِیْلاً مَّا تَذَکَّرُوْنَوَ لَوْ ضُرِبَ وَ حُبِسَ وَ اُوْذِیَ بِأَنْوَاعِ الأَذَی لِیَدَعَ مَا عَلِمَ مِنْ شَرَعِ اللِ وَ رَسُوْلِ الَّذِیْ یَجِبُ اِتِّبَاعُ وَاتَّبَعَ حُکْمَ غَیْرِ کَانَ مُسْتَحِقًّا لِعَذَبِ اللِ بَلْ عَلَیْ أَنْ یُّصْبِرَ وَ اِنْ أُذِیَ فِی اللِ فِی الْأَنْبِیَاءِ وَ أَتْبَاعِھِمْ ، قَالَی تَعَالٰی :الٓمٓ، اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْآ اَنْ یَّقُوْلُوْآاٰمَنَّا وَمْ لاَ یُفْتَنُوْنَ، وَ لَقَدْ فَتَنَّا الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ ا الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَ لَیَعْلَمَنَّ الْکٰذِبِیْنَوَ قَالَ تَعَالٰیوَ لَنَبْلُوَنَّکُمْ حَتّٰی نَعْلَمَ الْمُجٰدِیْنَ مِنْکُمْ وَ الصّٰبِرِیْنَ وَ نَبْلُوَا اَخْبَارَکُمْ، وَ قَالَ تَعَالٰیاَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّ وَ لَمَّا یَاْتِکُمْ مَّثَلُ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِکُمْ مَّسَّتْمُ الْبَاْسَآءُ وَ الضَّرَّآءُ وَ زُلْزِلُوْا حَتّٰی یَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَ مَتٰی نَصْرُ اِ اَلاَ اِنَّ نَصْرَ اِ قَرِیْبٌ [99]

’’جب ایک عالم دین کتاب الل اور سنت رسول کو جانت وئ بھی برحق موقف ترک کرد اور حاکم وقت ک ایس حکم کی پیروی کرن لگ جائ جو حکم الل اور اس ک رسول ک حکم ک صریحاً خلاف و ایسا عالم دین مرتد اور کافر وجاتا اور دنیا وآخرت میں سزا کا مستحق ٹھرتا الل تعالیٰ سور الاعراف:١-٣ میں فرمات یں :

’’اَلْمّصٓ)حروف مقطعات میں س)ی ایک کتاب جو آپ ک پاس اسلی بھیجی گئی ک آپ اس ک ذریع س)لوگوں

[99] مجموع الفتاوی:373,372/35

کو(ڈرائیں ،سو آپ کے دل میں اس سے بالکل تنگی نہ ہو اور یہ
ایمان والوں کے لیے نصیحت ہے۔تم لوگ اس کی پیروی کرو جو
تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے ۔اوراللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر
دوسرے رفیقوں کی پیروی مت کرو ۔تم لوگ بہت ہی کم نصیحت
مانتے ہو۔اگر بالفرض اس عالم دین کو مارا پیٹا جائے اس کو پس
زندان کردیاجائے یا اس کو طرح طرح کی اذیتوں اور تکلیفوں سے
دوچار کیا جائے ،اس وجہ سے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول
(ﷺ)کی شریعت کو چھوڑ دے ۔جس شریعت کی پیروی کرنا واجب
ہے۔ اللہ اور اس کے رسو ل کے حکم اور قانون کی بجائے وہ
کسی اور حکم اور قانون کی پیروی کرنے لگ جائے ۔تویہ عالم اگر
ان مصائب وآلام کو سامنے دیکھ کر دین کی کھری دعوت سے باز
آجاتا ہے تو بھی یہ شخص اللہ کی طرف سے سزا کا مستحق
قرار پائے گا ۔اس عالم دین پر فرض عائد ہوتا تھا کہ وہ تکلیفوں
اور اذیتوں کے وقت صبر وبرداشت کا مظاہرہ کرتا ۔کیونکہ یہ
سب کچھ اس نے اپنے اللہ کے لیے برداشت کیا تھا۔انبیاء کرام اور
ان کے پیروں کاروں (followers)میں اللہ تعالیٰ کی سنت اور
طریقہ یہی ہے کہ وہ مصائب وآلام کے ساتھ آزماتا ہے۔ اللہ
تعالیٰ سورہ العنکبوت کی آیات:۱-۳ارشاد فرماتے ہیں :

•.....’’الٓمّٓ (حرو ف مقطعات میں سے ہے)۔کیا لوگوں نے یہ
گمان کررکھاہے کہ ان کے صرف دعوے پر کہ ایمان لائے ہیں
،ہم انہیں بغیر آزمائے ہی چھوڑ دیں گے ۔ان سے پہلے
لوگوں کو بھی ہم نے خوب جانچا ،یقینا اللہ تعالیٰ انہیں بھی
جان لے گاجوسچ کہتے ہیں اور انہیں بھی معلوم کرلے گا جو
جھوٹے ہیں ۔‘‘
•.....اسی طرح سوۂ محمد کی آیت: ۱۳ میں فرمایا:’’یقینا
ہم تمہارا امتحان کریں گے تاکہ تم میں سے جہاد کرنے
والوں اور صبر کرنے والوں کو معلوم کرلیں ،اور ہم
تمہاری (حالتوں خبروں) کی بھی جانچ کریں گے۔‘‘

•.....اسی طرح سورہ البقرہ کی آیت: ۱۲۴ میں ارشاد
فرمایا:’’کیا تم یہ گمان کیے بیٹھے ہو کہ جنت میں چلے
جاؤگے ،حالانکہ اب تک تم پر وہ حالات نہیں آئے۔جو تم سے
اگلے لوگوں پر آئے تھے ۔انہیں بیماریاں اورمصیبتیں پہنچیں

اور وہ یہاں تک جھنجھوڑے گئے کہ رسول اور اس کے ساتھ ایمان والے بھی کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد کب آئے گی؟ آگاہ رہو کہ اللہ کی مدد قریب ہی ہے۔‘‘

(شیخ الاسلام ابن تیمیہ ؒ کے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

باب:7

مسلمانوں کے خلاف برسرپیکارساری جماعت اور گروہ کا ایک ہی حکم اور معاملہ ہے۔ اس بارے میں تکبر وغرور میں ڈوبے ہوئے قائدین اور معاشرے کے کمزور ماتحت عام فوجیوں ،سپاہیوں اور ہرکاروں میں کوئی فرق نہیں کیا جائے گا ۔صحیح اور واضح موقف یہی ہے کہ ان تمام کی ایک ہی سزا ہوگی۔بلکہ صحابہ کرام ؓنے مرتدین کے مقتولین کے بارے میں دوزخ کی آگ کی گواہی بھی دی ہے۔

جنگ زبان سے بھی ہوتی ہے اور عمل سے بھی

مشورہ دینا تعاون کی)سب سے(بڑی صورت ہے:

علامہ ابن قدامہ ؒاپنی تصنیف ’’المغنی ‘‘کی کتاب الجہاد میں ان اقسام و اصناف کا تذکرہ کرتے ہیں جن کو میدان میں قتل کرنا منع ہے۔مثلاً خواتین ،بوڑھے افراد،لنگڑے اور معذور افراد ،مذہبی پیشوا اور بچے وغیرہ۔عام طور پر یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو جنگ نہیں کرتے ۔اس قسم کے افراد کا تذکرہ کرنے کے بعد رقمطراز ہیں:

وَمَنْ قَاتَلَ مِمَّنْ ذَکَرْنَا جَمِیْعَهُمْ جَازَ قَتْلُهُ لِأَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَتَلَ یَوْمَ قُرَیْظَةَ امْرَأَةً أَلْقَتْ رَحًی عَلَی مَحْمُوْدِ بْنِ مَسْلَمَةَ وَ مَنْ کَانَ مِنْ

هٰؤُلَاءِ الرِّجَالِ الْمَذْكُورِيْنَ ذَا رَأيٍ يُعِيْنُ فِی الْحَـرْبِ جَـازَ قَتَلُهُ ، لِأَنَّ دُرَيْدَ بْنَ الصِّمَّةِ قُتِلَ يَوْمَ حُنَيْنَ وَهُوَ شَيْخٌ لَا قِتَـالَ فِيْهِ وَكَـانُوْا خَرَجُوْا يَتَمَيَّنُوْنَ بِهِ وَ يَسْتَعِيْنُوْنَ بِرَأْيِهِ ، فَلَمْ يَنْكُـرِ النَّبِیُّ ﷺ قَتَلَهُ، وَ لِأَنَّ الرَّایَ مِنْ أَعْظَمِ الْمَعُوْنَةِ فِی الْحَرْبِ‘‘ [100]

’’ہم نے پہلے جن افراد)عورتوں ،بچوں،بوڑھوں اور لاغـروں وغیرہ کاتذکرہ کیا ہے ان تمام اقسام کے افراد کو قتل کرنـا اس وقت جـائز ہے جب یہ خـود لـڑائی میں حصـہ لیں ۔اس لیے نبی اکرمﷺنے غزوۂ بنی قریظہ کے دن ایک عورت کـو قتـل کرنے کاحکم دیـا تھـا ، جس نے سـیدنا محمـود بن مسـلمہ پـر چکی کاپـاٹ گرادیاتھـا۔[101]اسـی طـرح جـو شـخص مـذکورہ

---

[100] المغنی لابن قدامہ=کتاب الجهاد: 478/8، مطبوعہ عالم الکتب

[101] زیادہ درست بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ غزوۂ بنی قریظہ کے دن جوصحابئ رسولﷺچکی کے پاٹ سۓ شہید ہوئے تھے وہ سـیدنا خلاد بن سـوید بن ثعلبہ بن صـامت خـزرجی ؓتھے۔سـیدنا محمـود بن مسـلمہؓغـزؤ بـنی قریظہ کے دن شید نہیں ہوئے تھے ۔حافظ ابن کثیرؒابن اسحاق سے نقل کرتے ہیں --ابن اسـحاق کہتے ہیں :مجھے یہ حدیث محمد بن جعفر بن زبیر نے بیان کی ہے۔محمد بن جعفر،عروہ بن زبیر سے بیان کرتے ہیں ۔عروہ بن زبـیر اپنی خالہ ام المومنین سیدہ عائشہؓبیان فرماتی ہیں: لَمْ يُقْتَـلُ مِنْ نَسَـآءِ هِمْ اِلَّا اِمْـرَأةٌ وَاحِـدَةٌ -- قَـالتْ وَاللہِ اِنَّهَـا لَعِنْدِیْ تُحَدِثْ مَعِی تَضْحَک ظَهْرًا وَ بَطْنًا وَ رَسُوْلُ اللہِ قَتَلَ رِجَالُهَا فِی السُّوْقِ اِذْ هَتَفَ هَاتِفٌ بِاِسْمِهَا: اَيْنَ فُلَانٌ؟ قَالَتْ: اَنَا وَاللہِ! قَالَتْ: قُلْتُ لَهَا: وَيْلَکَ مَالَکِ؟ قالَتْ: أُقْتَلْ: قُلتْ:وَلِمَ؟ قَالَتْ لِحَدَثٍ اَحْدَثْتُهُ قَالتْ: فَانْطَلِقَ بِهَا فَضُرِبَتْ عُنُقُهَـا ۔ وَ كَانَتْ عَائِشُۃرَضِیَ اللہُ عَنْهَـا تَقُـوْلُ : فَـوَاللہِ اِمَـا اَنسٰـی عَجَبًـا مِنْهَـا طِيْبَ نَفْسِـهَا وَكَثُـرَ ضِـحْكِهَا وَ قَـدْ عَـرَفَتْ اَنَّهَـا تُقْتَلُ۔)البدایہ والنهایہ=144/3، صحیح ابی داؤد=کتاب الجہاد:باب فی قتل النساء ، الحدیث: (2325

’’بنوقریظہ کی خواتین میں سے سوائے ایک خاتون کے کسی کو قتل نہیں کیاگیـا ۔سـیدہ عائشـہؓفرمـاتی ہیں :وہ میرے پاس تھی اور میرے ساتھ باتیں کرتی رہی ۔بـاتوں کے دوران ہنسـتے ہوئے وہ دائیں بـائیں اور آگے پیچھے لـوٹ پوٹ ہورہی تھی ۔ادھر رسول اللہﷺ اس کے خاندان کے مردوں کو)بدعہدی اور غداری کی سزا کے طـور پر(قتـل کررہے تھے ۔اچانک ایک آواز دینے والے نے ا س کا نام لے کر آوازدی :فلاں عورت کہاں ہے ؟وہ فـوراً بـولی :اللہ کی قسم ! میں ہوں ۔سیدہ عائشہ ؓفرمـاتی ہیں :میں نے اس سـے پوچھـا :تـیری بربـادی ہو ،تـیرا کیـا معـاملہ ہے ؟ تیرانام لے کر تجھے کیوں آواز دی گئی ہے؟اس نے کیا:میں عنقریب قتل کـردی جـاؤں گی ۔سـیدہ عائشـہ ؓفرمـاتی ہیں :میں نے پوچھا آخر کس لیے ؟اس نے کہا:اس لیے کہ میں نے ایک ’انوکھاکام‘‘کیـا ہے ۔سـیدہ عائشـہ ؓفرمـاتی ہیں :اس کو پھر لے جایا گیا اور اس کی گردن تن سے جدا کردی گئی ۔سیدہ عائشـہ ؓفرمـاتی ہیں :مجھے اُس کـا معاملہ کبھی نہیں بھولتا۔اُس کا معاملہ بڑا عجیب تھا ۔بالکل خوش بـاش تھی ۔کھلکھلاکرمسـکرارہی تھی ۔جبکہ اس کو معلوم تھا کہ تھوڑی دیر بعد مجھے قتل کیا جاتا ہے۔

مذکورہ بالا عور ت کے بارے میں ابن اسحاق فرماتے ہیں:’’یہی وہ عورت تھی جس نے چکی کا پاٹ ایک چھت سـے گرا کر سیدنا خلاد بن سوید ؓکو قتل کردیا تھا۔پھر خلاد بن سوید کے بدلے رسول اللہﷺ نے اس کو قتـل کروایـا تھـا۔‘‘)حوالے کے لیے دیکھیے البدایہوالنهایہ=3/ (144جبکہ سنن ابی داؤد کے شارح امام خطابی ؒاس مذکورہ بالا عورت کے بارے میں فرماتے ہیں :’’کہاجاتـا ہے کہ وہ رسـول اللہﷺکی شـان میں گسـتاخی کـرتے ہوئے آپ کـو گالیاں دیـا کرتی تھی ‘‘یہی وہ ’’انوکھا کام‘‘تھا جو اس نے سرانجام دیاہوا تھا)حوالے کے لیے دیکھیے معالم السنن للخطابی 4/ 14)

الغرض مذکورہ بالا دونوں اسباب میں سے کوئی بھی سبب ہو،یہ بات تو واضح ہے کہ اس عورت کـو بلاوجہ قتـل نہیں کیاگیاتھا۔اس نے قولاً یا فعلاً مسلمانوں کے خلاف حصہ لیا،تو اس کو قتل کیاگیاتھا۔اگر وہ بـاقی عورتـوں کی طرح کسی طرح جنگ میں پارٹی سپیٹ (Prticipate)نہ کرتی تو اس کو باقی عورتوں کی طرح قتل نہ کیا جاتا۔

اس موقع پر دوسری وضاحت یہ ہے کہ علامہ ابن قدامہ ؒنے جـو یہ کہا ہے کہ ’’بنـوقریظہ کی .عورتـوں میں سے صرف ایک عورت کو قتل کیا گیا تھا ۔اس لیے کہ اس نے سیدنا محمود بن مسلمہ ؓکے اوپـر چکی کـا پـاٹ گراکر قتل کردیا تھا۔علامہ ابن قدامہ ؒکو یہاں ’’خلادبن سوید ؓکی جگہ محمـود بن مسـلمہ ؓکـا جـو تسـامح ہوا ہے ۔اس کی وجہ کچھ یوں سمجھ آتی ہے کہ دراصل محمود بن مسلمہ بھی چکی کے پاٹ ہی سے شہیدہوئے تھے ۔مگر ان کے اوپر چکی کا پاٹ غزوۂ بنی قریظہ میں نہیں بلکہ غزؤ خیبر میں گراگیا تھاُ اس کی تفصـیل اس طـرح ہے:

رسول اللہﷺ کی زوجہ محترمہ ام المومنین سیدہ صفیہ ؓکا والد اور متعصب یہودی حیی بن اخطب کسـی جـانور کی کھال میں بہت زیادہ خزانہ ڈال کر بنو قریظہ کی جلاوطنی کے ساتھ مدینہ سے ساتھ لایا تھا ۔وہ خـزانہ کنـانہ

افـراد)معـذور اور خـواتین وغـیر(میں سـ ومگر صـاحب الرائ وعنی ایـک اچھی رائ اورکـارگر مشـور ک سـاتھ و جنگ میں کافروں کی مدد کرتا تو اس کـو قتـل کرنـا بھی جائز ی وج ک جـو وازن قـبیل ک ایـک بـوڑھ سردار اورانتائی زیرک ومعامل فم شخص دُریـد بن صِـمّ کو جنگ حـنین میں قتـل کیـا گیاتھـا حـالانک و بت بوڑھـا آدمی تھـااس میں لـڑن کی ذرا بھی سـکت ن تھی لیکن جب بنووازن رسول اللہ ک مدمقابل نکل توو اپـن اس بوڑھ شـخص کـو بـاعث بـرکت سـمجھت اور اس کی جنگی واقفیت س اس کا تعاون حاصل کرت تھ جب اس کو قتل کیا گیا تونبی اکرم ن اس ک قتل پر کـوئی تنقیـد اور انکـار

بن ابوالحقیق ک پاس تھا غـزوۂ خیـبر میں جب اللہ تعـالیٰ ک فضـل وکـرم سـ فتح وچکی تـو رسـول اکـرم ئ یودی سردار کنان بن ابوالحقیق س پوچھا :و بنونضیر والا خزان کدھر ؟اس ن و خزان ایـک نـامعلوم مقـام پر چھپایا وا تھا مگر رسول اللہ ک سامن ی تسلیم کرن س انکـار کردیـا ک اسـ خـزان ک بـار میں کـوئی علم اس ک بعد ایک یودی ن آکر بتایا ک میں کنان کو روزان ایک ویران میں چکر لگـات وئ دیکھتـا تھـا اس پر رسول اللہ ن کنان س فرمایا:ی بتاؤ ک اگر م ن ی خـزان تمار پـاس سـ برآمـد کرلیـا ،پھـر تـوم تجھ قتل کرن میں حق بجانب وں گ نا؟اس ن کا:جی اں! آپ ن ویران کھودن کاحکم دیا واں سـ کچھ خزان برآمد وگیا پھر باقیماند خزان ک بار میں آپ ن اس س دریافت کیا اس ن پھر جھـوٹ بـولا اورکچھ بتان س انکارکردیااس پر رسول اللہ ن اس سیدنا زبیر ک حوال کردیا اور فرمایا:اس سـزا دویاں تـک ک اس ک پاس جو کچھ و سب کچھ میں حاصل وجائ سیدنا زبیر ن اس ک سین پر چقماق پتھر کی چنـد ضربیں لگائیں)چقماق و پتھر جس کو رگڑن س آگ نکلتی (یاں تک ک اس کی جان پر بن آئی مگر و اپن جھوٹ ،ضد اور ٹ دھرمی پر قائم را بقول شاعر

جھوٹ بولا تو اس پر قائم بھی رو غالبؔ
آدمی کو صاحب کردار ونا چائی

بالآخر رسول اللہن اسـ یودی طـاغوت کعب بن اشـرف کـو قتـل کـرن وال مشـور صـحابی رسـول سیدنا محمد بن مسلم ک حوال کردیا سیدنا محمد بن مسلم ن اپن بھائی محمود بن مسلم ک بدل اس کی گردن ماری دی اس لی ک سیدنا محمود بن مسلم سای حاصل کرن ’’’قلع ناعم ‘‘کی دیوار ک نیچ بیٹھ تھ ک کنان بن ابوالحقیق ن ان پر چکی کا پاٹ گراکر شید کردیا

یودیوں ک خیبر میں آٹھ بڑ بڑ اورمضبوط قلع تھ ،جن میں و سکونت پذیر تھ ان میں سـ سـب س بڑا ور مضبوط قلع ’’قلع ناعم ‘‘تھا یودیوں ک آٹھ قلعوں میں س ی پل نمبر پر تھای قلع اپـن محـل وقوع کی نزاکت اور اسٹریئجی ک لحاظ سـ یود کی پلی دفـاعی لائن (front line)کی حیـثیت رکھتـا تھـاـی قلع مرحب نامی اسش زور اور جانباز یودی کا تھا جس ایک زار مردوں ک برابر مانا جاتـا تھـا)حـوال ک لی دیکھی الرحیق المختـوم صـفح :204، (598توایسـ معلـوم وتـا ک علام ابن قـدام ن اس وج سـ غزوۂ بنی قریظ ک ضمن میں محمود بن مسلم کا نام ل لیا ک انھیں بھی چکی ک پاٹ س شید کیا گیـا تھـائ توبجا مگر غزوۂ بنی قریظ میں شید ون وال صحابی رسـولکانام خلاد بن سـوید اور غـزوۂ خیـبر میں چکی ک پاٹ س شید ون وال کانام محمود بن مسلم)وَاللہُ اَعْلَمْ وَ عِلْمُ أَتَمُّ وَ أَصْوَبُ(

ظاہر نہیں فرمایاتھا۔[102]حالت جنگ میں رائے اور مشورے دینا تعاون اور مددکی سب سے بڑی صورت ہے۔‘‘

شیخ الاسلام اما م ابن تیمیہ ؒفرماتے ہیں :

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ ؒاس بارے میں وضاحت کرتے ہیں :
’’وَ أَمَّا مَنْ لَّمْ یَکُنْ مِنْ أَهْلِ الْمُعَانِعَۃِ وَ الْمُقَاتِلَۃِ کَالنِّسَاءِ وَالصِّبْیَانَ وَالرَّاهِبِ وَالشَّیْخِ الْکَبِیْرِ وَ الْاَعْمٰی وَ الزَّمِنِ وَ نَحْوِهِمْ فَلَا یُقْتَلُ عِنْدَ جمْهُوْرِ الْعُلَمَاءِ اِلَّا اَنْ یُّقَاتِلَ بِقَوْلِہٖ اَوْ فِعْلِہٖ ۔‘‘[103]

’’جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے جو مسلمانوں کے رکاوٹ بننے والے اور جنگ میں شرکت کرنے والے نہ ہوں ،مثلاً: عورتیں ،بچے ،مذہبی پیشوا،)پادری اور پوپ وغیرہ(بوڑھے ،لاغر،معذور اور ان جیسے دیگر افراد کے متعلق اکثر وبیشتر علماء اسلام کا موقف یہی ہے کہ ان کو جنگ میں قتل نہیں کیا جائے گا ،ہاں !اگروہ اپنے قول وفعل سے جنگ میں شریک ہوتے ہیں تو ان کو قتل کیا جائے گا۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ ؒمزید فرماتے ہیں :

اسی طرح ایک اور مقام پر امام ابن تیمیہ ؒمزید وضاحت کرتے ہیں :
’’ وَلَا تُقْتَلُ نِسَاؤُهُمْ اِلَّا أَن یُّقَاتِلْنَ بِقَوْلٍ أَوْ عَمَلٍ بِاتِّفَاقِ الْعُلَمَاءِ[104]

[102] حافظ ابن حجر عسقلانیؒنے مسندالبزار کے حوالے سے حسن سند کے ساتھ درید بن صمہ کے قتل کا واقعہ یوں بیان کیا ہے:جب مشرکین شکست کھاچکے تو درید بن صمہ بھی چھ سو(۶۰۰) افراد کے ساتھ بھاگ کھڑاہوا ،یہ لوگ ایک پہاڑی ٹیلے پر کھڑے تھے کہ اچانک انہوں نے ایک فوجی دستے اپنی طرف آتے دیکھا ،بوڑھا درید بن صمہ بولا :ان لوگوں کو میری طرف آنے دو ،میں ان کو سنبھال لوں گا ،قریب آنے پر اس نے دیکھا توکہنے لگا :یہ توبنو قضاعہ قبیلے کے لوگ ہیں ،ان سے کوئی خطرہ نہیں ،اس کے بعد ان لوگوں نے ایک اور فوجی دستے اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو درید بن صمہ نے کہا :یہ توبنوسلیم کے لوگ ہیں ،پھر اس نے ایک شہسوار کو اپنی طرف آتے دیکھا تو اس نے کہا:اس کو میری طرف آنے دو ،میں اس کا مقابلہ کروں گا ،اس کے ساتھیوں نے بتایا،آنے والا شہسوار اپنے سر پر سیاہ پگڑی باندھے ہوئے ہے ،تو درید بن صمہ نے کہا :یہ سیاہ پگڑی والا زبیر بن عوام)ؓ(ہے ،یہ شخص تمہارا کام تمام کردے گا اور تم کو اس جگہ سے نکال کر ہی دم لے گا ،جب سیدنا زبیر بن عوامؓنے اس شکست خوردہ گروہ کو اس پہاڑی ٹیلے پر دیکھا تو)اپنے ساتھیوں سے (کہنے لگے :یہ لوگ یہاں کیا کررہے ہیں ؟پھر وہ ان کی طرف چل پڑے،مسلمانوں کی ایک مختصر سی جماعت بھی ان کے ساتھ ہولی ،مقابلہ خوب ہوا،مجاہدین کی مختصر جماعت نے مشرکین کے اس گروہ میں سے تین سو کافر جہنم واصل کیے ، درید بن صمہ ،جو لڑنے کے قابل نہ تھافقط اپنی قوم کے ساتھ آیا ہوا تھا ،سیدنا زبیر بن عوام ؓنے آگے بڑھ کر اس کا سر کاٹ ڈالااورنبی اکرم ﷺکے سامنے لاکر پیش خدمت کردیا۔‘‘)حوالے کے لیے دیکھیے فتح الباری :8/24،کتاب المغازی:باب غزوہ اوطاس ،حدیث :4223 کی شرح(

[103] مجموع الفتاوی:28/254

[104] مجموع الفتاوی:28/414

’’ کافروں کی خواتین کو قتل نہیں کیا جائے گا ،مگر یہ کہ وہ اپنے قول اور عمل سے یعنی زبان اور ہاتھ سے جنگ میںشریک ہوں۔اس بات پر تمام علماء اسلام کا اتفاق ہے۔‘‘

صاحب السیف والقلم امام ابن تیمیہ ؒمزید فرماتے ہیں :

اسی بات کی وضاحت کرتے ہوئے اما م ابن تیمیہ ؒمزید تحریر فرماتے ہیں :

’’ وَالْمُحَارَبَۃُ نَوْعَانِ: مُحَارَبَۃٌ بِالْیَدِ ، وَ مُحَارَبَۃٌ بِاللِّسَانِ .... اِلٰی قَوْلِہٖ رَحِمَہُ اللّٰہ : وَ کَذٰلِکَ الْاِفْسَادُ قَدْ یَکُوْنُ بِالْیَدِ وَ قَدْ یَکُوْنَ بِاللِّسَانِ ، وَمَا یُفْسِدُہُ اللِّسَانُ مِنَ الْاَدْیَانِ أَضْعَافُ مَا تُفْسِدُہُ الْیَدُ ۔‘‘ [105]

’’جنگ دو طرح کی ہوتی ہے :)١(ہاتھ سے جنگ)٢(زبان سے جنگ.)امام ابن تیمیہ مزید فرماتے ہیں :(کبھی کبھار تو اس میں ہاتھ کا عمل دخل ہوتا ہے ۔)٢(کبھی کبھاراس میں زبان کا دخل ہوتا ہے ۔البتہ یہ بات ذہن نشین رہے کہ جو فساد دینوں اور مذہبوں کی طرف سے زبان کے ساتھ پھیلایا جاسکتاہے وہ اس سے کہیں بڑھ کر ہے جو ہاتھ کے ساتھ پھیلا نا ممکن ہے۔‘‘

ہم نے مذکورہ الصدر موضوع پر تمام علماء اسلام کے جو اقتباسات نقل کیے ہیں اور واضح کیا ہے کہ اس موقف پرتمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ ’’جوشخص بھی اپنے قول سے یا اپنے عمل سے مسلمانوں کے خلاف برپا جنگ میں شریک ہو ،اس کی سزا اسلام کی رو سے قتل ہے ۔‘‘سابقہ گفتگو سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جنگ صرف اور صرف ہاتھ اور عمل سے ہی نہیں لڑی جاتی بلکہ جنگ زبان اور قول سے بھی لڑی جاتی ہے ۔علاوہ ازیں یہ بھی ثابت ہوا کہ جو شخص مسلمانوں کے خلاف ہونے والی جنگ میں کافروں کو مدد فراہم کرے گا یاان کا تعاون کرے گا ،اس مدد اور تعاون کرنے والے شخص کا بھی وہی معاملہ ہوگاجو اس جنگ کرنے والے گروہ کا ہوگا ہوہ مدد اور تعاون چاہے کوئی اپنے ہاتھ سے کرے یا اپنی زبان سے کرے۔دونوں قسم کے لوگوں میں کوئی فرق نہیں سمجھاجائے گا ۔بلکہ یہ بات تجربہ اورمشاہدہ میں آئی ہے کہ کبھی کبھی توزبان کے تیر ایسے گہرے زخم لگاتے ہیں کہ کمان کے تیر بھی وہ زخم نہیں لگاسکتے بلکہ

[105] الصارم المسلول:358

زبان کے ساتھ لڑی جانے والی جنگ دلوں کی مضبوطی اور استحکام میں زیادہ بڑا کردار ادا کرتی ہے اور دلوں کو قوت اور طاقت بخشتی ہے۔

امام ابن کثیر ؒ غزوۂ احد کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اس بارے حافظ ابن کثیر ؒ نے البدایہ والنہایہ میں غزوۂ احد کا تذکرہ کرتے ہوئے ہند بنت عتبہ کا جوقولی کردار پیش کیا ہے وہ ایک بہت بڑی مثال ہے جنگ احد میں جب مسلمان اور کافر ایک دوسرے سے ٹکرائے تھے،دونوں جماعتیں ایک دوسرے کے بالکل قریب آگئیں تھیں ،عین اس نازک گھڑی میں ہند بنت عتبہ)جو اس وقت حالتِ کفر پرتھیں (دیگر خواتین کے جھرمٹ میں کھڑی ہوئیں ،اپنے ہاتھوں میں دف)ہلکا پھلکا ساز بجانے کا ایک آلہ (پکڑا ،مردوں کے پیچھے وہ دف بجاتیں ہوئیں انہیں جنگ پر برانگیختہ کرنے لگیں ،اس وقت ہند نے جو اشعار پڑھے ان میں سے ایک شعر یہ بھی تھا۔

وَيْهَا بِنِيْ عَبْدِ الدَّارِ
وَيْهَا حُمَاَ الأدبَارِ

) ترجمہ (:

دیکھو! بنی عبدالدَّارِ
دیکھو! پشت کے پاسدار
خوب کرو شمشیر کا وار

شاہ سے بڑھ کر شاہ کے وفادار:

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ عورت بھی جنگجوؤں میں شامل ہوگی جب وہ اپنے قول سے یا فعل سے جنگجوؤں کا تعاون کرے گی ،یا وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ پر ابھاررہی ہو،اسی طرح وہ بوڑھا جو اگرچہ اپنے اندر لڑنے کی سکت نہیں رکھتاتھا لیکن وہ اپنی رائے اور مشورے سے جنگ میں تعاون پیش کرتا ہے وہ بھی قتل کردیاجائے گا۔ اس بارے درید بن صِمّہ کا واقعہ مشہور ومعروف دلیل ہے ،اسی طرح جب پوپ،پادری،پنڈت،پروہت اور گرو قسم کے لوگ لڑنے والے لوگوں کے ساتھ میل جول قائم رکھے ہوئے ہوں،خواہ ان مذہبی پیشواؤں کا میدان میں لڑنے والوں کو صرف زبانی کلامی)رائے اور مشورہ(تعاون

ہی حاصل ہوتو ان کا حکم بھی عورتوں اور بوڑھوں کی طرح وہی ہوگاجو لڑنے والوں کا ہے۔

غور کیجیے !جب جنگ میں زبانی تعاون پیش کرنے والی عورتوں ،بوڑھوں اور مذہبی پیشواؤں کا یہ معاملہ ہے ،حالانکہ ان لوگوں کا تعلق ان اقسام سے ہے جن کو شریعت اسلامیہ نے قتل کرنے سے منع کیا ہے ،جی ہاں!جب ایسے لوگ بھی رائے اور مشورے کے ساتھ جنگ میں تعاون کریں تو وہ قتل کردیے جائیں گے ،اس سے ہی جان لیجیے کہ ان لوگوں کے بارے میں شریعت اسلامیہ میں کیا حکم ہوگاجو بڑے بڑے طاغوتوں اور کافروں کو مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے پر آمادہ کرتے ہیں ،مسلمانوں کو قتل کرنے پر ابھارتے ہیں ،مسلمانوں کے خلاف کتابیں تصنیف کرتے ہیں ،لمبے مقالات احاطۂ تحریر میں لاتے ہیں ،بڑی بڑی تقریبات کا انعقاد کرتے ہیں اور بڑے بڑے عوامی اجتماع اور جلسے منعقد کرتے ہیں ،ان کامعاملہ یہیں پر ختم نہیں ہوتا بلکہ جب بھی مسلمانوں کے خلاف دنیا کے بڑے طاغوتوں کا حملہ اور اٹیک ذرا سرد پڑتا ہے تو یہ ’’شاہ سے بڑھ کر شاہ کے وفادار‘‘ اس جلتی پر تیل چھڑک کر آگ کومزیدبھڑکا دیتے ہیں ۔

عوام الناس کو گمراہ کرنے والے مشائخ ،جرائم پیشہ مصنفین اورہر دسترخوان کی رونق بننے والے شعراء کا ہو بہو یہی گھناؤناکردار ہے ،بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ان کا جرم یہ ہے کہ بذات خود عملاً مسلمانوں کے خلاف بھڑکائی ہوئی جنگ میں شرکت اختیار کرتے ہیں ۔ یہ سب لوگ دراصل ایک ہی گروہ ہے ،یہ سب لوگ دراصل اللہ اور اس کے رسول ،اورمومنوں کے خلاف برسر پیکار ہیں ،ان کو قتل کرنا اور اچانک چھاپہ مار کاروائی سے ان کوختم کرنا جائز ہے ،بلکہ بعض حالات میں تو واجب ہے،خاص طور پر ایسے شخص کے لیے یہ کاروائی توبہت ضروری ہے جو مسلمانوں کے لیے درد سر بناہوا ہو،اس بارے شریعت اسلامیہ سے چند مثالیں اور دلائل ذکر کیے جاتے ہیں :

پہلی مثال:دشمن رسول ابورافع یہودی کا قتل:

امام بخاری ؒنے ’’الجامع الصحیح‘‘ میں درج ذیل واقعہ نقل کیا ہے یہ مثال ایک بہت بڑے اسلام دشمن اور رسول دشمن ابورافع یہودی کے بارے میں ہے ،وہ رسول اکرم ﷺسے خوب خوب دشمنی رکھتا تھااور

بقی لوگوں کو بھی رسول الل س دشمنی کرن پر ابھارتا تھا صحیح بخاری میں اس بار میں جو واقع ،سیدنا براء بن عازب اس کو یوں بیان فرمات ہیں :

بَعَثَ رَسُولُ اللِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی أَبِیْ رَافِعِ الْیَھُوْدِیِّ رِجَالًا مِنَ الْأَنْصَارِ فَأَمَّرَ عَلَیْھِمْ عَبْدَ اللِ بْنَ عَتِیْکٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ وَ کَانَ أَبُوْرَافِعٍ یُؤْذِیْ رَسُوْلَ اللِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ یُعِیْنُ عَلَیْہِ وَ کَانَ فِی حِصْنٍ لَہٗ بِأَرْضِ الْحِجَازِ ، فَلَمَّا دَنُوْا مِنْہُ وَ قَدْ غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَ رَاحَ النَّاسُ بِسَرْحِھِمْ فَقَالَ عَبْدُاللِ لِأَصْحَابِہٖ: اِجْلِسُوْا مَکَانَکُمْ فَاِنِّی مُنْطَلِقٌ وَ مُتَلَطِّفٌ لِلْبَوَّابِ لَعَلِّیْ أَنْ أَدْخُلَ ، فَأَقْبَلَ حَتّٰی دَنَا مِنَ الْبَابِ ثُمَّ تَقَنَّعَ بِثَوْبِہٖ کَأَنَّہٗ یَقْضِیْ حَاجَۃً وَ قَدْ دَخَلَ النَّاسُ ، فَھَتَفَ بِہِ الْبَوَّابُ : یَا عَبْدَ اللِ اِنْ کُنْتَ تُرِیْدُ أَنْ تَدْخُلَ فَادْخُل فَاِنِّی أُرِیْدُ أَنْ أُغْلِقَ الْبَابَ ، فَدَخَلْتُ فَکَمَنْتُ

فَلَمَّا دَخَلَ النَّاسُ أَغْلَقَ الْبَابَ ثُمَّ عَلَّقَ الْأَغَالِیْقَ عَلٰی وَتِدٍ ، قَالَ : فَقُمْتُ اِلٰی الْأَقَالِیْدِ فَأَخَذْتُھَا فَفَتَحْتُ الْبَابَ ، وَکَانَ أَبُوْ رَافِعٍ یُسْمَرُ عِنْدَہٗ وَ کَانَ فِی عَلَالِیَّ لَہٗ ، فَلَمّا ذَھَبَ عَنْہُ أَھْلُ سَمَرِہٖ صَعِدْتُ اِلَیْہِ فَجَعَلْتُ کُلَّمَا فَتَحْتُ بَابًا أَغْلَقْتُ عَلَیَّ مِنْ دَاخِلٍ ، قُلْتُ : اِنِ الْقَوْمُ نَذِرُوْا بِیْ لَمْ یَخْلُصُوْا اِلَیَّ حَتّٰی أَقْتُلَہٗ ، فَانْتَھَیْتُ اِلَیْہِ فَاِذَا ھُوَ فِیْ بَیْتٍ مُظْلِمٍ وَسطَ عِیَالِہٖ لَا أَدْرِیْ أَیْنَ ھُوَ مِنَ الْبَیْتِ ، فَقُلْتُ : یَا أَبَا رَافِعٍ! فَقَالَ : مَنْ ھٰذَا؟ فأَھْوَیْتُ نَحْوَ الصَّوْتِ فأضرِبُہٗ ضَرْبۃً أتْخَنْتُ: وَلَمْ أَقْتُلْہُ، ثُمَّ وَضَعْتُ ظُبَۃَ السَّیْفِ فِیْ بَطْنِہٖ حَتّٰی أَخَذَ فِیْ ظَھْرِہٖ فَعَرَفْتُ أَنِیْ قَتَلْتُہٗ فَجَعَلْتُ أفْتَحُ الْأَبْوَابَ بَابًا بَابًا حَتّٰی انْتَھَیْتُ اِلٰی دَرجَۃٍ لَہٗ فَوَضَعْتُ رِجْلِیْ وَأَنَا أُرٰی أَنِیْ قَدِ انْتَھَیْتَ اِلَی الْأَرْضِ فَوَقَعْتُ فِیْ لَیْلَۃٍ مُقْمِرَۃٍ فَانْکَسَرَتْ سَاقِیْ فَعَصَبْتُھَا بِعِمَامَۃٍ ثُمَّ انْطَلَقتُ حَتّٰی جَلَسْتُ عَلَی الْبَابِ ، فَقُلْتُ : لَا أَخْرُجُ اللَّیْلَۃَ حَتّٰی أَعْلَمَ أَقْتَلْتُہٗ ، فَلَمَّا صَاحَ الدِّیْکُ قَامَ النَّاعِیْ عَلَی السُّوْرِ فَقَالَ : أَنْعِیْ أَبَا رَافِعٍ تَاجِرَ أَھْلِ الْحِجَازِ فَانْطَلَقْتُ اِلٰی أَصْحَابِیْ فَقُلْتُ : النَّجَاءَ فَقَدْ قَتَلَ اللہُ أَبَا رَافِعٍ فَانْتَھَیْتُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثْتُہٗ فَقَالَ اُبْسُطْ رِجْلَکَ فَبَسَطْتُّ رِجُلِی فَمَسَحَھَا فَکَأَنَّمَا لَمْ أَشْتَکِھَا قَطُّ[106]

[106] صحیح البخاری=کتاب المغازی: باب قتل أبی رافع عبداللّٰہ بن ابی الحقیق ویقال : سلام بن ابی الحقیق کان بخیبر و یقال : فی حصن لہ بأرض الحجاز ، الحدیث: 4039

’’رسول اللہﷺنے ابورافع یہودی)کے قتل (کے لیے چند انصاری صحابہؓکو بھیجا اور سیدنا عبداللہ بن عتیک ؓکو ان کاامیر مقرر کیا ۔ابورافع یہودی رسول اکرم ﷺکو تنگ کیا کرتا تھا اور آپ ﷺکے دشمنوں کی مدد کیا کرتا تھا ۔سرزمین حجاز میں اس کا ایک قلعہ تھا اور وہیں سکونت پذیر تھا ۔جب وہ اس قلعہ کے قریب پہنچے تو سورج غروب ہوچکاتھا ۔لوگ اپنے مویشی لے کر)اپنے گھروں کو(واپس ہوچکے تھے ۔ سیدنا عبداللہ بن عتیک ؓنے اپنے ساتھیوں سے کہا :تم لوگ یہیں ٹھہرے رہو !میں)اس قلعہ پر(جارہا ہوں اور دربان پر کوئی تدبیر کروں گا ۔تاکہ میں اندر جانے میں کامیاب ہوجاؤں ۔چنانچہ وہ)قلعہ کے پاس (آئے اور دروازے کے قریب پہنچ کر انھوں نے خود کو اپنے کپڑوں میں اس طرح چھپالیا جیسے کوئی قضائے حاجت کررہا ہو۔قلعہ کے تمام آدمی اندر داخل ہوچکے تھے ۔دربان نے آواز دی ۔اے اللہ کے بندے!اگر اندر آنا ہے توجلدی آجا۔میں اب دروازہ بند کردوں گا ۔)سیدنا عبداللہ بن عتیک ؓنے کہا:(چنانچہ میں بھی اندر چلاگیا اور چھپ کر اس کی حرکات و سکنات دیکھنے لگا۔

جب سب لوگ اندر آگئے تو اس نے دروازہ بند کیا اور کنجیوں کا گچھا ایک کھونٹی پر لٹکادیا ۔سیدنا عبداللہ بن عتیک ؓفرماتے ہیں :اب میں ان کنجیوں کی طرف بڑھا اور انہیں اٹھالیا ۔پھر میں نے قلعہ کا دروازہ کھول لیا ۔ابورافع کے پاس رات کے وقت داستانیں بیان کی جارہی تھیں ۔اور وہ اپنے خاص بالاخانے میں تھا۔جب رات کے وقت قصہ گوئی کرنے والے)داستان گو(اس کے پاس سے اٹھ کر چلے گئے تومیں اس کے مخصوص کمرے (Specific Room) کی طرف بڑھنے لگا۔اس تک پہنچنے کے لیے اس دوران میں جتنے دروازے کھولتا تھا انہیں اندر سے بند کرتاجاتا تھا ۔میرا مطلب یہ تھا کہ اگر قلعہ والوں کو میرے متعلق علم ہوبھی جائے تو اس وقت تک یہ لوگ میرے پاس نہ پہنچ سکیں جب تک میں اسے قتل نہ کرلوں ۔آخر میں اس کے قریب پہنچ ہی گیا ۔اس وقت وہ ایک تاریک کمرے میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ)سورہا (تھا ۔مجھے کچھ اندازہ نہ ہوسکا کہ وہ کہاں ہے؟اس لیے میں نے آواز دی :ابورافع!وہ بولا کون ہے؟

اب میں نے آواز کی طرف بڑھ کر تلوار کی ایک ضرب لگائی ۔اس وقت میرا دل دھک دھک کررہا تھا ،یہی وجہ ہوئی کہ میں اس کا کام تمام نہیں کرسکا ۔جب وہ چیخا تو میں کمرے سے باہر نکل آیااور تھوڑی دیر تک باہر ہی ٹھہرا رہا ۔پھر دوسری مرتبہ اندر گیا ۔میں نے پھر آواز بدل کر پوچھا :ابورافع یہ آواز کیسی تھی ؟وہ بولا تیری ماں غارت ہو۔ابھی ابھی مجھ پر کسی نے تلوار سے حملہ کیا ہے۔)سیدنا عبداللہ بن عتیک ؓفرماتے ہیں :(میں نے پھر)آواز کی طرف بڑھ کر (تلوار کی ایک ضرب لگائی ۔اگرچہ میں اس کوخوب لہولہان توکرچکاتھا مگر وہ ابھی مرا نہیں تھا۔اس لیے میں نے تلوار کی نوک اس کے پیٹ پر رکھ کر دبائی جو اس کی پیٹھ تک پہنچ گئی ۔مجھے اب یقین ہوگیا کہ میں اسے قتل کرچکا ہوں۔

چنانچہ میں نے ایک ایک کرکے دروازے کھولنے شروع کیے ۔ بالآخر ایک زینے پرپہنچا ۔میں یہ سمجھا کہ میں زمین پر پہنچ چکا ہوں،)لیکن میں ابھی میں پہنچا ہی نہ تھا(اس لیے میں اس پر پاؤں رکھ دیا اور نیچے گرپڑا ۔چاندنی رات تھی ۔ اس طرح گرپڑنے سے میری پنڈلی زخمی ہوگئی ۔میں نے اس کو اپنی پگڑی سے باندھ لیا اور آخر دروازے پر بیٹھ گیا ۔ میں نے یہ ارادہ کرلیا تھا کہ یہاں سے اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک یہ معلوم نہ کرلوں کہ آیا میں اسے قتل کرچکا ہوں یا نہیں ؟جب مرغ نے اذان دی تو اسی وقت قلعے کی فصیل)دیوار(پر ایک آواز دینے والے نے کھڑے ہوکر آواز دی :لوگو!میں اہل حجاز کے تاجر ابورافع کی موت کا اعلان کرتا ہوں ۔تب میں اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور ان سے کہا چلنے کی جلدی کرو ۔اللہ تعالیٰ نے ابورافع کو)میرے ہاتھوں (قتل کرادیاہے۔

پھر میں نبی اکرم ﷺکی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو ابورافع کے قتل کی اطلاع دی ۔رسول اللہ ﷺنے فرمایا:اپنا پاؤ آگے کرو۔‘‘میں نے اپنا پاؤں آگے کیا تو آپ ﷺنے اس پر اپنا

دست مبارک پھیرا میرا پاؤں فوراً اتنا اچھا ہوگیا جیسے کبھی اس میں مجھ کو تکلیف ہوئی ہی نہ تھی ‘‘[107]

حافظ ابن حجر عسقلانی ؒابورافع یہودی کے قتل کے بارے میں مذکورہ بالا حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :اس حدیث سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ ایسے لوگوں پر اچانک چھاپہ مار کاروائی کی جاسکتی ہے جس سے مسلمانوں کو انتہائی درجے کی اذیتیں لاحق ہورہی ہوں۔[108]

دوسری مثال:یہودی طاغوت کعب بن اشرف کا قتل:

اسی طرح کی ایک مثال کعب بن اشرف یہودی طاغوت کے قتل کی بھی ہے یہ شخص بھی عوام الناس کو رسول اللہ ﷺکے خلاف جنگ پر ابھارتااور برانگیختہ کیا کرتا تھا ،اس پر مسلمانوں کی طرف سے قاتلانہ کاروائی کی مفصل روداد سیدنا جابر بن عبداللہ ؓبیان کرتے ہیں :

’’ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ :مَنْ لِکَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ؟ فَإِنَّہُ قَدْ آذَی اللہَ وَ رَسُوْلَہُ ، فَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمَۃَ فَقَالَ:یَا رَسُوْلَ اللہِ !اَ تُحِبُّ أَنْ أَقْتُلَہُ؟ قَالَ: ’’نَعْمْ‘‘ قَالَ فَأذَنْ لِیْ أَنْ اَقُوْلَ شَیئًا ، قَالَ: ’’قُلْ‘‘
فَأَتَاہُ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَۃَ فَقَالَ اِنَّ ھَذَا الرَّجْلَ قَدْ سَأَلَنَا صَدَقَۃً واِنَّہُ قَدْ عَنَّانَا وَ قَدْ اِنِّیْ قَدْ أَتَیْتُکَ أَسْتَسْلِفُکَ ، قَالَ: وَأَیْضًا وَاللہِ لَتَمَلُّنَّہُ قَالَ : اِنَّا قَدِ اتَّبَعْنَاہُ فَلَا نُحِبُّ أَنَّ نَدَعَہُ حَتّی نَنْظُرَ اِلی أَیِّ شَیْءٍ یَصِیْرِ شَأنُہُ ، وَقَدْ اَرَدْنَا أَنْ تُسْلِفَنَا وَسَقًا أَوْ وَسْقَیْنِ
۔وَحَدَّثَنَا عَمَرٌ وَ غَیرَ مَرَّۃٍ فَلَمْ یَذْکُرْ : وَسَقًا أَوْ وَسَقَیْنٍ فَقُلْتُ لَہٗ : فِیِہ وَسَقًا أَوْ وَسَقَیْنِ؟ فَقَالَ : أرٰی فِیْہِ : وَسَقًا أَوْ وَسَقَیْنِ
---فَقَالَ نَعَمْ ، اِرْھَنُونِی ، قَالُوْا: ایَّ شَیْءٍ تُرِیْدُ؟ قَالَ : اَرْھَنُوْنِیْ نِسَاءَ کُمْ، قَالُوْا کَیْفَ نَرْھَنُکَ أَبْنَاءَ نَا فَیَسُبُّ أَحَدُھُمْ ، فَیُقَالُ : رُھِنَ بِوَسَقٍ أَوْ وَسْقَیْنِ؟ ھَذَا عَارٌ عَلَیْنَا ، وَلٰکِنَّا نَرْھَنُکَ ’’اَللَّامَۃَ‘‘ ، قَالَ سُفْیَانُ : یَعْنِی اَلسَّلَاحَ۔

---

[107] امام بیہقی فرماتے ہیں :ایک دوسری حدیث میں ہے کہ سیدنا عبداللہ بن انیس ؓنے اس پر وار کیا تھا، لیکن کام تمام کرنے والے سیدنا عبداللہ بن عتیک ؓہی تھے ،ابورافع کے قتل کے موضوع پرجتنی بھی روایات ہیں سب میں یہ بات مشترک ہے کہ اس کو موت کے گھاٹ اتارنے کا سہرا بہرحال سیدنا عبداللہ بن عتیک ؓکے سر ہی ہے ،یہ بات بھی تمام روایات میں مشترک ہے کہ گرنے سے جن کی ٹانگ ٹوٹ گئی تھی وہ بھی سیدنا عبداللہ بن عتیک ؓہی تھے ۔)حوالہ کے لیے دیکھیے السنن الکبری للبھیقی=کتاب السیر:باب قتل النساء والصبیان فی التبییت والغارۃ من غیر قصد وما ورد فی اباحۃ التبییت :الحدیث:(18101 (128/9)۔
[108] فتح الباری:345/7

فَوَاعَدَ أَنْ يَّاتِيُ لَيْلًا وَ مَعُ اَبُوْ نَـائِلَ وَهُـوَ أَخُـو كَعَبٍ مِنَ الرَّضَـاعَ
فَدَعَاهُمْ اِلَى الْحِصْنِ فَنَزَلَ اِلَيْهِمْ فَقَالَتْ لَ اِمْرَاَتُ : أَيْنَ تَخْرُجُ هَذِ
السَّاعَ؟ فَقَالَ: اِنَّمَا هُوَ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَ وَ أَخِيْ أَبُوْ نَائِلَ
وَقَالَ غَيْرُ عَمْرٍو : قَـالَتْ : اَسْـمَعُ صَـوْتًا كَـأَنَّ يَقْطُـرُ مِنُ الـدَّمُ
قَالَ أَخِيْ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَ وَ رَضِيْعِى أَبُوْنَائِلَ
---اِنَّ الْكَـرِيْمَ اِذَا دُعِىَ الى طَعَنَ بِلَيْـلٍ لَأَجَـابَ قَـالَ وَيَـدْخِلُ
مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَ مَعً رَجُلَيْنِ قِيْلَ لِسُفْيَانَ: سَمَّاهُمْ عَمرٌو؟ قَالَ
سَـمّى بَعْضَـهُمْ قَـالَ عَمْـرٌو: جَاءَ مَعَ بِـرَجْلَيْنِ وَ قَـالَ غَيْـرُ
عَمْرٍو : ابوعَبَسَ بْنُ جَبرٍ وَالْحَارِثُ ابْنُ أَوْسٍ وَ عَبَّادُ بْنُ بِشـرٍ
قَـالَ عَمْـرٌو: جَاءَ مَعَ بِـرَجُلَيْنِ فَقَـالَ : اِذَا مَـا جَاءَ فَـاِنِّىْ قَائِلٌ
بِشَعْرِ فأَشُمُّ فَاِذَا رَأَيْتُمُـوْنِى اسـتَمكَنْتُ مِنْ رَأْسِ فَـدُوْنَكُمْ
فَاضْرِبُوْ وَ قَالَ مَرُّ ثُمَّ أَشِمُّكُمً
فَنَزَلَ اِلَيْهِمْ مُتَوَشِّحًا وَهُوَ يَنْفَحُ مِنْ رِيْحُ الطِّيْبُ فَقَالَ مَـا رَأيْتُ
كَالْيَوْمِ رِيْحًا أَىْ أَطْيَبَ وَقَالَ غَيْـرُ عَمْـرٍو : قَـالَ عِنْـدِىْ أَعْطَـرُ
نِسَاءِ الْعَرَبِ وَأَكْمَلُ الْعَـرَبِ قَـالَ عَمْـرٌو: فَقَـالَ أَتَـاذَنُ لِىْ أَنْ
أَشُمَّ رَأ ْسَكَ؟ قَالَ: نَعَمْ فَلَمَّا اِسْـتَمْكَنَ مِنُ قَـالَ دُوْنَكُمْ فَقَتَلُـوْ
ثُمَّ اَتَوُا النَّبِىَّ صَلَّى الل عَلَيْ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرُوْ [109]

’’رسول الل ن اپن صحاب س فرمایـا:کعب بن اشـرف کـا
کام کون تمام کر گا ؟و الل تعالیٰ اور اس ک رسول کـو
بت زیـاد سـتا ر‌ا ‘‘اس پـر سـیدنا محمـد بن مسـلم
انصـاری کھـڑ وئ اور عـرض کیـا :یارسـول الل! کیـا آپ
پســندکرت یں ک میں اس کــو قتــل کرڈالــوں؟آپ ن
فرمایا:اں مجھ ی پسند انوں ن عـرض کیـا :کیـا آپ
مجھ اجازت مرحمت فرمائیں گ ک بقدر ضرورت اس سـ
جو مناسب سمجھوں بات کرلوں؟)خوا ظاراً و بـری اور
ناجائز ی و(آپ ن فرمایا: اجازت

محمد بن مسلمکعب بن اشرف ک پـاس آئ اور اس سـ
کا :ی شخص)اشار رسول اکرم کی جانب تھـا (م سـ
صـدق مانگتـا رتـا اور اس ن میں مشـقت میں مبتلا
کررکھا اس لی میں تم س قرض لین آیا وں اس پـر

[109] صحیح البخاری=کتاب المغازی:باب قتل کعب بن الأشرف ، الحدیث :4037، و کتاب الجهاد:باب الکذب فی الحرب، الحدیث:3031 و باب الفتک بأهل الحرب ، الحدیث :3032، صحیح مسلم=کتاب الجهاد:باب قتل کعب بن الاشرف طاغوت الیهود ، الحدیث:1801

کعب بن اشرف بولا اور کہنے لگا:ابھی آگے آگے دیکھنا ہوتا ہے کیا۔اللہ کی قسم !تم بالکل اکتاجاؤگے۔سیدنامحمد بن مسلمہ ؓنے کہا:چونکہ اب ہم نے اس کی اطاعت کرلی ہے ،اس لیے جب تک یہ معاملہ کھل نہ جائے کہ ان کاانجام کیا ہوتا ہے ۔انہیں چھوڑنا بھی مناسب نہیں ،میں تم سے ایک وسق)ایک وسق ساٹھ(۶۰) صاع کے برابر ہوتا ہے جو تقریباً ایک سو تیس کلو کے برابر بنتاہے(یا)راوی نے بیان کیا کہ (دووسق غلّہ بطور قرض لینے آیا ہوں۔

حدیث کے ایک راوی سفیان کہتے ہیں :ہم سے حدیث کے ایک راوی عمرو بن دینار نے یہ حدیث کئی مرتبہ بیان کی ،لیکن ایک وسق یا دووسق غلہ کاکوئی ذکر نہیں کیا ،میں نے ان سے پوچھا ،کیا حدیث میں ایک وسق یا دووسق غلہ کا بھی ذکر ہے ؟انہوں نے کہا !میرا بھی خیال ہے کہ حدیث میں ایک وسق یا دووسق کا ذکر آیاہے(

کعب بن اشرف نے کہا:ہاں! میرے پاس کوئی چیز گروی رکھ دو ۔محمد بن مسلمہ ؓنے کہا :کونسی چیز تم گروی چاہتے ہو؟کعب بن اشرف نے کہا:اپنی عورتوں کو گروی رکھ دو ۔سیدنامسلمہ ؓنے کہا :تم عرب کے نہایت خوبصورت مرد ہو،ہم تمہارے پاس اپنی عورتیں کس طرح گروی رکھ سکتے ہیں کل کلاں انہیں اسی بات پر گالیاں اور طعنے دیے جائیں گے کہ یہ تووہی ہے ناکہ جسے ایک وسق یا دو وسق غلّہ کے بدلہ گروی رکھا گیا تھا،یہ تو ہمارے لیے بہت بڑی ذلت ہوگی۔البتہ ہم تمہارے پاس اپنے ’’لائمہ ‘‘گروی رکھ دیتے ہیں)حدیث کے ایک راوی سفیان کہتے ہیں :لائمہ سے مراد ہتھیار اور اسلحہ تھا۔(

محمد بن مسلمہ ؓنے دوبارہ ملاقات (Meeting)کرنے کا وعدہ کیا ۔)کچھ دنوں کے بعد(وہ رات کے وقت کعب بن اشرف کے پاس آئے ،ان کے ساتھ ابونائلہ ؓبھی تھے اور وہ کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی تھے ،پھر اس کے قلعہ کے پاس جاکر انہوں نے آواز دی ،وہ باہر آنے لگا تو اس کی بیوی نے کہا :اس وقت)اتنی رات گئے(باہر کہاں جارہے ہو؟

کعب بن اشرف نے کہا :باہر محمد بن مسلمہ اور میرے رضاعی بھائی ابونائلہ ہیں۔

ویسے بھی ایک بہادر ،معزز اور شریف آدمی کو اگر رات کے وقت نیزے بازی کے لیے بلایا جائے تو وہ نکل پڑتا ہے ۔عمرو بن دینار نے بیان کیا کہ جب سیدنا محمد بن مسلمہ ؓ اندرگئے تو ان کے ساتھ دوآدمی اور تھے ۔سفیان سے پوچھا گیا :کیا عمرو بن دینار نے ان کے نام بھی لیے تھے؟انھوں نے بتایا کہ عمرو بن دینار نے بعض کانام لیا تھا۔عمرو بن دینار کے علاوہ دوسرے راوی سفیان بن عیینہ نے ابوعبس بن جبر ،حارث بن اوس اور عباد بن بشر ۔اپنے ساتھ دو آدمی اورلائے تھے ۔اور انہیں یہ ہدایت کی تھی کہ جب کعب ہماری طرف آئے گا تو میں اس کے بال اپنے ہاتھوں میں لے لوں گا اورانہیں سونگھوں گا۔۔جب تمہیں اندازہ ہوجائے گا کہ میں نے اس کا سر پوری طرح اپنے قبضے میں لے لیا ہے توپھر تم تیار ہوجانا اور اسے قتل کرڈالنا ۔عمرو بن دینار نے ایک دفعہ یہ بیان کیا کہ محمد بن مسلمہ ؓنے فرمایا پھر میں اس کا سر تمہیں بھی سنگھاؤں گا۔

بالآخر کعب بن اشرف چادر لپیٹے ہوئے باہر آیا ۔اس کے سر سے خوشبو پھوٹ رہی تھی ۔محمدبن مسلمہ ؓنے کہا:آج سے زیادہ عمدہ خوشبو میں نے پہلے کبھی نہیں سونگھی ۔ عمرو کے سوا دوسرے راوی سفیان بن عیینہ نے بیان کیا :کعب بن اشرف اس بات پر بولا :میرے پاس عرب کی وہ عورت ہے جوہر وقت عطر میں بسی رہتی ہے اور حسن وجمال میں بھی اس کا کوئی نظیر نہیں ۔عمرو بن دینار کہتے ہیں :محمد بن مسلمہ ؓنے کہا :کیا تمہارے سر کو سونگھنے کی مجھے اجازت ہے ؟ اس نے کہا سونگھ سکتے ہو۔محمد بن مسلمہ ؓنے کعب بن اشرف کا سر سونگھا اور ان کے بعد ان کے ساتھیوں نے بھی سونگھا ۔پھر دوسری دفعہ محمد بن مسلمہ ؓنے سر کو سونگھنے کی اجازت مانگی ۔اس نے دوسری دفعہ بھی اجازت دے دی ۔پھر جب محمد بن مسلمہ نے پوری طرح اسے اپنے قبضے میں کرلیا تواپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا کہ تیار ہوجاؤ۔چنانچہ انھوں نے

اسے قتل کردیا پھر نبی اکرم ﷺکی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر اس کامیاب قاتلانہ کاروائی کی اطلاع دی ۔[110]

تیسری مثال:فتح مکہ کے روز کچھ مجرموں کا خونِ رائیگاں؟

نبی اکرم ﷺنے جب مکہ مکرمہ کو کفار ومشرکین کے ہاتھوں آزاد کرایا تھاتوآپ ﷺنے تمام اہل مکہ کے لیے آزادی کا پروانہ جاری کردیا ، سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے اس سے پہلے مسلمانوں کو بہت پریشان کررکھا تھا ،خواہ وہ اپنے عمل اور کردار سے پریشان کررہے تھے یا اپنے قول اورگفتار سے پریشان کررہے تھے ۔

حافظ ابن حجر عسقلانی ؒنے اپنی مایہ ناز تصنیف فتح الباری شرح صحیح البخاری میں ،مشہور مؤرخ اسلام علامہ ابن ہشام نے اپنی معروف تالیف ’’سیرت النبی ﷺکامل ‘‘میں اور دورِ حاضر کے عظیم مصنف فضیلۃ الشیخ صفی الرحمن مبارک پوری نے سیرت النبی ﷺکے موضوع پر اپنی عالمی شہرت یافتہ کتاب ’’الرحیق المختوم‘‘میں ان افراد کا تفصیل سے ذکرکیا ہے ۔مختلف کتب تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فتح مکہ کے روز عام معافی کے اعلان کے باوجود جن کا خون رائیگاں قرار دیاگیا تھا وہ کل تیرہ افراد تھے ،جن میں سے ۹ مرد اور ۴ عورتیں تھیں اور وہ درج ذیل تھے:

۱......عبدالعزّٰی بن خطل

[110] کعب بن اشرف ایک مالدار یہودی سردار تھا ،یہ بدطینت اور شیطان صفت انسان لوگوں کو خاص طور پر قریش مکہ کو نبی اکرم ﷺ کے خلاف جنگ کرنے پر ابھارتا اور برانگیختہ کیا کرتا تھا۔ہمیشہ اس ٹوہ میں لگا رہتا تھا کہ کسی نہ کسی طرح دھوکے سے پیغمبر آخرالزمان جناب محمد ﷺکو قتل کرادے ،فتح الباری میں مذکور ہے کہ ایک دفعہ اس نے اس غرض فاسد کے تحت رسول اکرم ﷺکو ایک دعوت پر بھی مدعو کیا تھا مگر رسول اکرم ﷺکو اللہ رب العزت نے جبریلؑ کے ذریعہ بروقت آگاہ کردیا اور آپ بال بال بچ گئے۔
کعب بن اشرف کی ان حرکات سیِّئہ کی بناء پر رسول اللہ ﷺنے اس کو قتل کروانے کا خیال ظاہر کیا ،جس پر محمد مسلمہ ؓنے آمادگی ظاہر کی ،کعب بن اشرف کی سرکوبی اور اس پر قاتلانہ حملہ کرنے والے گروہ کے امیر سیدنامحمد بن مسلمہ ؓتھے ،انہوں نے رسول اکرم ﷺسے وعدہ تو کرلیا مگر کئی دن اس کی پروگرامنگ (programming)کے بارے میں فکر مند رہے۔
ایک دن اپنے گہرے دوست اور صحابی رسول سیدنا ابونائلہ کے گھر آئے ،وہ کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی تھے ،بعد ازاں انھوں نے عباد بن بشر ،حارث بن اوس،اورابوعبس بن جبر ؓکو بھی پروگرامنگ اور مشاورت میں شامل کیا،پھر یہ سب کے سب رسول اکرم ﷺکی خدمتِ اقدس حاضر ہوئے اور عرض کیا :ہمیں اجازت دیجیے کہ ہم بقدر ضرورت اوربوقت ضرورت آپ کے بارے (کوئی نا پسندیدہ کلمات کہہ سکیں ،جو موقع محل کے لحاظ سے ہم مناسب سمجھیں رسول اللہ ﷺنے ان کو اس چیز کی اجازت مرحمت فرمائی ،رات کے وقت جب یہ لوگ مدینہ منورہ سے کاروائی کرنے کے لیے روانہ ہوئے توسیدا لاولین والآخرین ،امام الانبیاء والمرسلین نے بنفس نفیس ان کو جنت البقیع)اصل نام بقیع الغرقد(تک آکر الوداع کیا ،یہ سن تین ہجری تھا ،ربیع الاوّل کا مہینہ تھا ،چاندنی رات تھی ،مجاہدین کی اس مختصر سی چھاپہ مار گوریلا ٹیم کورخصت کرتے وقت آ پ ﷺنے فرمایا:’’جاؤ!اللہ تمہاری مدد کرے۔‘‘

......حارث بن نفیل: تاریخ میں شاید ان کا ی دوسرا نام ’’حویرث بن نقید بن وب بن عبدبن قصی ‘‘مذکور کیونک دونوں قسم ک ناموں ک تحت ذکر کرد جرم اور کیفیت وسزا ایک جیسی مذکور
......مقیس بن صباب کنانی
......حارث بن طلاطل خزاعی
......عبدالعُزّی بن خطل کی دولونڈیوں میں س ایک ،جس کا نام ارنب اور غالبًا اس کی کنیت ام سعد تھی
......عبدالل بن سعد ابی سرح) (
......عکرم بن ابی جل)(
......بار بن اسود) (
......کعب بن زبیر) (
......وحشی بن حرب)(
......ند بن عتب)(
......عبدالعزّی بن خطل کی لونڈیوں میں س ،ی مسلمان وگئی تھی
......بنی عبدالمطلب میں س کسی شخص کی ایک لونڈی جس کانام ’’سار‘‘یا ’’ام سار‘‘تھا

مذکور بالا فرست میں س اوّل الذکر پل پانچ تو اس اعلان ک مطابق قتل کردی گئ چا ان میں س کوئی کعب ک پردوں ک ساتھ بھی لٹکا واتھارسول الل ک بار میں گستاخیاں اور آپ کو اذیتیں ان کی طرف س انتاء کو پنچی وئی تھیں گویا اپن قول اور فعل س پریشان کرت تھ جبک پل پانچ ک بعد بقی آٹھ افراد کا جرم قدر کم تھاانوں ن اپن جرائم س توب کی ،معافی کی خواستگار وئ اسلام قبول کیا اور اسلام میں رت وئ اچھاکردار اور روی پیش کیا لٰذا ان کو معاف کردیاگیا[111]

کفار ک معاونین :کالم نگاروں ،شعراء،مولویوں اور فوجی الکاروں کا حکم :

مذکور بالا تمام مثالوں ،دلیلوں اور واقعات کو سامن رکھت وئ م ی بات کت یں ک ر و شخص جو اسلام ک خلاف اور مسلمانوں ک خلاف ون والی جنگ میں اپن قول یا اپن فعل س

[111] فتح الباری :6160/40 زادالمعادد: 411/3 سیر النبی کامل لابن ہشام:458/2 الرحیق المختوم:655

شریک ہوگا ،مجاہدین اسلام کے خلاف اپنے ہاتھ یا زبان سے کافروں کی مدد کرے گا وہ کافر اور مرتد ہے۔ایسے شخص کو قتل کرنا ہر اس شخص پر واجب ہے جس کے پاس اس کام کی استطاعت موجود ہے۔

اس بارے میں وہ تمام افراد برابر ہیں جنھوں نے مسلمانوں کے ناک میں دم کر رکھا ہے اور جینا دوبھر کیا ہوا ہے۔

- چاہے وہ بڑے بڑے حکمران اور لیڈر ہوں۔
- چاہے حکمرانوں کے وزیر اور مشیر ہوں۔
- چاہے ان کی حمایت میں آرٹیکلز (Articles) لکھنے والے کالم نگار ہوں۔
- چاہے وہ شُیُوْخُ الضَّلاَلَۃ (گمراہ کرنے والے مولوی) ہوں جو مسلمانوں کے خلاف برپا جنگ میں عام لوگوں کو کافروں کا ساتھ دینے کی دعوت اور تبلیغ کرتے ہوں۔
- چاہے وہ افواج اور انتظامیہ سے تعلق رکھنے والے عام فوجی اور اہلکار ہوں۔
- چاہے وہ کافروں کے لیے اپنا قولی اور فعلی تعاون کرنے والے مفسرین ،شعراء مفکرین، اخبار نویس اور اخباری رپورٹر ہوں۔
- چاہے کافروں کو اپنا جانی اورمالی تعاون پیش کرنے والے اسلام دشمن عناصر ہوں۔الغرض یہ تمام لوگ درحقیقت ایک گروہ اور جماعت ہیں ،کفر وارتداد کے احکام اور جنگ وقتال کے معاملے میں ان سب کا ایک ہی حکم ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ ؒفرماتے ہیں :

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ ؒوضاحت فرماتے ہیں :

’’وَکَذَالِکَ الْأَثْرُ الْمَرْوِیْ ہے اِذِا کَانَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ قِیْلَ : أَیْنَ الظَّلَمَۃُ وَ أَعْوَانُھُمْ؟ أو قَالَ: وَأَشْبَاھُھُمْ؟ فَیُجْمَعُوْنَ فِیْ تَـوَابِیْتَ مِنْ نَـارٍ ثُمَّ یُقْذَفُ بِھِمْ فِی النَّارِ ۔وَ قَـدْ قَـالَ غَیْـرُ وَاحِـدٍ مِنَ السَّـلْفِ: ھُمْ أَعْوَانُ الظَّلَمَۃِ مِمَّنْ أَعَانَھُمْ ، وَ لَـوْ أَنَّہٗ لَاقَ لَھُمْ دَوَاءً ، أَوْ بَـرٰی لَھُمْ قَلَمًا ، وِمِنْھُمْ مَنْ کَانَ یَقُوْلُ : ’’ بَلْ مَنْ یَّغْسِـلُ ثِیَـابَھُمْ مِنْ أَعْوَانِھِمْ ، وَأَعْوَانُھُمْ ھُمْ مِنْ أَزْوَاجِھِمْ الْمَذْکُوْرِیْنَ فِی الْآیِۃِ، فَـإِنَّ الْمُعِیْنَ عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی مِنْ أَھْلِ ذَالِـکَ ، وَالْمُعِیْنُ عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ مِنْ أَھْلِ ذٰلِکَ ، قَالٰی تَعَالٰی:﴿مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَۃً حَسَنَۃً یَّکُنْ لَّہٗ نَصِیْبٌ مِّنْہَا وَمَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَۃً سَیِّئَۃً یَّکُنْ لَّہٗ کِفْـلٌ مِّنْہَا وَ

كَانَ ُ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ مُّقِيْتًا وَالشَّـافِعُ الَّذِىْ يُعِيْنُ غَيْـرَ ُ فَيَصِـيْرُ مَعُ شَفَعَا بَعْدَ أَنْ كَانَ وِتْرًا ، وَ لِهَذَا فُسِّرَتُ الشَّفَاعُ الْحَسَنُ بِإِعَانَ الْمُـؤْمِنِيْنَ عَلَى الجِهَـادِ ، وَالشَّـفَاعُ السَّـيِّئُ بِإِعَـانَ الْكُفَّارِ عَلٰى قِتَالِ الْمُؤْمِنِيْنَ كَمَا ذَكَرَ ذَلِكَ ابْنُ جَرِيْرٍ وَأَبِىْ سُلَيْمَانَ‘‘ [112]
’’جب قیامت کا دن وگا آواز دی جائ گی :ظـالم وجـابر اور ان ک مـددگار ومعـاون کاں یں ؟انیں آگ ک صـندوقوں میں جمع کردیا جائ گا پھـر ان سـب کـو جنم کی آگ میں پھینک دیا جائ گا اسـی وج سـ سـلف صـالحین میں سـ بت زیاد افراد کـا ی موقـف ک :ظـالموں اور جـابروں ک مددگاران لوگوں ک حکم ی میں شامل یں جن کـا و تعاون کرت یں اگرچ و ظـالموں ک لـی محض دوا دارو اور علاج معالج کا ی بندوبست کریں یـا محض ان کـو قلم تراش کر ی پیش کریں ‘‘

بعض سلف ن تویاں تک کا ک :ظالموں ک کپڑ دھون والا بھی ان ک سـاتھ وگـاجس جس میـدان میں کـوئی کسی کو تعاون پیش کرتـا و اس میـدان میں اصـل ذم دار ک گنا یا ثواب میں برابر کا شریک وتا اگـر کـوئی کسی کا نیکی اور تقوٰی ک معاملات میں تعـاون کرتـا تـو و اس نیکی اور تقوٰی میں ثواب میں برابـر کـا شـریک وتـا اسی طـرح اگرکـوئی گنـا اور زیـادتی ک معـاملات میں کسی کا تعاون کرتا تو و اس گنـا اور زیـادتی کی سـزا میں برابر شریک وتا اسی بات کاتـذکر اللہ تعـالیٰ ن قرآن مجید میں بھی فرمایا:[113]

نـیز الل تعـالیٰ سـور النساء کی آیت :۸۵ میں فرمـات یں :’’جو شخص کسی نیکی یا بھل کـام کی سـفارش کـر اس بھی اس) نیکی اوربھل کام ک اجر(کا کچھ حص مل گا اور جو برائی اور بدی میں سفارش کر اس ک لی بھی اس

112 مجموع الفتاوی:64/7
113 الل تعالیٰ ارشاد فرمات یں :وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى وَ لاَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ اتَّقُوا ا اِنَّ ا شَدِيْدُ الْعِقَابِ)المائد= (2:5
’’نیکی اور پریزگاری میں ایک دوسر کا تعاون کرت رو ،گنا اور ظلم وزیادتی میں ایک دوسر کاتعاون ن کرو ،الل تعالیٰ س ڈرت روب شک الل تعالیٰ سخت سزا دین والا ‘‘

)برائی اور بدی کے گناہ اور سزا (میں ایک حصہ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔‘‘

عربی زبان میں ایک لفظ ’’الشفع‘‘ ہے اور ایک لفظ ’’الوتر‘‘ ہے۔طاق عدد کو ’’الوتر‘‘کہتے ہیں جبکہ جفت عدد کو ’’الشفع‘‘ کہتے ہیں ۔’’الشافِع‘‘)سفارشی(وہ ہوتا ہے کہ جو کسی کی سفارش کرکے اس کی معاونت اور مدد کرتا ہے تو وہ اس کے ساتھ مل کر شفع)یعنی ڈبل (ہوجاتا ہے جبکہ سفارش سے پہلے وہ ’’وتر‘‘)یعنی سنگل (ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں مذکورہ سورۃ النساء کی آیت :۸۵ میں جو)شَفَاعَۃً حسَنَۃً(کا تذکرہ آیا ہے ،مفسرین کرام نے اس سے ’’مومنوں کی جہاد پر مدد ‘‘کرنا مراد لیا ہے ۔اسی آیت کریمہ میں جو)شَفَاعَۃً سَیِّئَۃً(کا تذکرہ آیا ہے اہل تفسیر نے اس سے مومنوں کے خلاف جنگ میں کافروں کی مدد کرنا ‘‘مراد لیا ہے ۔امام ابن جریر طبری اور امام ابوسلیمان نے اپنی اپنی تفاسیر میں یہ تفسیر بیان فرمائی ہے۔‘‘

(امام ابن تیمیہ ؒکے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

فرعون کو’’ صاحب اوتاد ‘‘کیوں کہا گیا؟:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں طاغوتوں اورکافر حکمرانوں کے لشکروں کو ’’اوتاد‘‘کہا ہے ۔لفظ ’’اوتاد‘‘جمع ہے ۔اس کا واحد ’’وَتِدٌ‘‘ ہے۔ ’’وَتِدٌ‘‘کامعنی میخ اور کھونٹی ہے ۔کیل اور میخ کسی چیز کو مستحکم کرنے کے لیے ٹھوکا جاتا ہے ۔طاغوتوں اور کافرحکمرانوں کے فوجیوں اور لشکروں کو قرآن میں ’’اوتاد‘‘اسی لیے کہا گیا ہے کہ وہ اپنے اپنے حکمرانوں کے اقتدار اور حکومت کو مضبوط اورمستحکم کرتے ہیں ۔اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں :

﴿وَ فِرْعَوْنَ ذِی الْاَوْتَادِ، الَّذِیْنَ طَغَوْا فِی الْبِلاَد، فَاَکْثَرُوْا فِیْھَا الْفَسَادَ﴾)الفجر=89:10- 12(

’’اور)بھلاکیا سلوک کیا تیرے رب نے (فرعون کے ساتھ جو میخوں والا)یعنی لشکروں والا(تھا۔ان سب)لشکروں(نے شہروں میں سراٹھارکھا تھا۔اوربہت زیادہ فساد مچا رکھا تھا۔‘‘

امام ابن جریر طبری ؒفرماتے ہیں :

امام ابن جریر طبری ؒمذکورہ بالا آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :

> ’’اللہ جل ثناؤہ، ارشاد فرماتے ہیں کہ تیرے رب نے ’’صاحب اوتاد‘‘فرعون کے ساتھ جو حشر کیا ،کیا آپ نے اس کو دیکھا ؟اہلِ تفسیر کا ’’ذی الأَوتاد‘‘ کی تفسیر میں کچھ اختلاف ہے ،اس بارے میں بھی اختلاف ہے کہ فرعون کو ’’ذی الأَوتاد‘‘ کالقب کیوں دیا گیا ؟اس بارے میں بعض مفسرین کاموقف یہ ہے کہ ’’ذی الأَوتاد‘‘ کامعنی ’’ذی الجُنُود‘‘ہے ۔ ’’ذی الجُنُود‘‘ کااردو میں معنی ’’لشکروں والا‘‘ ہے۔لہٰذا لفظ اوتاد سے وہ افراد لشکر ،افواج اور انتظامیہ مراد ہے جو اس کی حکومت و اقتدار کو طاقت اور قوت بخشتے تھے ۔مفسرین کے ایک گروہ کے موقف کے مطابق مذکورہ آیات میں لفظ ’’اوتاد‘‘دراصل ’’لشکروں‘‘کے معنی میں ہے ۔‘‘[114]

(امام ابن جریر ؒکے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

مذکورہ بحث سے لشکروں کو ’’اوتاد ‘‘کہنے کی وجہ اور سبب بھی معلوم ہوگیا کہ وہ چونکہ کفر کی بادشاہت اور حکومت کو استحکام اور تسلط فراہم کرتے ہیں اس لیے وہ اوتاد)یعنی میخیں اورکیل (ہیں ۔اگر ان طاغوتوں اور حکمرانوں کو ان لشکروں اور افواج کی سپورٹ حاصل نہ ہوتی تو ان کاکفر اور باطل اقتدار بہت جلد زمین بوس ہوجاتا۔

قرآن مجید کی مذکورہ آیات اور امام ابن جریر طبری ؒکی بیان کردہ تفسیر اس شخص کے دماغ کی کھڑکیاں کھولنے کے لیے کافی ہے جو ان حکمرانوں کی ماتحتی میں اپنے فرائض منصبی ادا کرنے والے عام فوجیوں اور اہلکاروں کا دفاع کرتا ہے کہ یہ لوگ ناچار اور بے بس ہیں ۔ان کو اوپر سے جو حکم ملتا ہے یہ اسی پر عمل کرتے ہیں ۔ان کے اپنے اختیار میں کچھ نہیں ۔لہٰذایہ بالکل بے قصور اور بے گناہ ہیں یاپھر اسی طرح کے دیگر عذر اور اسباب بیان کرتے ہیں ۔جبکہ اپنی ان باتوں

114 تفسیر الطبری:197/20

پر و قرآن مجید کی کوئی آیت یا کوئی مستند اور صحیح حدیث پیش کرن س قاصر یں

طلیح اسدی ک پیروکاروں کا وفد خدمت صدیق اکبر میں:

عد صدیقی میں صحاب کرام کا اس پر اجماع اور اتفاق وچکا تھا ک مرتدین میں س بڑ بڑ اماموں اور سرداروں کا جو حکم وی ان ک معاونین اور حامیوں کا مثلاً نبوت کا جھوٹا دعوٰی کرن وال مسیلم کذاب اورطلیح اسدی ک پیروکاروں اورمددگاروں کو اسی سزا کا مستحق سمجھا گیا جس کا مستحق جھوٹ نبیوں کو سمجھا گیا تھا صحاب کرام ک اجماع س بھی گویا اس موقف کو تقویت ملتی ک جو حکم کفار اور مرتدین کا وی ان ک انصار ومعاونین کا اس موضوع کی مناسبت س طارق بن شاب ن ایک اثر روایت کیا ،جو اس طرح :

جَاءَ وَفَدَ منْ أَسَدٍ وَ غَطفَانَ اِلٰی أَبِی بَکْرٍ یَسَأَلُوْنَ الْصُلْحَ ، فَخَیْرَھُمْ بیْنَ الْحَرْبِ الْمُجْلِیَ أوِ السِّلْمِ الْمُخْزِیَ ، فَقَالُوْا: یَا خَلِیْفَ رَسُوْلِ اللِ! ھٰذِ الْمُجْلِیُّ قَدْ عَرَفْنَا فَمَا الْمُخْزِیُّ؟ قَالَ: تَنْزِعُ مِنْکُمْ الْحَلَقَ وَالْکَرَاعَ ، وَنَغْنَمُ مَا أَصَبْنَا مِنْکُمْ وَتَرُدُّوْنَ عَلَیْنَا مَا أَصَبْتُمْ مِنَّا وَتَدُوْنَ قَتْلَانَا وَلَا نَدِیْ قَتْلَاکُمْ ، وَتَکُوْنُ قَتْلَاکُمْ فِی النَّارِ ، وَتَتْرَکُوْنَ أَقْوَامًا تَبْتَغُوْنَ أَذْنَابَ الْاِبِلِ حَتّٰی یُرِیَ الل خَلِیْفَ رَسُوْلِ وَالْمُھَاجِرِیْنَ أَمْرًا یَعْذَرُوْنَکُمْ بِ ، فَعَرَضَ أَبُوْبَکْرٍ مَا قَالَ عَلٰی الْقَوْمِ ، فَقَامَ عُمَرُ فَقَالَ: قَدْ رَأَیًا وَ سَنُشِیْرُ عَلَیْکَ:

’’اَمَّا مَا ذَکَرْتَ مِنَ الْھَرَبِ الْمُجْلِیَ وَالسِّلْمِ الْمُخْزِیَ فَنِعْمَ مَا ذَکَرْتَ ، وَأَمَّا مَا ذَکَرْتَ تَدُوْنَ قَتْلَانَا وَ تَکُوْنُ قَتْلَاکُمْ فِی النَّارِ فَاِنَّ قَتْلَانَا قَاتَلَتْ فَقُتِلَتْ عَلٰی أَمْرِ اللِ، أُجُوْرُھَا عَلَی اللِ لَیْسَ لَھَا دِیَاتٌ ، قَالَ : فَتَتَابَعَ الْقَوْمُ عَلٰی مَا قَالَ عُمَرُ[115]وَالْحَدِیْثُ أَصْلُ فِی البُخَارِیِّ [116]

’’بزاخ خاندان کی دوذیلی شاخوں بنواسد اور بنوغطفان کا ایک مشترک وفد خلیف اوّل سیدنا ابوبکر صدیق خدمت میں حاضر وا اس وفد ک افراد ن آپ س نقض عد ک بعد تجدید صلح کی درخواست کی سیدنا ابوبکر صدیق

---

[115] فتح الباری:210/13 ، نیل الاوطار: 22/8 اس کو امام برقانی ن امام بخاری کی شرط پر روایت کیا

[116] صحیح البخاری=کتاب الاحکام: باب الاستخلاف ، الحدیث:7221

نے انہیں دوباتوں میں سے کسی ایک کااختیار دیا :جلاوطنی پر مبنی جنگ چاہتے ہو یا ذلت آمیز صلح وفد کے ارکان کہنے لگے :جلاوطنی پرمبنی جنگ کی توہم کو سمجھ میں آگئی ہے البتہ ذلت آمیز صلح کی سمجھ نہیں آئی ہے کیا چیز ہے؟ سیدنا ابوبکر صدیقؓنے ذلت آمیز صلح کی یہ وضاحت فرمائی :

- ہم تمام اسلحہ اور گھوڑے تم سے چھین لیں گے۔
- جو کچھ ہم نے تم سے حالت جنگ میں مال حاصل کیا ہوا ہے وہ ہمارے پاس غنیمت کے طور پر رہے گا ،جب تک کہ تم نے جو مال ہم سے حاصل کیا ہوا ہے وہ تم ہمیں واپس کروگے۔
- تم لوگ ہمیں مقتولین) اور شہداء (کا فدیہ دوگے جب کہ ہم تمہارے مقتولین (اور مرداروں) کا فدیہ ادا نہیں کریں گے ،بلکہ تمہارے مقتولین جہنم کی آگ کا ایندھن بنیں گے۔
- ہم تمہیں ایسی حالت میں زندہ رہنے دیں گے کہ تم) غریب رعیت کی طرح (اونٹوں کی دموں کے پیچھے پیچھے چلتے ہوئے فقط اونٹ چراتے رہو) تاکہ تم معاشرے میں باوقار ،خود مختار اور سرکردہ افراد کی حیثیت اختیار نہ کرسکو (تمہیں اس حالت میں اس وقت تک باقی رکھاجائے گا جب تک اللہ تعالیٰ اپنے رسول کے خلیفہ اورمہاجرین کوکوئی ایسی صورت حال واضح نہ کردے جس سے وہ تمہارا) بدعہدی ،غداری اور بغاوت والا (جرم معاف نہ کردیں۔[117]

سیدنا ابوبکر صدیق ؓنے جو کچھ کہا وہ قوم پر پیش کیا :توسیدناعمربن خطاب ؓکھڑے ہوئے اور فرمانے لگے :اے خلیفۂ رسول !آپ نے جو رائے دی سو دی ہم بھی آپ کی خدمت میں کچھ باتیں بطور مشورہ کے عرض کرنا چاہتے

[117] یعنی تمہارے قول وفعل سے ،کردار اور گفتار سے ،رہن سہن سے اور بود باش سے یہ واضح نہ ہوجائے کہ اب تم نے صحیح معنوں میں توبہ کرلی ہے اور آئندہ تم اس قسم کی بدعہدی اور باغیانہ روش کے مرتکب نہیں پائے جاؤگے۔اس وقت تک نہ تو ہتھیار اور گھوڑے تمہارے پاس ہوں گے ،نہ مال کی فراوانی تمہارے پاس ہوگی ،بلکہ اسلامی حکومت اور اسلامی معاشرے میں رہتے ہوئے کوئی بھی متحرک ،باعزت ،آزادانہ اورمعزز کردار ادا کرنے کی تمہیں ہرگز اجازت نہیں ہوگی بفجوائے قرآن ‘‘وَهُمْ صَاغِرُونَ’’ وہ ذلیل وپست ہوکر زندگی گزارنے والے ہوں گے ۔‘‘

ہیں :آپ نے جلاوطنی پر مبنی جنگ اور ذلت آمیز صلح کا تذکرہ فرمایا ہے۔اس بارے میں آپ نے جو فرمایا ہے بلاشبہ بہت خوب فرمایا ہے۔آپ نے جو یہ فرمایا ہے کہ تم ہمارے شہداء کی دیت دوگے اور تمہارے مقتولین جہنم میں جائیں گے ۔اس بارے میں صرف اتنی گزارش ہے کہ جب ہمارے شہداء نے اللہ کے حکم کی بناء پر جنگ اور جہاد کیا ہے ،پھر اس کے نتیجے میں وہ اگر قتل (یعنی شہید)بھی ہوئے ہیں تو ان کا اجر وثواب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے ۔ہمارے ان شہداء کے لیے خون بہا نہیں ہونا چاہیے ۔اس واقعہ کو بیان کرنے والا راوی کہتا ہے کہ لوگوں نے بھی سیدنا عمر بن خطاب ؓکے مشورے اور رائے کی تائید کی ہے۔ مکمل روایت اگرچہ بخاری شریف میں نہیں البتہ اس حدیث کا اصل مفہوم اور مین پوائنٹ (Main Point)بہرحال بخاری شریف میں ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی ؒنے سیدنا ابوبکر صدیق ؓکے مذکورہ بالا اثر کو امام برقانی کی روایت سے بیان کیا ہے ۔اس کے بعد اس اثر کی تشریح اور تصریح بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’امام بخاری ؒنے سیدنا ابوبکر صدیق ؓکے اثر کا صرف آخری تھوڑا سا حصہ ہی بیان کیا ہے ۔یعنی تَتبَعُوْنَ أَذْنَابَ الْاِبِلِ حَتّٰی یُرِیَ اللہُ خَلِیْفَۃَ رَسُوْلِہٖ وَالْمُھَاجِرِیْنَ أَمَرًا یَعْذِرُوْنَکُمْ تک الفاظ ہی نقل فرمائے ۔تاہم امام برقانی نے اپنی سند سے اس ’’اثر ‘‘کو پوری تفصیل سے نقل کیا ہے ۔جس کا فقط تھوڑا سا حصہ امام بخاری ؒنے نقل کیا ہے ۔یہ جانی پہچانی بات ہے کہ خاندان ’’بزاخہ‘‘کے مذکورہ افراد ’’طلیحہ اسدی‘‘کذاب کی قوم کے لوگ تھے ،جنہوں نے طلیحہ کذاب کی اطاعت گزاری کی اور اس کے ساتھ مل کر مسلمانوں سے جنگ کی ۔

جب سیدنا خالد بن ولید ؓ نے ان سے جنگ کی اور ان کو بدترین شکست سے دوچار کیا تو ان لوگوں نے اپنا ایک وفد تشکیل دے کر خلیفہ اوّل ابوبکر صدیق ؓکی جانب روانہ کیا ۔(تاکہ وہ اسلام لانے کے بعد اپنی بدعہدی کرنے اور ایک جھوٹے نبی کاساتھ دینے پر معذرت اور معافی کی درخواست پیش کریں ۔)[118]

118 فتح الباری:210/13-211

سیدنا ابوبکر ؓ کے بیان کی تشریح حافظ ابن حجر ؒ کی زبانی:

حافظ ابن حجر عسقلانی ؒ سیدنا ابوبکر صدیق ؓ سے مروی مذکورہ بالا اثر میں سے چند درج ذیل الفاظ کے معنی اور شرح بیان کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں :

- اَلحَرْبُ المُجْلِیَۃ: تمام مال اور جائیداد سے بے دخل کردینے والی جنگ ۔
- السِّلمُ المُخْزِیَۃ: لفظ ’’المُخْزِیَۃ‘‘خِزْیٌ سے مشتق ہے ، الخِزْیٌ کامعنی ہے ’’ذلت ورسوائی کے اوپر برقرار رکھنے والی صلح ‘‘
- الحَلَقَۃ:آلاتِ حرب وضرب ، ہتھیار
- الکُرَاعُ: تمام قسم کے گھوڑے
- وَ نَغْنَمُ مَا أَصَبْنَا مِنْکُمْ: یعنی جو ہم نے تم سے مال غنیمت حاصل کیا ہے وہ مستقل طور پر ہماری دسترس میں رہے گا ہم اس کو شرعی فریضہ کے طور پر اپنے درمیان تقسیم کریں گے اس میں سے کوئی چیز بھی تمہاری طرف واپس نہیں کریں گے۔
- وَتَرُدُّوْن عَلَیْنَا مَا أَصِبْتُم مِنَّا: یعنی جو مال تم نے مسلمانوں کے لشکر (یعنی مجاہدین اسلام) سے حالت جنگ میں لوٹا ہوا ہے وہ تم ہماری طرف واپس کروگے ۔
- تَدُوْنَ: ہمارے شہداء اورمقتولین کی دیتیں اور خون بہا تم ہمیں ادا کروگے ۔
- قَتْلَاکُمْ فِی النَّارِ: یعنی تمہارے مقتولین آخرت میں جہنم کے اندر داخل ہوں گے یعنی وہ دوزخی ہیں ہم ان کی دیت ادا نہیں کریں گے ، اس لیے کہ وہ اپنے کفر ،ارتداد اور شرک پر مرے ہیں وہ کوئی ناحق اور ناجائز قتل نہیں کیے گئے ،اس وجہ سے دنیا میں ان کی کوئی دیت (خون بہا) ادا نہیں کی جائے گی ۔
- تَتبَعُوْنَ أَذْنَابَ الْبَقَرِ: یعنی تم ایک غریب رعایا کی طرح فقط اونٹ چرانے والے بن کر زندگی گزاروگے،معاشرے میں تمیں موثر اور ایکٹو رول (Active Role) ادا کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی ،جب تک تمہاری توبہ کی حقیقت واضح

نہ ہوجائے ،کیونکہ جب ان سے اسلحہ سلب کرلیا جائے گا تو وہ دیہات کے عام باشندے بن کر رہ جائیں گے ،ان کو زندگی کی فقط وہی آسائشیں حاصل ہوں گی جو ان کے اونٹوں کی کمائی سے ان تک پہنچ سکیں گی۔

سیدنا صدیق اکبر ؓسے مروی بیان کی مزید تشریح کرتے ہوئے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں :

’’بزاخہ خاندان کے عہد شکن مرتدین سے اسلحہ چھین لینے کا مقصد یہ تھاکہ ان کی شان وشوکت اور دبدبہ وہیبت ختم ہوجائے ، لوگ ان کی طرف سے بہرحال بے خوفی اور امن محسوس کریں۔[119]

علامہ ابن بطال ؒفرماتے ہیں :

طلیحہ اسدی کذاب کی اطاعت قبول کرنے والے اور اس کا ساتھ دینے والے ’’خاندان بزاخہ‘‘کے لوگ پہلے اسلام میں داخل ہوئے ،بعد ازاں مرتد ہوگئے ،ارتداد کے بعد انہوں نے اپنے جرم کی معافی کے لئے اپنے قاصدوں کا ایک وفد تشکیل دے کر سیدنا صدیق اکبر ؓکی جانب روانہ کیا۔سیدنا صدیق اکبرؓنے ان کا اس وقت تک فیصلہ کرنا پسند نہ کیا جب تک ان کے بارے اپنے دیگرساتھیوں ’’أَهْلُ الحَلِّ وَالْعَقد‘‘سے مشورہ طلب نہ کرلیا ،آپ ؓنے فیصلہ سناتے ہوئے انہیں فرمایاکہ تم صرف جنگلوں میں رہتے ہوئے اونٹوں کی دُمیں پکڑ کر کھیتی باڑی کرکے یا مال مویشی پال کر اپنی گزراوقات کرسکتے ہو[120]

حافظ ابن حجر ؒمزید فرماتے ہیں :

(حافظ ابن حجر عسقلانی ؒخاندان بزاخہ کے بارے مزید فرماتے ہیں)

’’سیدنا ابوبکر صدیق ؓنے خاندانِ بذاخہ کو مہلت اور ڈھیل دی تھی اس کا مقصد وحید صرف یہ تھا کہ پتہ چل جائے کہ وہ اپنے جرم وگناہ کی توبہ ،معذرت اور معافی میں کس حد تک مخلص ہیں ،نیز یہ بات کھل جائے گی کہ انہوں نے

[119] فتح الباری:210/13-211
[120] فتح الباری:210/13-211

مذہب اسلام کے حسن وجال کو قبول کرنے کے لحاظ سے کس قدردوستیۃ پیداکی ہے؟‘‘ [121]

خلاصۂ کلام :

وفد بزاخہ کے واقعہ پر غو رکنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام نے ان تمام مرتدین کے بارے میں متفقہ فیصلہ کرلیا تھا کہ یہ سب کے سب سزا کے حق دار ہیں خواہ وہ ان لوگوں کے ورثاء ،پیشوا،لیڈر اور بڑے بڑے سردار تھے یا عام رعایا اور کارکنان سب کے ساتھ ایک جیسا معاملہ کیا گیا ،دنیا وآخرت میں ان پر ایک جیسے احکام لاگوکیے جائیں ،صحابہ کرام کے ابتدائی دور کایہ واقعہ اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے،جس کو تسلیم کیے بغیر چارۂ کار نہیں ہے کہ مسلمانوں کے خلاف برسرپیکار ساری جماعت اور گروہ کا ایک ہی حکم اور معاملہ ہے ۔اس بارے میں تکبر وغرور میں ڈوبے ہوئے قائدین اور معاشرے کے کمزور ماتحت عام فوجیوں ،سپاہیوں اور ہرکاروں میں کوئی فرق نہیں کیا جائے گا ۔صحیح اور واضح موقف یہی ہے کہ وہ سب کے سب اسلام کے خلاف اور کفر کی حمایت میں جنگ کرنے میں اکٹھے تھے۔پھر اسی کفر پر ہوتے ہوئے وہ قتل کیے گئے ۔لٰہذا بدیی طور پر ان سب کا حکم بھی ایک ہی ہونا تھا۔

- اللہ کرے کہ ہم ان لوگوں میں سے ہوں ،جن کا سینہ خلّاق عالم نے نور ہدایت کے لیے منور کردیا ہے۔
- اللہ کرے کی ہمارا شمار ان لوگوں میں سے ہو،جن کے سینے میں خواہش نفس کی پیروی کا کوئی عمل دخل نہیں ۔
- اللہ کرے کہ ہم اس چیز کو مضبوطی سے تھامنے والے بن جائیں ،جس چیز پر ایسے بہترین لوگوں نے متفقہ فیصلہ دے دیا،جن لوگوں کی رسول اللہ ﷺکے بارے بہترین گواہی ہے۔

جب آپ گزشتہ بحث پر غور وفکرکریں گے تو یہ بات معلوم ہوجائے گی کہ جو شخص بھی مسلمانوں کے خلاف لڑنے کے لیے نکلتا ہے اور جو شخص بھی ان لڑنے والوں کے ساتھ کسی بھی طرح شریک ہوتا ہے وہ سب لوگ سزا کے مستحق اور سزا میں برابرہیں ۔دنیا وآخرت میں ان پر ایک جیسے احکام لاگو ہوں گے ۔اس بارے حکمران

[121] فتح الباری:211-210/13

اور حکمرانوں کے ماتحت عام فوجی سب برابرشریک ہوں گے کوئی فرق نہیں ہوگا۔)وَاللہُ تَعَالٰی أَعْلَمُ(

باب:8

مشکلات اور سخت حالات میں جو کلمہ حق سربلند کرتا ہے اللہ اس پر رحم فرمائے۔ایسے ہی لوگوں کو اللہ تعالیٰ قوموں میں سربلندیاں

اور رفعتیں عطافرماتا ہے اور لوگ بھی ان کا نام لیتے ہوئے رحمہ اللہ علیہم پڑھتے ہیں یعنی ان کے لیے اللہ سے رحمت کی دعائیں کرتے ہیں جبکہ اس کے برعکس درباری،سرکاری اور پیٹ کے پجاری مولویوں کا کہیں تذکرہ ہوتا ہے تو لوگ ان پر ،لعنتیں ہی بھیجتے ہوئے نظر آتے ہیں ۔

کسی شرعی ضرورت کے تحت کفار کا ساتھ دینا

قبل ازیں یہ بحث گزرچکی ہے کہ کافروں سے دوستی کرنا ،ان کی مدد کرنا اور ان کو تقویت پہنچانا بہت بڑا جرم ہے یہ ایسا جرم ہے کہ جو ایک مسلمان کو ملت اسلامیہ سے خارج کردیتا ہے ۔لہٰذا کسی بھی مسلم شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ کافروں اور مسلمانوں کے درمیان ایک ذریعہ ،واسطہ)وچکولا(،اور سفارشی ہونے کاکردار ادا کرے نہ ہی یہ جائز ہے کہ وہ کافروں کی اتحادی افواج کے ساتھ اپنا اتحاد قائم کرے چہ جائیکہ وہ باقاعدہ کافروں کا ساتھ دیتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کے درپے ہوجائے ۔ایک مسلمان سے مسلمان ہوتے ہوئے اس چیز کی امید نہیں کی جاسکتی ۔

اب اس بحث میں ہم اس مسئلہ کو ایک اور زاویہ سے پیش کرنا چاہتے ہیں کہ اگر کوئی مسلمان کسی شرعی ضرورت اور جائز ضرورت کے تحت کافروں اور مسلمانوں کے درمیان ذریعہ ،واسطہ اور بظاہر معاون کا کردار ادا کرتا ہے تو یہ شخص کافروں کے مددگاروں اور معاونین کے حکم میں داخل نہیں ہوگا۔وہ اس طرح کہ اگر مسلمانوں میں سے کوئی شخص کوئی ایسا کام کرے جس میں مسلمانوں کی مصلحت اور خیر خواہی مقصو د ہو،مثلاًکسی سرچڑھے طاغوت کو ،کسی بہت بڑے فسادی کو اور مسلمانوں کو اذیتیں اور تکلیف دینے والے کسی شخص کو قتل کرنا مقصود ہو ،یا اس کے علاوہ کوئی اور شرعی مصلحت پیش نظرہو،جس کو شریعت واقعتا مصلحت قرار دیتی ہوتو ایسی صورت میں کسی کافر کا ساتھ دینا ،مسلمانوں اور کافروں کے درمیان ایک رابطہ کا کردار ادا کرنا جائز اور درست ہے ۔ایسی صورت میں یہ عمل کرنے والا ہرگز کافر نہیں ہوگا ۔جس شخص کے بارے میں یہ معلوم ہوجائے کہ اس کا معاملہ اس طرح کا ہے تو اس کے ساتھ کافروں والا سلوک نہیں کیا جائے گا ،بلکہ اس طرح کا کردار ادا کرنے والا ایک مسلم مجاہد کا کردار ادا کرتا ہے ۔اس موضوع پر ہم سیرت رسول ﷺاور سیرت صحابہ کرام ؓسے چار واقعات پیش خدمت کرتے ہیں :

پہلا واقعہ: سیدنا فیروز الدیلمی ؓکے ہاتھوں اسود عنسی کا قتل:

سب سے پہلا واقعہ سیدنا فیروز دیلمی ؓسے متعلق ہے ۔یہ واقعہ اس طرح ہے کہ اسود عنسی نے نبوت کا جھوٹا دعوٰی کرڈالا۔اہل یمن کی ایک بہت بڑی جماعت دینِ اسلام سے پھر گئی اور مرتد ہوگئی ۔اس مرتد جماعت کے افراد نے اسود عنسی کی پیروی اختیار کرلی ۔نوبت یہاں تک جاپہنچی کہ اسود عنسی ’’صنعاء‘‘شہر پر غالب آگیا۔اس وقت صحابئ رسول سیدنا فیروز دیلمی ؓنے اسود عنسی کے سامنے ظاہر کیا کہ گویا وہ اس کے خاص لوگوں میں شامل ہے اور بہترین معاونین میں سے ہے۔لیکن دل کے اندر ایک پروگرام تھا کہ میں نے اسے قتل کرنا ہے ۔امام بخاری ؒنے سیدنا فیروز الدیلمی کے واقعہ کو اپنی ’’الجامع الصَّحِیْحُ‘‘میں بیان فرمایا ہے۔ایک تابعی عبیدا للہ بن عبداللہ ؒفرماتے ہیں ،میں نے صحابی رسول اور حِبْرُ ھٰذِہِ الْأُمَّۃِ سیدنا عبداللہ بن عباس ؓسے رسول اللہ ﷺکے خواب کے بارے میں دریافت کیا

جس کا ذکر آپ ﷺ نے فرمایا تھا۔سیدنا عبداللہ بن عباس ؓفرماتے ہیں :کسی بیان کرنے والے نے مجھے وہ خواب یوں بیان کیا ہے۔)دوسری روایت میں اس بیان کرنے والے کا نام سیدنا ابوہریرہ ؓمنقول ہے(کہ رسول اکرم ﷺفرماتے ہیں :

«بَیْنَا أَنَا نَائِمٌ أُرِیْتُ أَنَّہٗ وُضِعَ سِوَارَانِ مِنْ ذَھَبٍ فَفَظِعْتُھُمَا وَ کَرِھْتُھُمَا ، فَأُذِنَ لِی فَنَفَخْتُھُمَا فَطَارَا فَأَوَّلْتُھُمَا کَذَّابَیْنَ یَخْرُجَانِ» فَقَالَ عُبَیْدُ اللہِ اَحَدُھُمَا الْعَنْسِیّ، اَلَّذِیْ قَتَلَہٗ فَیْرُوزُ وَالْآخِرُ مُسَیْلَمَۃُ الْکَذَّابُ‘‘[122]

’’مجھے خواب میں دکھایا گیا تھا کہ میرے ہاتھوں پر سونے کے دوکنگن رکھ دیے گئے ہیں ،میں ان سے بہت گھبرایااور میں نے دونوں کنگنوں کوناپسند ،پھر مجھے حکم ہوا اور میں نے انہیں پھونک ماری تو وہ دونوں کنگن اڑ گئے ،میں نے اس خواب کی یہ تعبیر کی ہے کہ نبوت کے دوجھوٹے دعویدار عنقریب نکلنے والے ہیں ۔‘‘روایت بیان کرنے والے تابعی جناب عبیداللہ بن عبداللہ فرماتے ہیں نبوت کے ان دوجھوٹے دعویداروں میں سے ایک اسود عنسی تھا جسے سیدنا فیروز الدیلمی ؓنے یمن میں قتل کیا تھا،اور دوسرا مسیلمہ کذاب تھا۔‘‘

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ ؒفرماتے ہیں:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ ؒمندرجہ ذیل حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

«ثُمَّ خَرَجَ فَیْرُوزُ الدَّیْلِمِیُّ عَلَی الأَسْوَدِ الْعَنْسِیِّ وَ جَآءَ الْخَبَرُ اِلٰی رَسُوْلِ ا للہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِقَتْلِہٖ وَھُوَ فِی مَرَضِ مَوْتِہٖ ، فَخَرَجَ فَأَخْبَرَ أَصْحَابَہٗ بِذَالِکَ وَ قَالَ :«قُتِلَ الْأَسْوَدُ الْعَنَسِیُّ اللَّیْلَۃَ قَتَلَہٗ رَجُلٌ صَالِحٌ مِنْ صَالِحِیْنَ وَ قِصَّتُہٗ مَشْھُوْرٌ [123]

’’پھر سیدنا فیروز الدیلمی ؓاسود عنسی کذاب کا قصہ تمام کرنے کے لیے نکلے ،رسول اکرم ﷺاس وقت مرض الموت میں مبتلا تھے کہ بذریعہ وحی آپ ﷺکے پاس اس کے قتل کی خبر پہنچ گئی،رسول اللہ ﷺاپنے گھر سے باہر تشریف لائے اور آپ ﷺنے اپنے صحابہ کرام کو یہ خوشخبری سناتے ہوئے فرمایا:آج اسود عنسی کا قصہ تمام ہوچکا ہے اور نیک

---

122 صحیح البخاری=کتاب المغازی: باب قصۃ الاسود العنسی۔ الحدیث:4379

123 الجواب الصحیح فیمن بدل دین المسیح:109/1

لوگوں میں سے ایک نیک شخص نے اس کو قتل کیا ہے ۔‘‘
اسود عنسی کے قتل کاواقعہ مشہور ومعروف ہے۔

سیدنا فیروز الدیلمی ؓفرماتے ہیں :

امام ابن جریر طبری ؒنے سیدنا فیروز کے واقعہ میں اپنی سند کے ساتھ ضحاک بن فیروز سے بیان کیا ہے ،ضحاک بن فیروز اپنے والد فیروز سے بیان کرتے ہیں :

’’قَدِمَ عَلَيْنَا وَبْرُ بْنُ يَخْنُسٍ بِكِتَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنَا فِيْہِ بِالْقِيَامِ دِيْنِنَا وَالنُّهُوْضِ فِي الْحَرْبِ وَالْعَمَلِ فِي الْأَسْوَدِ إِمَّا مُصَادَمَۃً ، وَأَنْ نُبَلِّغَ عَنْہُ مَنْ رَّأَيْنَا أَنَّ عِنْدَہُ نَجْدَۃً وَ دِيْنًا فَعَمِلْنَا فِي ذَالِكَ ‘‘[124]

’’سیدنا وبر بن یخنس ؓرسول اللہ ﷺکا نامۂ گرامی)خط(لے کر ہمارے پاس آئے ،اس خط میں رسول اللہ ﷺکی طرف سے ہمارے لیے یہ حکم تھا کہ ....تم اپنے دین ’’اسلام ‘‘پر قائم اور ڈٹے رہنا۔.دشمنانِ اسلام کے خلاف جنگ میں برسرپیکار رہنا،....اسود عنسی کذاب کا کام تمام کرنا ہے،چاہے کسی خفیہ پلاننگ سے وہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچے یا پھر دوبدو جنگ سے اور ہ....ہروہ شخص جس کے پاس جرأت وبہادری اور پرہیزگاری اور دینداری کے جذبات ہیں اس تک میرا یہ پیغام پہنچادیں۔سیدنافیروز فرماتے ہیں :ہم نے آپ ﷺکے حکم نامہ پر پورا پورا عمل کیا۔

امام ابن جریر ؒفرماتے ہیں :

امام ابن جریر طبری ؒمزید فرماتے ہیں :

’’أَنَّ فَيْرُوْزَ وَ مَنْ مَعَہُ احْتَالُوْا عَلَى الْأَسْوَدِ وَ أَظْهَرُوْا مُتَابَعَتَہُ حَتّٰى تَمَكَّنُوا مِنْ قَتْلِہِ ، وَقَدْ أَثْنَى النَّبِيُّ صَلَّى اللہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ عَلَى فَيْرُوْزَ‘‘[125]

’’سیدنا فیروز دیلمی ؓنے اور ان کے ساتھیوں نے بڑی کامیابی کے ساتھ اسود عنسی کذاب کے قتل کے لیے منصوبہ بندی اور حیلہ سازی کی ،انھوں نے بڑی فہم وفراست سے اسود عنسی کے سامنے اپنی پیروی اور اطاعت کا اظہار کیا یہاں

---

[124] تاریخ الطبری:2/257-247،فتح الباری:8/93
[125] تاریخ الطبری:2/257-247،فتح الباری:8/93

تک کہ سیدنا فیروز دیلمی ؓاور ان کے ساتھیوں کے لیے اس کذاب ومرتد کو قتل کرنا ممکن ہوگیا ۔اس عظیم اورکامیاب مشن کو پورا کرنے پر ہی رسول اللہ ﷺنے فیروز ؓکے لیے تعریفی کلمات ارشاد فرمائے۔‘‘

دوسرا واقعہ: سیدنا محمد بن مسلمہ ؓکے ہاتھوں کعب بن اشرف کا قتل:

کافروں کو دھوکہ دینا جائز ہے اور اپنا ٹارگٹ اور مقصد پورا ہونے تک کافروں کی موافقت ظاہر کرنا بھی جائز ہے۔اس مسئلے میں وہ واقعات بھی بطور دلیل پیش کیے جاسکتے ہیں جو کعب بن اشرف ،ابن ابی الحقیق اور خالد بن سفیان ہذلی کے قتل کے بیان میں کتب احادیث میں وارد ہوئے ہیں ۔کعب بن اشرف کو دھوکے کے ساتھ اچانک قتل کرنے کاواقعہ امام بخاری اور امام مسلم ؒنے سیدنا جابر بن عبداللہ ؓکی سند سے روایت کیا ہے ۔سیدنا جابر ؓفرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺنے فرمایا:

”قَالَ رَسُوْلُ اللِ صَلَّی اللُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ :مَنْ لِکَعْبِ بْنِ الْأَشْرَفِ؟ فَاِنَّہُ قَدْ آذَی اللَ وَرَسُوْلَہُ، فَقَامَ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمَۃَ فَقَالَ : یَا رَسُوْلَ اللِ ! اَ تُحِبُّ أَنْ أَقْتُلَہُ؟ قَالَ: ”نَعْمْ“ قَالَ فَأذَن لِیْ أَنْ اَقُوْلَ شَیئَا قَالَ: ”قُلْ“، فَأَتَاہُ مُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَۃَ فَقَالَ اِنَّ ھَذَا الرَّجْلَ قَدْ سَأَلَنَا صَدَقۃً واِنَّہُ قَدْ عَنَّانَا وَ قَدْ اِنِّیْ قَدْ أَتَیْتُکَ أَسْتَسْلِفُکَ ....“

’’کعب بن اشرف کا کون کام تمام کرے گا ؟کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺکو بہت ستارہا ہے۔اس پر سیدنا محمد بن مسلمہ ؓکھڑے ہوئے اور عرض کیا :یا رسول اللہ ! کیا آپ مجھے اجازت دیں گے کہ میں اسے قتل کرآؤں؟رسول اللہ ﷺنے فرمایا:’’ہاں ‘‘مجھے یہ پسند ہے ۔سیدنا محمد بن مسلمہ ؓفرماتے ہیں :کیا آپ مجھے اجازت مرحمت فرمائیں گے کہ اس سے کچھ)بظاہر نازیبا(باتیں کرلوں؟آپ ﷺنے اجازت دے دی ۔سیدنا محمد بن مسلمہ ؓکعب بن اشرف کے پاس آئے اور اس سے کہنے لگے :یہ شخص)اشارہ رسول اکرم ﷺکی طرف تھا (ہم سے صدقہ مانگتا رہتا ہے۔ اور اس

نے ہمیں تنگ کررکھا ہے، اس لیے میں تجھ سے کچھ قرض لینے آیا ہوں.......''

حافظ ابن حجر بیان کرتے ہیں :

حافظ ابن حجر عسقلانی ؒفتح الباری میں اس واقعہ سے متعلق درج ذیل پانچ روایات بیان کرتے ہیں :

- وَفِیْ مُرْسَلِ عِکْرَمَۃَ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلَمَۃَ: اِئْذَنَ لَنَا أَنْ نُصِیْبَ مِنْکَ فَیَطْمَئِنَّ اِلَیْنَا ، قَالَ: [illegible] قُوْلُوْا مَا شِئْتُمْ [illegible]

- وَرَوَاہُ ابْنُ اِسْحَاقَ بِاِسْنَادٍ حَسَنٍ وَ فِیْہِ: أَنَّ النَّبِیَّ مَشٰی مَعَھُمْ اِلٰی بَقِیْعِ الْغَرْقَدِ ثُمَّ وَجَّھَھُمْ فَقَالَ: [illegible] اِنْطَلِقُوْا عَلَی اسْمِ اللِہ ، اَللّٰھُمَّ أَعِنْھُمْ [illegible]

- وَقَالَ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرِ رَحِمَہُ اللّٰہُ: وَعِندَ الْوَقِدِیِّ أَنَّ کَعْبًا قَالَ لِأَبِیْ نَائِلَۃَ: أَخْبِرْنِیْ مَا فِیْ نَفْسِکَ؟ مَا الَّذِیْ تُرِیْدُوْنَ فِیْ أَمْرِہٖ؟ قَالَ خُذْ لَانَہٗ وَالتَّخَلِیَّ عَنْہُ ، قَالَ : سَرَرْتَنِیْ

- قَالَ ابْنُ حَجَرِ رَحِمَہُ اللّٰہُ: وَفِیْ مُرْسِلِ عِکْرَمَۃَ) فَأَصْبَحَتْ یَھُوْدُ مَذْعُوْرِیْنَ ، فَأَتَوْا النَّبِیَّ ﷺ فَقَالُوْا قُتِلَ سَیِّدُنَا غِیْلَۃً ، فَذَکَرَھُمُ النَّبِیُّ ﷺ صَنِیْعُہٗ وَمَا کَانَ یُحَرِّضُ عَلَیْہِ وَ یُؤْذِیْ الْمُسْلِمِیْنَ)

- زَادَ ابْنُ سَعْدٍ [illegible] فَخَافوْا فَلَمْ یَنْطِقُوْا [illegible] [126]

(مندرجہ بالا روایات کا ترتیب وار ترجمہ)

- عکرمہ سے مرسل روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا محمد بن مسلمہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: آپ ہمیں اجازت دیجیے کہ ہم آپ کے بارے میں جو کہنا چاہیں) بقدر ضرورت اوربوقت ضرورت (کہہ لیں تاکہ وہ پوری طرح ہماری طرف سے مطمئن ہوجائے ۔آپ ﷺ نے فرمایا:''جو تم کہنا چاہتے ہوکہہ لو،تمہیں اجازت ہے۔''

- ابن اسحاق نے حسن درجے کی سند کے ساتھ یہ روایت بیان کی ہے اس میں یہ بات بھی مذکور ہے: رسول اللہ ﷺ بقیع الغرقد) جنت البقیع(تک ان کے ساتھ ساتھ چلتے رہے،پھر آپ ﷺ نے انہیں کعب بن

[126] فتح الباری:340/7-336 ، صحیح البخاری=کتاب الجهاد : باب الکذب فی الحرب ، الحدیث : 3031، وباب الفتک بأهل الحرب، الحدیث : 3032

اشرف کی طرف روانہ کرتے ہوئے الوداع کیا اور آپ ﷺ نے دعا دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:’’اللہ کا نام لے کر اپنے مشن پر چل پڑو۔یا اللہ !ان مجاہدین کی مدد فرما۔‘‘

٭ علامہ واقدی ؒکے حوالے سے حافظ ابن حجر ؒبیان فرماتے ہیں: کعب بن اشرف نے سیدنا ابونائلہ ؓسے کہا: مجھے بتا!تیرے دل میں کیا بات ہے؟آخر کس کام کے لیے تم میرے پاس آئے ہواور تم اس)رسول اللہ ﷺ(کے بارے میں کیا چاہتے ہو؟توسیدنا ابونائلہ ؓنے)بظاہر دھوکہ دینے کے انداز میں اور اس کی موافقت کے انداز میں (فرمایا:ہم اس کوذلیل ہوتا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں اور اس سے اپنی جان چھڑانا چاہتے ہیں ۔تب کعب بن اشرف)اپنے نتھنے پھلاتا ہوا(بولا:تونے میرا دل خوش کردیا۔

٭ عکرمہ ؒکے حوالے سے مرسل روایت حافظ ابن حجر ؒبیان کرتے ہیں:)جب کعب بن اشرف کوکو رسول اللہ ﷺکی طرف بھیجی ہوئی چھاپہ مار ٹیم نے قتل کردیا تو(یہودی اس کے بعد خوفزدہ اور دہشت زدہ ہوگئے ۔بعد ازاں یہودیوں کا ایک وفد رسول اللہ ﷺکے پاس اپنے سردار کے قتل کی شکایت لے کر آیا اور کہنے لگا :ہمارے سردار کو اچانک خفیہ طور پر دھوکے سے قتل کردیا گیا ہے اور آپ کے ساتھیوں نے اس کو قتل کیا ہے۔نبی اکرمﷺنے اس کی کرتوتیں اس وفد کے سامنے پیش کیں ۔آپ ﷺنے واضح کیا کہ وہ لوگوں کو میرے خلاف ابھارتا تھا ، میرے قتل کے منصوبے بناتا تھااور اس نے مسلمانوں کے ناک میں دم کررکھا تھا۔

٭ ابن سعد نے اپنی تاریخ میں یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ وہ نبی اکرمﷺسے جواب سن کر خوفزدہ ہوگئے اور اُنھوں نے جواب میں کچھ بھی نہ کہا۔

) حافظ ابن حجر ؒکا اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا (

امام نووی ؒفرماتے ہیں :

’’مَعْنَاہُ ائْذِنْ لِیْ أَن أَقُوْلَ عَنِّیْ وَ عَنْکَ مَا رَأَیْتُہٗ مَصْلِحَۃً مِنَ التَّعْرِیْجِ وَ غَیْرِ فَفِیْ دَلِیْلٌ عَلٰی جَوَازِ التَّعْرِیْضِ وَ ھُوَ أَنْ یَّاتِیَ بِکَلَامٍ بَاطِنُہٗ

صَحِیْحٌ وَ یَفْهَمُ مِنْہُ الْمُخَاطَبُ خَیْرَ ذَالِکَ ، فَهَذَا جَائِزٌ فِی الْحَرْبِ وَ غَیْرِهَا مَا لَمْ یُمْنَعْ بِہٖ حَقًّا شَرْعِیًّا''[127]

''سیدنا محمد بن مسلمہ ؓ نے رسول اللہ ﷺ سے جو فرمایا تھا کہ آپ ہمیں اجازت دیں کہ آپ کے بارے میں ہم اگر کچھ کہنا چاہیں توکہہ سکیں(اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ مجھے اجازت مرحمت فرمادیں کہ میں اپنے بارے اور آپ کے بارے''تعریض وتوریہ''کرتے ہوئے جو کہنا چاہوں کہہ لوں۔ اس حدیث رسول ﷺ سے یہ دلیل بھی معلوم ہوگئی تعریض اور توریہ کرنا جائز ہے۔''تعریض اور توریہ''یہ ہے کہ انسان کوئی ایسی بات کرے جس بات کرنے والے کے دل میں جو معنی ومطلب ہو وہ درست ہی بنتا ہوجبکہ مخالف اور سامع اس خفیہ مطلب کے علاوہ کوئی اور مطلب سمجھے ۔ اس کو تعریض او ر توریہ کہتے ہیں :اس طرح کلام اورگفتگو لڑائی اور جنگ وغیرہ میں جائز ہے،جب تک شریعت کی طرف سے واضح ممانعت ثابت نہ ہو''

(امام نووی ؒکے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

آپ نے غورفرمایاکہ کعب بن اشرف کے قتل کا واقعہ کتنی واضح دلیل ہے بطور خاص کہ کسی ایسے کافر کو دھوکے کے ساتھ قتل کرنا جائز ہے جس کے ساتھ مسلمان حالت جنگ میں ہوں ۔اس کو قتل کرنے کے لیے کوئی بھی ممکن طریقہ اختیار کیا جائے تو درست ہے۔ یہاں تک کہ اس کافر پر پوری طرح قابوپالیاجائے اور اس کو قتل کردیاجائے ۔اس مشن کی خاطر خواہ کافر کو یہ ظاہر کرنابھی پڑے میں تیرے اقدامات ونظریات کا پورا پوراحامی ہوں۔جس طرح کہ رسول اللہ ﷺنے سیدنا محمد بن مسلمہ ؓکو اور ان کی ٹیم کے دیگر ساتھیوں کو اجازت مرحمت فرمائی کہ آپ میرے بارے اور اپنے بارے جو مناسب سمجھیں کہہ سکتے ہیں ،بلکہ ان کو رخصت فرماتے وقت ان کی کامیابی اورکامرانی کے لیے دعا بھی فرمائی ۔

مذکورہ بالا واقعہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے فیصلہ کرلیجیے کہ جو شخص اس بات کا دعویدار ہو کہ ''اس طرح کی کاروائی دھوکے اور فریب ہے اور یہ حرام اور ناجائز ہے اسلام اس طرح کی کاروائیوں کو

[127] صحیح مسلم مع شرح النووی:12/136

حرام قراردیتا ہے‘‘اس کی طرح کی باتیں کرنے والا علم سے بالکل کورا ہے اور دین اسلام سے بھٹکا ہوا ہے۔اس شخص کی یہ جہالت اورگمراہی ممکن ہے اس کو آہستہ آہستہ اس حد تک لے جائے کہ وہ قرآن وسنت کی شرعی نصوص کو جھٹلانے لگ جائے ۔یہ بات بلا خوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ شرعی مقاصد کے حصول کے لیے مسلمانوں کے خلاف برسرپیکار کفار کو دھوکہ دینا جائز ہے اور قرآن وسنت کے صحیح دلائل سے ثابت ہے۔

قاضی عیاض ؒفرماتے ہیں :

امام نووی ؒنے قاضی عیاض ؒکے حوالے سے نقل فرمایا ہے:
’’وَ لَا یَحِلُّ لِأَحَدٍ أَنْ یَّقُوْلَ اِنَّ قَتْلَہٗ -- أَیْ کَعْبَ بْنَ الْأَشْرَفِ -- کَانَ غَدْرًا ، وَقَدْ قَالَ ذَالِکَ اِنْسَانٌ فِیْ مَجْلِسٍ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ عنہُ فَأَمَرَ بِہٖ فَضُرِبَ عُنُقُہٗ‘‘[128]
’’کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ کعب بن اشرف کے قتل کے واقعہ کو دھوکہ دہی قرار دے ۔سیدنا علی بن ابی طالب ؓکی مجلس میں کسی انسان نے ایسی بات کہہ ڈالی تھی تو سیدنا علی ابن ابی طالب ؓنے فوراً اس کا سرقلم کرنے کاحکم دے دیا تھا۔‘‘

امام قرطبی ؒفرماتے ہیں :

سیدنا علی بن ابی طالب ؓکا ایک شخص کو قتل کروانے کا مذکور بالا واقعہ واضح دلیل ہے جس کو امام نووی ؒنے ذکر فرمایا ہے ۔علاوہ ازیں اما م قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں درج ذیل فرمان باری تعالیٰ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے اشارہ بھی فرمایا ہے ۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:
﴿وَ اِنْ نَّکَثُوْٓا اَیْمَانَہُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَہْدِہِمْ وَطَعَنُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّۃَ الْکُفْرِ اِنَّہُمْ لَآ اَیْمَانَ لَہُمْ لَعَلَّہُمْ یَنْتَہُوْنَ﴾)التوبۃ=9:12(
’’اگریہ لوگ عہدوپیمان کے بعد بھی اپنی قسموں کو توڑ دیں اور تمہارے دین میں طعنہ زنی کریں توتم بھی ان سرداران کفر سے ٹکراجاؤان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں ۔ممکن ہے کہ اس طرح وہ بھی بازآجائیں۔‘‘

[128] صحیح مسلم مع شرح النووی:12/136

مذکورہ آیت میں دین اسلام کے بارے میں طعنہ زنی کرنے والے کو کفر کا سردار کہا گیا ہے۔ لہٰذا آیت بالاکی تفسیر بیان کرتے ہوئے امام قرطبی ؒفرماتے ہیں :اس آیت سے بعض علماء نے استدلال کیا ہے کہ جو شخص بھی دین اسلام کے بارے میں طعنہ زنی کرے وہ کافر ہے اور واجب القتل ہے ۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ طعنہ زنی کیا ہے ؟ جواب یہ ہے کہ طعنہ زنی اس کو کہتے ہیں کہ دین اسلام کے بارے میں ایسی بات کہی جائے جو اس کے لائق اور شایانِ شان نہ ہو۔یا طعنہ زنی یہ ہے کہ اسلام کے کسی حکم کے بارے میں گھٹیا اور خفت آمیز رویہ اختیار کرے۔ وہ حکم جو صحت کے اصولوں کے مطابق اور استقامت کی فروعات کے مطابق انتہائی درجے کی مضبوط دلیل سے ثابت ہو۔

(امام قرطبی ؒمزید فرماتے ہیں :(یہ واقعہ مروی ہے کہ سیدنا علی بن ابی طالب ؓکی مجلس میں کسی شخص نے یہ کہہ دیا کہ کعب بن اشرف کو قتل کرنا دھوکہ اور فریب تھا تو سیدنا علی ؓنے اس کی گردن زدنی کا حکم صادر فرمادیا تھا۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ سیدنا امیر معاویہ ؓکی مجلس میں بھی پیش آیا۔اس مجلس میں کعب بن اشرف کو قتل کرنے والی ٹیم کے امیر سیدنا محمد بن مسلمہ ؓبھی تشریف فرما تھے۔اس مجلس میں کسی نے یہ کہہ دیا کہ کعب بن اشرف کو قتل کرنا دھوکہ اور فریب تھا۔سیدنا محمد بن مسلمہ ؓاس مجلس سے فوراً کھڑے ہوگئے اور سیدنا امیر معاویہ ؓسے مخاطب ہوکر فرمانے لگے:’’آپ کی مجلس میں اس طرح کی بات ہورہی ہے اور آپ خاموش ہیں ؟اللہ کی قسم !میں آپ کے ساتھ اس چھت کے نیچے کبھی نہیں ٹھہر سکتا اگر مجھے علیحدگی میں کہیں موقع مل گیا اور یہ شخص میرے ہاتھ لگ گیا تو میں ضرور اسے قتل کرڈالوں گا۔‘‘

)علامہ قرطبی ؒمزید فرماتے ہیں (ہمارے علماء نے یہ بات کہی ہے کہ ایسا شخص قتل کردیا جائے گا اور اس کو توبہ کی مہلت بھی نہیں دی جائے گی اگر وہ شخص دھوکہ دہی کی نسبت رسول اکرم ﷺکی طرف کرتا ہے ۔یعنی یہ بات کہے کہ نبی اکرم ﷺنے دھوکے اور فریب کرتے ہوئے کعب بن اشرف کو قتل کروایاتھا۔یہی بات سیدنا علی ابن ابی طالب اورسیدنامحمد بن مسلمہ ؓاس بات کے کرنے والے

شخص کے متعلق سمجھتے تھے کہ وہ نَعُوْذُ بِاللہِ مِنْ ذَالِکَ رسول اللہ ﷺ کے بارے اس طرح کی گستاخانہ بات زبان سے نکالنا بہت بڑی بے دینی اور واضح کفر وارتداد ہے۔

اگر وہ شخص دھوکے دہی کی نسبت ان قتل کرنے والے افراد سیدنا محمد بن مسلمہ ؓ اور ان کے ساتھیوں کی طرف کرتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ انھوں نے پہلے کعب بن اشرف کو اعتماد دلایا ،اس کو امن دلایا ،مطمئن کیا پھر اس کے ساتھ دھوکہ کیا اور اس کو قتل کردیا ۔ اس کی بات کے متعلق واضح کفر اور ارتداد کا فتوٰی تونہیں لگے گا البتہ ایسی بات کو جھوٹ اور غلط بیانی کہہ سکتے ہیں)اس لیے کہ اس خطرناک اور سازشی دشمن کو قتل کرنے کے لیے یہ حیلہ سازی ضروری تھی ،وہ گئے ہی اس مشن پر تھے ۔(البتہ ایسے شخص کو قتل تونہیں کیا جائے گا ،کیونکہ وہ پیغمبر اسلام جناب محمد ﷺ کی طرف دھوکے دہی کی نسبت نہیں کررہا بلکہ ایک امتی اور صحابی کی طرف کررہا ہے۔

(امام قرطبی مزید فرماتے ہیں (ہم نے جو یہ کہا ہے کہ ایسے شخص کو قتل نہیں کیا جائے گا اس کا مقصد یہ نہیں کہ اس کو بغیر کسی سزاکے چھوڑ دیا جائے گا ،بلکہ ایسے شخص کو مناسب سزا دی جائے گی مثلاً جیل میں بند کیا جائے گا ،سخت مار ماری جائے گی اورذلیل ورسوا کیاجائے گا۔‘‘[129]

تیسرا واقعہ: سیدنا عبداللہ بن عتیک ؓ کے ہاتھوں ابورافع یہودی کا قتل :

ابورافع ابن ابی الحقیق خیبر کا متعصب یہودی تھا ،وہ مکہ مکرمہ گیا اور قریش مکہ کو نبی اکرم ﷺ کے خلاف جنگ کے لیے آمادہ کرتا رہا ،یہاں تک کہ اس نے اس کام کے لیے بہت زیادہ گروہوں اور جماعتوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرلیا۔امام بخاری ؒ نے اس کا واقعہ سیدنا براء بن عازب ؓ سے یوں بیان فرمایا ہے:

’’بَعَثَ رَسُولُ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی أَبِیْ رَافِعِ الْيَهُوْدِيِّ رِجَالًا مِنَ الْأَنْصَارِ فَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ عَبْدَ اللہِ بْنَ عَتِيْكٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ

[129] تفسیر القرطبی:8/181-180 طبع دارالحدیث

وَ كَانَ أَبُوْرَافِعٍ يُـؤْذِیْ رَسُوْلَ اللِ صَـلَّی اللہُ عَلَيْہِ وَسَـلَّمَ وَ يُعِيْنُ عَلَيْہِ وَ كَانَ فِی حِصْنٍ لَّہُ بِأَرْضِ الْحِجَازِ [130]

’’رسول اللہ ﷺنے انصار کے چند آدمی ابورافع بن ابی حقیق یہودی کی طرف روانہ فرمائے سیدنا عبداللہ بن عتیک کو ان کا امیر اور سربراہ مقرر فرمایا،ابورافع یہودی رسول اکرم ﷺکو تنگ کیا کرتا تھااور آپ ﷺکے خلاف آپ کے دشمنوں کی مدد کیا کرتا تھا۔صحابہ کرام کی یہ مختصر سی جماعت جب اس کو قتل کرنے گئی تو وہ اس وقت اپنی سرزمین حجاز والے قلعہ میں تھا۔‘‘

امام بخاری ؒنے سیدنا براء بن عازب ؓسے مروی درج ذیل الفاظ بھی نقل فرمائے ہیں :

﴿ بَعَثَ رَسُوْلُ اللِ صَلَّی اللہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ رَهْطًا اِلٰی أَبِیْ رَافِعٍ فَدَخَلَ عَلَيْہِ عَبْدُاللِ بْنُ عَتِيْكٍ بَيْتَہُ لَيْلًا وَ هُوَ نَائِمٌ فَقَتَلَہُ ﴾ [131]

’’رسول اللہ ﷺنے تقریباً دس آدمیوں کے ایک وفد کو ابورافع یہودی کاکام تمام کرنے کے لیے روانہ کیا ۔ان میں سے ایک سیدنا عبداللہ بن عتیک ؓتھے ۔سیدنا عبداللہ بن عتیک رات کے وقت ابورافع کے گھر میں داخل ہوئے وہ اس وقت سورہا تھا توانھوں نے موقعہ پاکر ان کو قتل کردیا۔‘‘

سیدناعبداللہ بن عتیک ؓنے اس کو قتل کرنے کے لیے کئی حربے اختیار کیے ،بہرحال ان میں سے ایک حربہ اور حیلہ اختیار کرتے ہوئے وہ قلعہ میں داخل ہونے میں کامیاب ہوگئے ۔پھر انھوں نے یہودیوں کے گھروں کے دروازوں کو باہر سے بند کردیا ۔اس کے بعد وہ ابورافع یہودی کی طرف بڑھتے ہوئے جاتے ہوئے جس دروازے سے بھی داخل ہوتے تھے اس کوبند کرتے تھے ۔وہاں پہنچ کر سیدنا عبداللہ بن عتیک ؓنے اپنی آواز کو بدل(Change)لیا ۔تاکہ وہ پہچانے نہ جائیں ۔

ابورافع کے واقعہ سے حاصل شدہ چند احکام ومسائل :

[130] صحیح البخاری=کتاب المغازی:باب قتل أبی رافع عبداللہ بن أبی الحقیق، الحدیث:4039
[131] صحیح البخاری=کتاب المغازی:باب قتل أبی رافع عبداللہ بن أبی الحقیق، الحدیث:4038

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: مذکورہ واقعہ سے چند فوائد حاصل ہوتے ہیں، جو درج ذیل ہیں:

’’ جَوَاز اِغْتِيَالِ الْمُشْرِكِ الَّذِىْ بَلَغْتُہُ الدَعْوَۃُ وَأَصَرَّ ، وَ قَتْلِ مَنْ أَعَانَ عَلٰى رَسُوْلِ اللِّٰ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ بِيَدِہٖ أَوْ مَالِہٖ أَوْ لِسَانِہٖ، وَجَوَازُ التَّجَسُّسِ عَلٰى أَهْلِ الْحَرْبِ وَ تَطَلُّبِ غِرَّتِهِمْ وَ الْأَخْذِ بِالشِّدَّۃِ فِى مُحَارَبَۃِ الْمُشْرِكِيْنَ وَ جَوَاز اِبْهَامِ الْقَوْلِ لِلْمَصْلِحَۃِ وَ تَعَرُّضِ الْقَلِيْلِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ لِلْكَثِيْرِ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ‘‘[132]

- ’’ایسے مشرک کو اچانک دھوکے سے قتل کرنا جائز ہے جس کو اسلام کی دعوت پہنچ چکی ہو پھر بھی وہ اپنے کفر پر اصرار کررہا ہو۔
- ایسے شخص کو قتل کرنا بھی جائز ہے جو رسول اللہ ﷺ کے خلاف اپنے ہاتھ، اپنے مال اور اپنی زبان کے ساتھ مخالفین کی مدد کرتا ہو۔
- جن لوگوں کے ساتھ مسلمان حالت جنگ میں ہوں ان کی جاسوسی کرنا اور ان کو اچانک دھوکے سے جالینا بھی جائز ہے۔
- مشرکین کے ساتھ جاری جنگ میں ان پر سخت ہاتھ ڈالنا بھی جائز ہے۔
- مصلحت کی خاطر اصل بات چھپا کر رکھنا بھی جائز ہے۔
- مذکورہ واقعہ سے بھی معلوم ہواکہ مسلمانوں کا چھوٹاسا گروہ مشرکین کے کسی بڑے جتھے کے ساتھ ٹکر لے سکتا ہے۔‘‘

(حافظ ابن حجر ہکے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

٭٭٭٭٭

چوتھاواقعہ: سیدنا عبداللہ بن انیس کے ہاتھوں خالد ہذلی کا قتل:

[132] فتح الباری: 7/345

دھوکے کے ساتھ قتل کرنے کے جواز پر ایک واقعہ خالد بن سفیان ہذلی کے بارے میں بھی مروی ہے ۔دشمنان اسلام اور دشمن رسول خالد ہذلی کو قتل کرنے والے رسول اللہ ﷺکے جانباز صحابی سیدنا عبداللہ بن انیس ؄ہیں ۔اس واقعہ کو امام احمد بن حنبل ،امام ابوداؤد اور امام بیہقی نے بیان کیا ہے ۔سیدنا عبداللہ بن انیس اپنی زبانی وہ واقعہ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

«دَعَانِیْ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ : اِنَّہٗ قَدْ بَلَغَنِیْ أَنَّ خَالِدَ بْنَ سُفْیَانَ بِنْ نَبِیْحِ یَجْمَعُ لِیَ النَّاسَ لِیَغْزُوْنِیْ وَھُوَ بِعُرْنَۃَ ، فَأْتِہٖ فَاقْتُلْہُ ، قَالَ: قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللہِ! اِنْعَتْہُ لِیْ حَتّٰی أَعْرِفَہٗ قَالَ الرَّسُوْلُ ﷺ : اِذَا رَأَیْتَہٗ وَ جَدتَّ لَہٗ قَشْعَرِیْرَۃً ، قَالَ : فَخَرَجْتُ مُتَوَشِّحًا بِسِیْفِیْ حَتّٰی وَقَعْتُ عَلَیْہِ وَھُوَ بِعُرْنَۃَ مَعَ ظَعْنٍ یَرْتَادُ لَھُنَّ مُنْزِلًا ، وَحِیْنَ کَانَ وَقْتُ الْعَصْرِ - فَلَمَّا رَأَیْتُہٗ وَجَدْتُّ مَا وَصَفَ لِیْ رَسُوْلُ اللہِ مِنَ القَشْعَرِیْرَۃِ فَأَقْبَلْتُ نَحْوَہٗ ، وَخَشِیْتُ أَنْ یَّکُوْنَ بیْنِیَ وَ بَیْنَہٗ مُحَاوَلَۃٌ تَشْغَلَنِیْ عَنِ الصَّلَاۃِ، وَأَنَا أَمْشِیْ نَحْوَ، أَوْمِیْ بِرَأسِیْ الرَکُوْعَ وَالسُّجُوْدَ ، فَلَمَّا انْتَھْتُ اِلَیْہِ قَالَ: مَنِ الرَّجْلُ ؟ قُلْتُ : رَجُلٌ مِّنَ العَرَبِ سُمِعَ بِکَ وَ بِجُمْعِکَ لِھَذَا الرَّجُلِ فَجَآئَکَ لِھَذَا قَالَ : أَجَلْ أَنَا فِیْ ذَالِکَ ، قَالَ : فَمَشِیْتُ مَعُہٗ شَیْئًا حَتّٰی اِذَا أَمْکَنَنِیْ حَمَلْتُ عَلَیْہِ السَّیْفَ حَتّٰی قَتَلْتُہٗ ، ثُمَّ خَرَجْتُ وَ تَرَکْتُ ظَعَائِنَہٗ مُکِبَّاتٍ عَلَیْہِ ، فَلَمَّا قَدَمْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَرَآنِیْ فَقَالَ : أَفْلَحَ الْوَجْہُ ، قَالَ : قُلْتُ : قَتَلْتُہٗ یَا رَسُوْلَ اللہِ! قَالَ : صَدَّقْتَ....»[133]

’’رسول اللہ ﷺنے مجھے بلایا اور ارشاد فرمایا:’’بلاشبہ مجھے یہ خبریں ملی ہیں کہ خالد بن سفیان بن صبیح ہذلی میرے خلاف لڑنے کے لیے لوگوں کو جمع کررہا ہے ۔اس وقت وہ’’عرنہ‘‘)مکہ کے قریب ایک جگہ کانام ہے(میں ٹھہرا ہوا ہے ۔تو اس کے پاس جا اوراس کو قتل کرڈال ۔سیدناعبداللہ بن انیس ؄فرماتے ہیں :میں نے کہا یا رسول اللہ!اس کے متعلق کچھ نشانیاں اور علامتیں مجھے بتادیں ۔تاکہ میں اس کو پہچان لوں ۔رسول اللہ ﷺنے فرمایا:جب آپ اس کے پاس پہنچیں گے اور اس کو دیکھیں گے تو آپ اس کو اس حالت میں پائیں گے کہ اس پر کپکپی اور لرزش)رعشہ(طاری

[133] سنن أبی داؤد=کتاب الصلوۃ/تفریع ابواب صلوۃ السفر: باب صلوۃ الطالب ، سنن البھیقی=کتاب صلوۃ الخوف:باب کیفیۃ صلوۃ شدۃ الخوف ، الحدیث:6024، البدایۃ والنھایۃ لابن کثیر :161-160/4، نیل الاوطار:3/213، مسند احمد:3/496،اس حدیث کی سند پر امام ابوداؤد او ر امام منذری نے خاموشی اختیار کی ہے جبکہ حافظ ابن حجر ؒنے اس کو حسن قرار دیا ہے۔

ہوگئی۔سیدنا عبداللہ بن انیس فرماتے ہیں :میں اپنی گردن میں تلوار لٹکائے اس کی طرف نکل پڑا اور اس کے پاس جا پہنچا ۔رسول اللہ ﷺکی دی ہوئی اطلاع کے مطابق وہ واقعتا اس وقت ’’عرنہ‘‘مقام پر موجود تھا اور اپنی بیویوں کے لیے کوئی جگہ تلاش کررہاتھا ۔

جب میں اس کے پاس پہنچا اس وقت عصر کا وقت ہوچکاتھا ۔جب میں نے اس کو دیکھا وہ واقعتا ایسی حالت میں تھا جو رسول اللہﷺنے حالت بتائی تھی کہ اس پر کپکپی اور لرزش طاری ہوگی۔میں دھیرے دھیرے اس کی طرف چل پڑا ۔میرے دل میں یہ خدشہ پیدا ہواکہ اگر میں اس کے پاس جاتا ہوں اور اس سے گفتگو شروع ہوجاتی ہے تو ممکن ہے ’’نمازِعصر‘‘جاتی رہے ،لہٰذا میں نے چلتے چلتے اشارے سے نماز پڑھنی شروع کردی۔رکوع اور سجدے کرنے کے لیے میں اپنے سر کو ذرا نیچے جھکاتا رہا۔بالآخر میں اس کے پاس پہنچ گیا۔

اس نے مجھے دیکھ کر سوال کیا :آپ کون ہیں ؟میں نے جواب دیا میں اہل عرب سے تعلق رکھنے والا ایک فرد ہوں ۔)اس کو اعتماد میں لینے کے لیے کہنے لگا(آپ کے بارے میں سنا ہے کہ اس شخص)اشارہ رسول اللہ ﷺتھا(کو قتل کرنے کے لیے کوئی فوج جمع کررہے ہیں ۔اسی جذبہ کے تحت میں آپ کے پاس آیا ہوں تاکہ میں بھی اس فوج میں شامل ہوجاؤں۔دشمنِ اسلام خالد ہذلی کہنے لگا :بالکل! میں آج کل اسی منصوبہ پرکام کررہا ہوں ۔سیدنا عبداللہ بن انیس ؓفرماتے ہیں :میں کچھ دیر اس کے ساتھ چلتا رہا اور چہل قدمی کرتا رہا،یہاں تک جب میرے لیے ممکن ہوا ،میں نے تلوار کے ساتھ اس پر بھرپور حملہ کیا اور اس کو واصل جہنم کردیا۔پھر میں وہاں سے نکل پڑا ۔میں نے آتے ہوا دیکھا کہ کی بیویاں اس پر)روتے ہوئے اور بین کرتے ہوئے (جھکی ہوئی تھیں ۔جب میں رسول اللہ ﷺکے پاس پہنچا تو آپ ﷺنے مجھے دیکھتے ہی دعائیہ انداز میں فرمایا:اللہ اس چہرے کو بامراد اور تروتازہ رکھے ۔میں نے عرض کیا :یا رسول اللہ !میں نے اس کو قتل کرڈالاہے ۔آپ

نے فرمایا:آپ نے اپنی بات کو اور اپنے ارادے کو سچ کردکھایا ہے۔‘‘

مذکورہ بالا احادیث میں جو چار واقعات درج ہوئے ہیں اور ان کے علاوہ جو دیگر واقعات اس موضوع پر مروی ہیں ،ان دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار پر اچانک دھوکے سے جھپٹ پڑناجائز اور مباح ہے ۔ بطورخاص وہ کافر جو مسلمانوں کے خلاف برسرپیکار ہوں ان پر جھپٹنا ان کو قتل کرنا اور ہر ممکن طریقے سے ان کی طرف پہنچنے کی منصوبہ بندی کرنا جائز ہے۔یہ ساراعمل ’’جہاد فی سبیل اللہ‘‘ ہی سے تعلق رکھتا ہے ۔سرکاری علماء ،مجرم صحافی اور ملحد مصنفین ہی اس بارے میں اختلاف کرتے ہیں کیونکہ وہ اس ’’عمل ‘‘کو جہاد فی سبیل اللہ سمجھنے کے لیے تیارنہیں ہیں ۔

ہم اس بارے میں علماء حق کے فتاوٰی اور اقتباسات کعب بن اشرف کے قتل کے واقعہ میں بیان کرچکے ہیں ۔سیدنا علی بن ابی طالب﷜اور سیدنا امیر معاویہ ﷜کی مجلسوں میں جن لوگوں نے کعب بن اشرف کے قتل کو جہاد فی سبیل نہیں بلکہ دھوکہ دہی اور فریب پر محمول کیا تھا۔ایسے شخص کے بارے میں سیدنا علی ﷜نے قتل کردینے کا حکم صادر فرمادیا۔

فضیلۃ الشیخ علامہ عبدالرحمن الدّوسری ﷫فرماتے ہیں :

اس مسئلہ میں عرب کے مشہور عالم فضیلۃ الشیخ عبدالرحمن الدوسری ﷫نے اپنی تفسیر میں وضاحت فرمائی ہے ۔علامہ عبدالرحمن الدوسری فرمان باری تعالیٰ ﴿اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ﴾کی تفسیر بیان کرتے ہوئے عبودیت کے مراتب کا تذکرہ کرتے ہیں اور لکھتے ہیں :

ثُمَّ اِنَّ اِعْدَادَ الْقُوَّۃِ حَسْبَ الْمُسْتَطَاعِ مِنْ وَاجِبَاتِ الدِّیْنِ وَ لَوَازِمِ اِقَامَتِہٖ وَالْعَابِدُ الصَّحِیْحُ لِلّٰہِ لَا یَعْتَوِرُہُ التَّسْوِیْفُ فِیْ ھٰذَا ، فَضْلًا عَنْ تَرْکِہٖ أَوْ التَّسَاھُلِ فِیْہِ ، وَأَیْضًا فَالْعَابِدُ لِلّٰہِ الْمُصَمِّمِ عَلَی الْجِھَادِ یَکُوْنُ مُنَفِّذًا لِلغِیْلَۃِ فِیْ أَئِمَّۃِ الْکُفْرِ مِنْ دُعَاۃِ الْاِلْحَادِ وَالْاِبَاحِیَۃِ ، وَ کُلِّ طَاعِنٍ فِی وَحْیِ اللہِ أَوْ مُسَخِّرٍ قَلَمَہٗ أَوْ دِعَایَتَہٗ ضِدَّ الدِّیْنِ الْحَنِیْفِ لِأَنَّ ھَذَا مُؤذِ لِلّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ﷺ لَا یَجُوْزُ لِلْمُسْلِمِیْنَ فِیْ بُقَاعِ الْاَرْضِ مِنْ خُصُوْصٍ وَ عُمُوْمٍ أن یَّدْعُوْہُ عَلٰی قَیْدِ الْحَیَاۃِ لِأَنَّہٗ أَضَرُّ مِنَ ابْنِ أَبِی الْحَقِیْقِ مِمَّنْ نَدَبَ رَسُوْلُ اللہِ ﷺ اِلَی

اغْتِيَالِهِمْ ، فَتَرکُ اغْتَالِ وَرَثَتِهِمْ فِی هَـذَا الزَّمَـانِ تَعْطِيْـلٌ لِوَصِـيَّۃِ الْمُصْـطَفٰیﷺوَ اخْلَالٌ فَظِيْـعٌ بِعُبُـوْدِيَۃِ اللہِ سَـمَاحٌ صَـارِخٌ شَـنِيْعٌ لِلمَعَاوِلِ الْهَدَّامِۃِ فِیْ دِيْنِ اللہِ لَا يَفْسُرُ صُـدُوْرُ اِلَّا مِنْ عَـدْمِ الْغَيْـرَۃِ لِدِيْنِ اللہِ وَالْغَضَبِ لِوَجْهِ الْکَرِيْمِ ، وَ ذَالِکَ نَقُصٌ عَظِيْمٌ فِی حُبِّ اللہِ وَ رَسُوْلِہٖﷺ وَ تَعْظِيْمِهَا لَا يَصْدُرُ مِنْ مُحَقِّقٍ لِعُبُـوْدِيَۃِ اللہِ بِمَعْنَاهَـا الصَّحِيْحِ الْمَطْلُوْبِ'' [134]

''بلاشبہ حسب استطاعت کافروں کے خلاف اپـنی قـوت تیـار رکھنا بھی دین کے واجبـات اور اقـامت دین کے لوازمـات سـے تعلق رکھتا ہے صحیح معنی میں جـو عابـد ہوتـا ہے وہ جہاد کی تیاری کے معاملے میں ٹال مٹول نہیں کرتا کہ ابھی کرلیں گے ابھی کـرلیں گے ہچہ جـائیکہ وہ اس کـو چھـوڑ بیٹھے اور اس سے سستی اور غفلت اختیار کـرے۔یہ بـات بھی یـاد رہے کہ صـحیح معـنی میں اللہ کی عبـادت کـرنے والا جہاد فی سبیل اللہ کا پختہ ارادہ رکھنے والا کفر کے بڑے بـڑے امـاموں کو دھوکے کے ساتھ موت کے گھاٹ اتارنے سے بھی دریـغ نہیں کرتاہو۔ کفر کے امام جو لوگوں کو کفـر والحـاد ،آزاد خیـالی اور لادینیت کی طرف دعوت دیتے ہیں اور ان کو بری چیزوں پـر لگانـا چـاہتے ہیں ،کفـر کے سـرداروں کے علاوہ ایسـے شـخص کـو اچانـک دھـوکے کے سـاتھ مـوت کے گھـاٹ اتارنـا ضـروری سـمجھتے ہیں جـو اللہ کی وحی میں طعن وتشـنیع کرنے والا ہو،اپنے قلم وکاغذ کو دین اسلام کے خلاف استعمال کرنے والا ہوجـو اور دین حـنیف کے خلاف آواز بلنـد کـرنے والا ہو۔ایسے لوگوں کو ختم کرنا اس لیےضروری ہے کہ یہ لـوگ بھی کعب بن اشـرف اور ابورافـع وغـیرہ کی طـرح اللہ اور اس کے رسـول ﷺکـو اذیت پہنچـانے والے ہیں ۔اللہ کی سرزمین کے مختلـف خطـوں میں سـے کسـی بھی خطے میں بسنے والے عام وخاص مسلمانوں کے لیے یہ ہرگز جـائز نہیں ہے کہ وہ ان کـو زنـدہ رہنے کے لـیے چھـوڑدیں۔اس لـیے کہ ایسـے لـوگ ابن ابی الحقیـق جیسـے شـخص سـے بھی زیـادہ خطرنـاک ہیں اور ابن ابی الحقیـق ان لوگـوں میں سـے ایـک شخص تھا جن کو اچانک دھوکے کے سـاتھ قتـل کـرنے کے لـیے خـود رسـول اللہ ﷺنے چھـاپہ مـار ٹیمیں روانہ کی تھیں ۔ابن ابی الحقیـق وغـیرہ کے وارثـوں اور ان کی ناجـائز ذرّیت کـو

[134] صفوۃ الآثار والمفاہیم من تفسیر القرآن العظیم للشیخ الدوسری:1/268

موجودہ دور میں کچھ نہ کہنا اور زندہ رہنے دینا گویا محمدمصطفی ﷺکی وصیت کو معطل اور ختم کرنے والی بات ہے ،اللہ کی عبادت کے متعلق انتہائی قابل نفرت بگاڑ پیدا کرنے والی بات ہے اور یہ ایسی مکروہ’’درگزر‘‘ہے جس کا لازمی نتیجہ ہے کہ ہم دین الٰہی کو گرانے والی کدالوں کو سراٹھانے کی گویا دعوت دے رہے ہیں ۔بہرحال جس کے دل میں اللہ کے دین کی غیرت موجود ہے اس سے تو اس قسم کی امید نہیں کی جاسکتی ۔البتہ جو غضب الٰہی کا مستحق ہے ،اس سے تو اس رویہ کی امیدنہیں کی جاسکتی۔یہ بھی یاد رکھیں کہ دین اسلام کے بارے اس طرح کی نرم اور لچکدار پالیسیاں اللہ اور اس کے رسول کی محبت اور اقرار عظمت کے بارے میں بڑے نقص کی آئینہ دار ہیں ۔جو صحیح معنی میں اللہ کی عبادت کو ثابت کرنے والا ہو اس شخص سے اس طرح کی نرم ولچکدار پالیسیاں صادر نہیں ہوسکتیں۔ (علامہ الدوسری ؒکے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا)

علامہ الدوسری ؒکی کھری کھری باتیں اور علماء سلاطین کا کردار :

شیخ عبدالرحمن الدوسری ؒکی بیان کردہ تفسیر اور ان کازور دار بیان بھی پڑھ لیں اور پھر موجودہ دور کے علماء کا طرز عمل بھی دیکھ لیں ۔آج کے دور کے سرکاری علماء بزدل بن چکے ہیں ،دین کے بارے میں بہت زیادہ نرمی اور ڈگمگاہٹ کا ثبوت دے رہے ہیں اور اللہ تبار ک وتعالیٰ کے دین کے بارے میں ان کے دلوں سے غیر ت وحمیت ختم ہوچکی ہے ۔جس طرح کی کھری کھری بات شیخ عبدالرحمن الدوسری نے کہہ دی ہے موجودہ دور کے سرکاری علماء کو کو اس طرح کی کھری کھری بات کہنے کی توفیق کہاں ؟اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ان سرپرست اور آقا ان کو اجازت دیں تو وہ اس طرح کی بات کہیں ۔جب وہ ان کو اجازت نہیں دیں گے وہ کیسے ایسی کھری کھری باتیں کہہ سکیں گے۔مشکلات اور سخت حالات میں جو کلمہ حق سربلند کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے ۔ایسے ہی لوگوں کو اللہ تعالیٰ قوموں میں سربلندیاں اور رفعتیں عطا فرماتا ہے اور لوگ بھی ان کا نام لیتے ہوئے رحمہ اللہ علیہم پڑھتے ہیں یعنی ان کے

لیے اللہ سے رحمت کی دعائیں کرتے ہیں جبکہ اس کے برعکس درباری،سرکاری اور پیٹ کے پجاری مولویوں کا کہیں تذکرہ ہوتا ہے تو لوگ ان پر لعنتیں ہی بھیجتے ہوئے نظر آتے ہیں ۔

تاکہ دوسرے لوگ بھی عبرت پکڑیں :

رسول اللہﷺکی بیان کردہ احادیث کی روشنی میں ہر اس شخص کو ہم دعوت دیتے ہیں کہ ان سرکش وباغی گروہ کو ،لوگوں کے عقائد اور دینداری کو برباد کرنے والوں کو ،اللہ تعالیٰ ،اس کے رسول اور اہل اسلام کو تنگ کرنے والوں کو اور دین اسلام میں طعن وتشنیع کرنے والے افراد کو قتل کرنے پر قدرت اور طاقت رکھتا ہے کہ وہ ضرور اس کام کو سرانجام دے۔اللہ تعالیٰ کے اوپر اپنا توکل اوربھروسہ کرے ۔وہی اللہ اس کے لیے کافی اور مددگار ہے ۔اس مشن میں اگر اس کی اپنی جان بھی چلی جاتی ہے تو ان شاءاللہ العزیز وہ شہید ہوگا ۔جو اپنا یہ کارنامہ ’’فی سبیل اللہ ‘‘آخرت میں بھیج رہا ہے اس پر وہ اجر وثواب کا مستحق ہوگا۔

یہ بھی ضروری ہے کہ ان طاغوتوں کو اس طریقے سے ختم کیا جائے کہ ان جیسے دوسرے افراد بھی اپنی کرتوتوں اور خلافِ اسلام حرکتوں سے باز آجائیں ۔ایسے طریقے سے ان طاغوتوں کا خاتمہ ہوکہ اللہ کے دین میں کیڑے نکالنے والے اور عیب جوئی کرنے والے جس شخص کواپنا یہ عمل بہت خوبصورت اور بھلا محسوس ہوتا ہے ،یا جو دین اسلام میں طعن وتشنیع کرتا رہتا ہے ،یاجو اللہ کے مومن بندوں کو تنگ کرتا رہتا ہے ۔ایسے شخص کے لیے بھی وہ طریقہ روک تھام اور سدباب کا سبب بن جائے اور دیگر تمام مجرمین کے لیے بھی یہ کاروائی عبرت کا نشان بن جائے ۔بالکل ایسے جیسے یہودیوں کا بڑا سردار کعب بن اشرف مجاہدین کے ہاتھوں قتل ہوا تو اس سے باقی یہودی بھی سہم گئے اور رسول اللہ ﷺکے پاس آکر شکایت کرتے ہوئے کہنے لگے :ہمارا قائد ولیڈر دھوکے سے قتل کردیا گیاہے)اور اس کو آپ کے ساتھیوں نے قتل کیا ہے (نبی ﷺنے ان یہودیوں کی اس شکایت کے جواب میں ان کے قائد کی بری حرکتیں اور شرارتیں بیان فرمائیں ۔نیز یہ بھی واضح کیا کہ وہ لوگوں کو میرے خلاف جنگ کرنے اور مجھے قتل کرنے پر ابھارا کرتا تھا ۔یہ سن کر وہ خوفزدہ ہوگئے اور کچھ کہے بغیر اٹھ کر چل دیے۔

جرم کیے اگر لمبا عرصہ بیت جائے تو:

یہ بات بھی معلوم ہونی چاہیے کہ لمبا عرصہ اور مدت مدید گزرنے کے باوجود جنگی جرائم کی سزا ساقط نہیں ہوا کرتی ۔نبی اکرم ﷺنے چند جنگی مجرموں کو فتح مکہ کے روز سزا سنائی اور ان کا خون رائیگاں قرار دے دیا اور فرمادیا کہ یہ لوگ جہاں بھی نظر آجائیں ان کو قتل کردیا جائے خواہ وہ مرد تھے یا عورتیں تھیں ۔حالانکہ ان کی طرف سے مسلمانوں کو طرح طرح کی اذیتوں سے دوچار کیے ہوئے ایک لمبا زمانہ گزرچکا تھا ۔جب چند سالوں کے بعد اللہ رب العزت نے مسلمانوں کے ہاتھوں مکہ کو فتح کردیا تو اس وقت ان کو ان کے جرائم کی سزائیں دی گئیں ۔

امام بخاری ؒنے سیدنا ابوہریرہ ؓسے حدیث بیان کی ہے کہ سیدنا ابوہریرہ ؓفرماتے ہیں رسول اللہ ﷺنے ہمیں ایک گروپ روانہ کیا اور فرمایا:

)) اِنْ وَجَدْتُمْ فُلَانًا وَ فُلَانًا فأَحْرِقُوْهُمَا بِالنَّارِ.... ((.[135]

’’اگر فلاں اور فلاں شخص تمہیں مل جائے تو ان کو آگ کے ساتھ جلادینا.....‘‘

حافظ ابن حجر ؒفرماتے ہیں :

وَ وَقَعَ فِيْ رِوَايَۃِ ابْنِ اسْحَاقَ)) اِنْ وَجَدتُّمْ هِبَّار بْنَ الْاَسْوَدِ وَالرَّجُلَ الَّذِىْ سَبَقَ مِنْہُ اِلٰى زَيْنَبَ مَا سَبَقَ فَحَرِّقُوْهُمَا بِالنَّارِ((يَعْنِى زَيْنَبَ بِنْتَ رَسُوْلِ اللہِ ﷺ وَكَانَ زَوْجُهَا أَبُوْ الْعَاصِ بْنَ الرَّبِيْعِ لَمَّا أَسَرَہُ الصَّحَابَۃُ ثُمَّ أَطْلَقَہُ النَّبِیُّ ﷺ مِنَ الْمَدِيْنَۃِ شَرَطَ عَلَيْہِ أَنْ يُّجْهِّزَ لَہُ ابْنَتُہُ زَيْنَبَ فَجَهَّزَهَا ، فَتَبِعَهَا هَبَّارُ بْنُ الْأَسْوَدِ وَ رَفِيْقُہُ فَنَخْسَا بَعِيْرَهَا فَأَسْقَطَتْ وَمَرِضَتْ مِنْ ذَالِكَ ، قَالَ الحَافِظُ اِبْنُ حَجَرٍ فِى فَوَائِدِ هَذَا الْحَدِيْثِ : وَفِيْہِ أَنَّ طُوْلَ الزَّمَانِ لَا يَرْفَعُ الْعَقُوْبَۃَ عَمَّنْ يَسْتَحِقُّهَا‘‘[136]

’’ابن اسحاق کی روایت میں ان لوگوں کے بارے میں کچھ وضاحت بھی آئی ہے جن کوجلانے کا حکم آپ ﷺنے دیا تھا ۔آپ ﷺنے فرمایاتھا:

---

[135] صحیح البخاری=کتاب الجہاد:باب لا یعذب بعذاب اللہ ، الحدیث:3016

[136] فتح الباری:6/149-150

’’اگر تم ہبار بن اسود کو اور اس شخص کو پالو جس سے سیدہ زینب ہکے بارے میں وہ غلط حرکت سرزد ہوئی تھی ،جو بھی ہوئی تھی ،آپ ہنے ان دونوں کے بارے میں ارشاد فرمایا ان کو جلاکر خاکستربنادینا۔‘‘

مذکورہ روایت میں سیدہ زینب ہکا جو تذکرہ ہوا ہے۔ان سے رسول اللہ ہکی سب بڑی صاحبزادی سیدہ زینب بنت رسول ہمراد ہیں ۔ان کے خاوند کا نام ابوالعاص بن ربیع تھا۔غزوۂ بدر کے موقع پر رسول اللہ ہکے صحابہ ؓ اس کو گرفتار کرلیا تھا۔پھر نبی اکرم ہنے اس کو مدینہ سے اس شرط پر آزاد کردیا تھا کہ وہ مکہ جاکر میری بیٹی زینب کو تیار کرکے میری طرف روانہ کردے ۔اس نے اپنی بات کو پورا کیا اور جاکر سیدہ زینب ہکو مدینہ روانہ کردیا ۔سیدہ زینب ہجب مکہ سے مدینہ کی طرف سفر کررہی تھیں ۔ہبار بن اسوداور اس کا ایک ساتھی ان کے پیچھے چل پڑے ۔ان دونوں افرادنے عداوت اسلام کی بناء پر سیدہ زینب ہکے اونٹ کو ایک لکڑی چبھو کر بھگادیا ۔سیدہ زینب بنت رسول ہاونٹ سے گرپڑیں اور اس کی وجہ سے بیمار ہوگئیں ۔)او راسی جرم اور شرارت کی وجہ سے رسول اللہ ہنے فتح مکہ کے روز ہبار بن اسود اور اس کے ساتھی کا خون رائیگاں قرار دیاتھا اور فرمایا تھا کہ یہ لوگ جہاں بھی نظر آئیں ان کو قتل کردیا جائے ۔(

حافظ ابن حجر ہاس حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ کسی سزا کے مستحق سے لمبا زمانہ بیت جانے کے باوجود سزاختم نہیں ہوتی۔‘‘)حافظ ابن حجر ہکے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا(

مظلوم کا ہاتھ اور ظالم کا گریباں :

فتح مکہ کا یہ واقعہ ایک بہت بڑا ڈراوا ہے اس شخص کے لیے جو مسلمانوں کی عزتوں اور حرمتوں کو آج پامال کررہا ہے ،مسلمانوں کا بے دریغ ناحق خون بہارہا ہے اور ان کے مال ودولت کو اپنے قبضے

میں کرتا جارہا ہے ایسے شخص کو ڈرناچاہیے کہ زمانہ کا وہ دن دورنہیں جب ان مجاہدین کے ہاتھ بھی ان کے گریبان تک جاپہنچیں گے ۔(ان شاء اللہ) یہ بھی ذہن نشین رہے کہ عام لوگ توشاید ان مظالم اور مصائب کو بھول جائیں توبھول جائیں لیکن مظلوم اپنے اوپر ہونے والے جبر واستبداد کو کبھی نہیں بھولتا ۔ان شاء اللہ وہ وقت دورنہیں جب مظلوم اپنے اوپر ہونے والے ظلم کا بدلہ لیں گے اور پورا پورا قصاص وصول کریں گے۔‘‘

جب مظلوم کا ہاتھ ظالم کے گریبان تک جاپہنچے گا اس وقت ظالم کو کوئی ایسا شخص نہیں ملے گا جو اس پر رحم کرے جس طرح اس سے پہلے مظلوم کی حالت تھی کہ جب مظلوم پر ظلم ہوتا تھا تو آگے بڑھ کر اس وقت ظالم کا ہاتھ نہیں پکڑتا تھا کہ ظالم کو ظلم سے روک سکے ۔اس طرح پورا پورا بدلہ اور قصاص ہوگا۔(ان شاء اللہ) (وہ چاہے دنیا میں ہو چاہے آخرت میں ہو)

٭٭٭٭٭

باب:9

جس کو کافروں نے اپنے ساتھ زبردستی نکالاہو اگر وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ میں قتل بھی ہوجائے تو قیامت کے دن اپنی نیت کے مطابق اٹھایا جائے گا ۔جبکہ ہمارے ذمے یہ بات ہے کہ

ہم اس سارے لشکر سے جنگ کریں جو ہمارے خلاف برسرپیکار ہے۔ اس میں ارادے وقصد سے آئے ہوئے اور زبردستی لائے ہوئے کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا جائے گا۔

مجبور کیے جانے والے شخص کا حکم

گرفتاری سے پہلے اور گرفتاری کے بعد:

اس شخص کے بارے بحث گزرچکی ہے کہ جو کافروں سے دوستی کرتا ہے او رمسلمانوں کے خلاف لڑنے کے لیے کافروں کا ساتھی بنتا ہے ۔ایسا شخص بلاشک وشبہ کافر ہے۔جنگی امور میں اس کے ساتھ کافروں والا معاملہ ہی اختیار کیا جائے گا ۔مسلمانوں سے لڑنے والے گروہ کے تمام افراد کا یہی حکم ہے ۔اس عام حکم میں سے صرف وہ شخص مستثنیٰ قرار پائے گا جس کوکافر زبردستی اپنے ساتھ لے جائیں ۔ایسا مجبور شخص درحقیقت کافر نہیں ہوگا نہ ہی اس کے ساتھ کافروں والا معاملہ کیا جائے گا ۔البتہ ظاہراًاس کا معاملہ یوں ہوگا کہ اگر تو اس پر قابو پانے اور اس کو قیدی بنانے سے پہلے پہلے اس کی حالت کا علم ہوجائے اور وہ ہتھیار ڈال دے تو ایسا شخص دنیاوی احکام میں بھی کافر نہیں سمجھا جائے گا۔

جہاں تک اس شخص کا تعلق ہے کہ جس کے اصل معاملے کی تمیز مسلمان جنگ سے قبل نہ کرسکیں تو اس کامعاملہ بھی دنیا کے ظاہر ی احکام میں دیگر مخالف جنگجوؤں کی طرح ہوگا۔یہ بات پیش نظر رہے کہ مسلمانوں پر یہ بالکل ضروری نہیں ہے کہ وہ اس بات کی چھان پھٹک کرتے پھریں کہ ہمارے خلا ف برسرپیکار مخالفین میں

سے کون کون دل کی خوشی سے جنگ کررہا ہے اور کون کون زبردستی جنگ میں جھوکاگیا ہے جو بھی مسلمانوں کے خلاف برسرپیکار ہو اور جنگ سے قبل اس پر قابو پانے یا گرفتار کرنے سے پہلے پہلے اس کے بارے میں کنفرم(Conferm)ںا ہو کہ یہ شخص زبردستی جنگ میں لایا گیاتھا تو اس کاحکم وہی ہوگا جو دیگر جنگ کرنے والو ں کا ہوگا۔اگرچہ بعد میں وہ یہ دعوٰی کرتا رہے کہ میں تومسلمان ہوں،یا یہ دعوٰی کرے کہ ’’میں تمہارے خلاف جنگ میں شرکت نہیں کرناچاہتا تھا،مجھے تو زبردستی ہانک کر لایا گیا ہے ۔‘‘اس قسم کا کوئی عذر لنگ جنگ کے بعد یا گرفتاری کے بعد قبول نہیں کیاجائے گا ۔اس بات کی دلیل وہ حدیث ہے جس کو امام مسلم ؒسیدنا عمران بن حصین﷜سے بیان کرتے ہیں ،سیدنا عمران بن حصین﷜فرماتے ہیں :

((أَصَابَ الْمُسْلِمُوْنَ رَجُلًا مِنْ بَنِیْ عَقِیْلٍ فَأَتَوا بِہٖ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ : یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ مُسْلِمٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : ((لَوکُنْتَ قُلْتَھَا وَانْتَ تَمْلِکُ اَمْرَکَ أَفْلَحْتَ کُلَّ الْفَلَاحِ)) [137]

’’مسلمانوں نے بنوعقیل قبیلے کے ایک آدمی کوگرفتار کرلیا ۔وہ اس کو ساتھ لیے ہوئے رسول اکرم ﷺکے پاس آئے ۔نبی اکرم ﷺکے سامنے اس نے کہا:میں تومسلمان ہوں۔رسول اللہ ﷺنے فرمایا:یہ بات تو اس وقت کہتا جب تو اپنے آپ کا مالک تھا)جب تو مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار نہیں ہوا تھا(تو تومکمل طور پر بچ جاتا۔‘‘ [138]

---

[137] صحیح مسلم=کتاب النذر:بابۃ لَا وَفَاء لنذر فی معصیۃ اللّٰہ ولا فیما لا یملک العبد ، الحدیث:1641

[138] اس حدیث کا سیاق وسباق کچھ یوں ہے:
سیدنا عمران بن حصین﷜بیان کرتے ہیں :قبیلۂ بنی ثقیف اور قبیلہ بنی عقیل میں جنگی معاہدے کے تحت بأمی دوستی تھی ۔بنو ثقیف نے رسول اللہﷺکے صحابہ میں سے دوافراد کو قید کرلیا اور رسول اللہ ﷺکے صحابہ نے بنی عقیل میں سے ایک شخص کو گرفتار کرلیا۔ساتھ رسول اللہﷺکی اونٹنی کو بھی پکڑلیا)جو کافروں کے قبضے میں چلی گئی ہوئی تھی(صحابہ کرام ﷢نے بنو عقیل کے جس فرد کوگرفتار کیا تھا۔رسول اللہ ﷺاس کے پاس تشریف لائے ۔وہ اس وقت بندھا ہوا تھا۔
بنو عقیل کاوہ قیدی آپ ﷺکو دیکھتے ہی بے اختیار بولا:یامحمد!یامحمد!۔آپ ﷺاس کے بالکل قریب چلے گئے اور پوچھا توکیا کہنا چاہتا ہے؟اس قیدی نے کہا :مجھے بتائیے !آپ کے صحابہ نے مجھے کس جرم میں پکڑا ہے اور حاجیوں کے سردار)مراد رسول اللہ ﷺکی غضباء اونٹنی (کو کس جرم میں پکڑا ہے؟آپ ﷺنے فرمایا:بہت بڑا جرم ہے جس کی بناپر تجھے قید کیا ہے۔میں نے تجھے تمہارے حلیف اور دوست بنوثقیف کے جرم میں پکڑا ہے۔)کیونکہ انہوں نے ہمارے دوآدمی اپنے قبضے میں لیے ہوئے ہیں (رسول اللہ ﷺاس سے ذرا دور ہٹنے لگے تو پھر بلند آواز میں کہنے لگا :یامحمد!یامحمد!رسول اللہﷺاپنی طبیعت اور مزاج کے اعتبار سے بہت ہی نرم دل اورمہربان تھے۔آپ اس کی طرف پھر واپس آئے اور پوچھا:کیا بات ہے ؟وہ قیدی کہنے لگا :میں مسلمان ہوں۔آپ eنے فرمایا :اگر یہ بات تو اس وقت کہتا جب تو اپنے آپ کا مالک تھا)اور ابھی توگرفتار نہیں ہوا تھا(تویہ بات کہنے سے توبالکل نجات پاجاتا۔
رسول اللہﷺاس کی بات کا جواب دے کر پھر دور جانے لگے تو اس نے پھر بلند آوازسے پکارنا شروع کردیا :یامحمد! یامحمد!آپ ﷺپھر قریب آئے اور پوچھا:ہاں !توکیا کہنا چاہتا ہے ؟وہ کہنے لگا :میں بھوکا ہوں مجھے کھانا کھلائیے!

اس موضوع پر دوسری دلیل و جو سیدنا عباس بن عبدالمطلب کی گرفتاری س متعلق اور جو چندصفحات ک بعدآگ آرى

ایک لشکر جو کعب الل پر چڑھائی کر گا:

اب م اس موضوع پر امام ابن تیمی کا ایک طویل اقتباس عربی عبارت ک بغیر فقط ترجم ک ساتھ پیش کرت یں اس میں بیان کرد احادیث کی اصل عبارت کو نقل کرک ترجم د دیا جائ گا)ان شاء الل (

جس شخص کو زبردستی مسلمانوں ک خلاف لڑن ک لی مجبور کیا گیا و اور اس لاکر کفار کی صفوں میں کھڑا کردیا گیا و توایس شخص ک بار میں امام ابن تیمی فرمات یں :

’’جس کو کافروں ن اپن ساتھ زبردستی نکالا و اگر و مسلمانوں ک خلاف جنگ میں قتل بھی وجائ تو قیامت ک دن اپنی نیت ک مطابق اٹھایا جائ گا جبک مار ذم ی بات ک م اس سار لشکر س جنگ کریں جو مار خلاف برسرپیکار اس میں اراد وقصد س آئ وئ اور زبردستی لائ وئ ک درمیان کوئی فرق نیں کیاجائ گا اس بار امام بخاری ن سید عائش س ایک حدیث کو ان الفاظ س نقل فرمایا سید عائش rفرماتی یں ک رسول الل ن ارشاد فرمایا:

)) یَغْزُوْ جَیْشٌ الْکَعْبَۃَ فَاِذَا کَانُوا بِبَیْدَآءَ مِنَ الْاَرْضِ یُخْسَفُ بِأَوَّلِھِمْ وَ آخِرِھِمْ ((: قَالَتْ: قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللِّٰ! کَیْفَ یُخْسَفُ بِاَوَّلِھِمْ وَ آخِرِھِمْ ثُمَّ یُبْعَثُوْنَ عَلٰی نِیَّاتِھِمْ (([139]

’’قیامت ک قریب ایک لشکر کعب پر چڑھائی کر گا جب و زمین ک ایک کھل میدان میں پنچ گا تو انیں اول س آخر تک سب کو زمین میں دھنسا دیاجائ گا ‘‘سید عائش

میں پیاسا وں مجھ پانی پلائی !آپ ن فرمایا:بالکل ضروری آپ کا)انسانی(حق اور)بشری(ضرورت ی کچھ آپ کو ضرورفرام کیا جائ گا بعد ازاں اس قیدی کو دومسلم قیدیوں ک بدل آزاد کردیا گیا جن کو بنوثقیف ن گرفتار کیا وا تھا

[139] صحیح البخاری=کتاب البیوع:باب ما ذکر فی الاسواق، الحدیث:2118، وکتاب الحج:باب ھدم الکعب ، صحیح النساء=کتاب مناسک الحج/المواقیت : باب حرم الحرم ، الحدیث:2695عن أبی ھریر رضی الل عن ، الجامع الترمذی=ابواب الفتن باب ماجاء فی الخسف، الحدیث :2184

ہفرماتی ہیں :میں نے دریافت کیا:یا رسول اللہ!اس لشکرکو شروع سے آخر تک کیونکر دھنسا یا دیاجائے گاجبکہ وہیں ان کے بازار بھی ہوں گے اور ان میں وہ لوگ بھی ہوں گے جو اس لشکر والوں میں)خوشی خوشی شامل نہیں ہوں گے؟رسول اللہﷺنے فرمایا:’’ہاں!شروع سے آخر تک ان سب کو دھنسا دیا جائے گا پھر ان کی نیتوں کے مطابق ان کو قیامت کے روز اٹھایاجائے گا۔‘‘

یہ حدیث اور بھی بہت ساری اسناد کے ساتھ رسول اللہ ﷺسے مروی ہے۔[140]

امام مسلم ؒنے بھی اس واقعے کو الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ اپنی صحیح میں متعدد سندوں سے بیان کیا ہے۔صحیح مسلم میں سیدہ ام سلمہؓفرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺنے ارشاد فرمایا:

)) يَعُوْذُ عَائِذٌ بِالبَيْتِ فَيُبْعَثُ اِلَيْهِ بَعْثٌ ، فَاِذَا كَانُوْا بِبَيْدَآءَ مِنَ الْاَرْضِ خُسِفَ بِهِمْ ((قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللہِ! كَيْفَ بِمَنْ كَانَ كَارِهًا ؟ قَالَ: يُخْسِفُ بِهٖ مَعَهُمْ وَلٰكِنَّهٗ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى نِيَّتِهٖ ([141]

’’ایک پناہ پکڑنے والا خانہ کعبہ کی پناہ لے گا)مراد امام مہدی ہیں (پھر اس کی طرف ایک لشکر)مسیح دجال کا(بھیجا جائے گا ،جب وہ زمین کے ایک کھلے میدان میں پہنچیں گے تو زمین میں دھنس جائیں گے ،سیدہ ام سلمہ ؓفرماتی ہیں ،میں نے عرض کیا :یا رسول اللہ !جو شخص

---

[140] اسی حدیث کو امام ابن ماجہ ؒنے سیدہ ام سلمہ ؓسے بھی روایت کیا ہے ،وہاں الفاظ یوں مروی ہیں :
)) ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم الجیش یخسف بھم ، فقالت أم سلمہ: یارسول اللہ! لعل فیھم المکرہ ، قال : انھم یبعثون علی نیاتھم((نبی اکرم ﷺنے اس لشکر کا تذکرہ فرمایا:جو زمین میں دھنس جائے گا ،سیدہ ام سلمہؓنے پوچھا :یارسول اللہ!ہوسکتا ہے کہ ان میں کوئی ایسا شخص بھی ہوجو زبردستی لایا گیا ہو)کیا وہ بھی زمین میں دوسرے لشکر کے ساتھ ہی دھنس جائے گا ؟رسول اللہ ﷺنے فرمایا:وہ بھی ان کے ساتھ دھنس جائے گا مگر(قیامت کے روز اپنی اپنی نیت کے مطابق اٹھائے جائیں گے۔‘‘)صحیح ابن ماجہ=کتاب الفتن :باب بجیش البیداء، الحدیث:3686،۔ الجامع الترمذی=ابواب الفتن:باب حدیث الخسف بجیش البیداء،الحدیث: (2171اسی حدیث کو امام ابن ماجہ ؒنے سیدہ صفیہ ؓسے بھی درج ذیل الفاظ سے روایت کیا ہے :
))لاینتھی الناس عن غزو ھذا البیت حتی یغزو جیشہ حتی اذا کانوا بالبیداء،)أو بیدائ من الارض(خسف باولھم و آخرھم ولم ینج اوسطھم(قلت:فان کان فیھم من یکرہ ؟ قال))یبعثھم اللہ علی ما فی انفسھم((
کافر لوگ اس گھر)یعنی کعبہ اللہ (کی طرف لشکر کشی کرنے اورجنگ کرنے سے باز نہیں آئیں گے ، مکے والوں کے خلاف ضرور نبرد آزماہوں گے ،یہاں تک کہ ایک لشکر جنگ کے لیے مکے کی طرف بڑھے گا ،جب وہ مقام بیداء میں)یا زمین کے وسیع میدان میں(پہنچیں گے تو اول تا آخر سارا لشکر زمین میں دھنس جائے گا اس کے درمیان والے بھی نہیں بچیں گے ،سیدہ صفیہ ؓفرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا :یارسول اللہ !اگرکوئی شخص زبردستی اس میں شامل کیا گیا ہوہو؟ خوشی خوشی نہ آیا ہو؟کیا وہ بھی ساتھ ہی زمین میں دھنس جائے گا؟آپ ﷺنے فرمایا:ہاں البتہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ان کو ان کے ارادوں اور نیتوں کے مطابق زندہ کرے گا جوان کے دلوں میں تھے۔‘‘
صحیح ابن ماجہ=کتاب الفتن :باب جیش البیداء، الحدیث:3275، الجامع الترمذی=أبواب الفتن:باب ماجاء فی الخسف ، الحدیث:2184

[141] صحیح مسلم=کتاب الفتن وأشراط السّاعِ : باب الخسف بالجیش الّذی یوم البیت، الحدیث؛2882

زبردستی اس لشکر میں شامل کیا گیا ہوگا اس کے بارے میں کیامعاملہ ہوگا؟رسول اللہ ﷺنے فرمایا:''وہ بھی ان کے ساتھ ہی زمین میں دھنس جائے گا لیکن قیامت کے دن اپنی نیت پر اٹھے گا ۔''[142]

کعبۃ اللہ کی حرمت کو پامال کرنے والے یکدم ہلاک ہوں گے:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ﷫نے سیدہ عائشہ﷞سے مروی صحیح مسلم کی درج ذیل حدیث بھی ذکر فرمائی ہے ۔سیدہ عائشہ فرماتی ہیں :

))عَبِثَ رَسُوْلُ اللِ صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی مَنَامِہٖ فَقُلْنَا: یَا رَسُوْلَ اللِ! صَنَعْتَ شَیْئًا فِیْ مَنَامِکَ لَمْ تَکُنْ تَفْعَلُہٗ فَقَالَ))الْعَجَبُ اِنَّ نَاسًا مِنْ أُمَّتِیْ یُؤُمُّوْنَ الْبَیْتَ بِرَجُلٍ مِنْ قُرَیْشٍ قَدْ لَجَأَ بِالْبَیْتِ حَتّٰی اِذَا کَانُوْا بِالْبَیْدَاءِ خُسِفَ بِھِمْ((فَقُلْنَا: یَا رَسُوْلَ اللِ ! اِنَّ الطَّرِیْقَ قَدْ یَجْمَعُ النَّاسَ ۔ قَالَ:)) نَعَمْ! فِیْھِمْ الْمُسْتَبْصِرُ ، وَالْمَجْبُوْرُ، اَبْنُ السَّبِیْلِ یَھْلِکُوْنَ مَھْلَکًا وَاحِدًا وَ یَصْدُرُوْنَ مَصَادِرَ شَتّٰی ۔ یَبْعَثُھُمْ اللہُ عَلٰی نِیَّاتِھِمْ(([143]

''ایک دفعہ رسول اللہ ﷺنے سوتے سوتے اپنے ہاتھ اور پاؤں کو حرکت دی ،ہم نے عرض کیا :یارسول اللہ!آج آپ نے حالتِ نیند میں وہ کام کیا ہے جو پہلے نہیں کیا کرتے تھے ۔آپ ﷺنے فرمایا:تعجب ہے کہ میری امت کے کچھ لوگ ایک شخص کے لیے خانہ کعبہ پر چڑھائی کریں گے ۔جس شخص کے لیے وہ کعبہ کی طرف چڑھائی کریں گے وہ قریشی ہوگا ،وہ بیت اللہ کی پناہ حاصل کرے گا ۔بیت اللہ کی طرف چڑھائی کرنے والے لوگ جب مقامِ ''بیداء''پہنچیں گے تو زمین میں دھنس جائیں گے ۔''سیدہ عائشہ فرماتی ہیں ،ہم نے عرض کیا:یا رسول اللہ !راستے میں تو ہر قسم کے چلتے ہیں ۔)کیا وہ سب دھنس جائیں گے ؟(رسول اللہ ﷺنے فرمایا:ہاں!ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو قصداًآئے ہوئے ہوں

[142] (۱) اس معنی کی حدیث امام مسلم ﷫نے سیدہ حفصہ ﷞سے ان الفاظ کے ساتھ بھی روایت کی ہے ۔ سیدہ حفصہ بنت عمر بن خطاب﷞فرماتی ہیں :میں نے رسول اللہ ﷺکویہ فرماتے ہوئے خود سنا : لیؤمن هذا البیت جیش یغزونہ حتی اذا کانوا ببیداء من الارض یخسف بأوسطهم ینادی اولهم آخرهم ، ثم یخسف بهم ، فلا یبقٰی الا الشرید الذی یخبر عنهم((فقال رجل : اشهد علیک انک لم تکذب علی حفصة وأشهد علی حفصة انها لم تکذب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

[143] صحیح مسلم=کتاب الفتن:باب الخسف بالجیش الَّذی یوم البیت ، الحدیث:2884

گے ،ان میں سے کچھ ایسے بھی لوگ ہوں گے جو زبردستی آئے ہوئے ہوں گے اور ان میں سے کچھ راہ چلتے مسافر بھی ہوں گے ،لیکن یہ سب کے سب یکبارگی اور یکدم ہلاک ہوجائیں گے ،پھر قیامت کے روز مختلف نیتوں پر اللہ تعالیٰ انہیں زندہ کرے اور اٹھائے گا‘‘ [144]

جنگ میں زبردستی لایا ہوا شخص اور سیدنا عباس ؓ کی گرفتاری:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ ؒ مزیدفرماتے ہیں :اللہ رب العالمین اس سارے لشکر کو قیامت کے قریب تباہ وبرباد کردے گا جو بیت اللہ کی حرمت کو پامال کرنے اور اس کی بے حرمتی کے ناپاک ارادے کے ساتھ اس کی طرف بڑھے گا ،اس لشکر میں اگر کوئی دل کی خوشی سے شامل ہوگا وہ بھی ہلاک ہوجائے گا ،باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ اس لشکر میں سے زبردستی لائے ہوئے کی دوسرے شخص سے چھانٹی کرسکتا ہے،کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کے جملہ ظاہری اور باطنی حالات سے آگاہ وآشنا ہے،اس کے باوجود اللہ ان سب کو تباہ کرڈالے گا اور ان کو زمین میں دھنسا دے گا ،پھر روز قیامت ان کو ان کی نیتوں کے مطابق زندہ کرے گا۔

اللہ رب العزت جب زبردستی لائے گئے افراد کو دیگر افراد سے الگ نہیں کرے گا جب کہ وہ کربھی سکتا ہے ،تومومنوں پر یہ پابندی اور شرط کیسے عائد کی جاسکتی ہے کہ وہ زبردستی لائے ہوئے افراد

[144] سابقہ ذکرکردہ تمام احادیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جو لشکر خانہ کعبہ کو گرانے کے لیے آئے گا ،اس لشکر میں موجودہ تمام لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزاکے حق دار ٹھہریں گے ،چاہے وہ دل کی خوشی اور قصد وارادہ سے لشکر میں شامل تھے یا زبردستی اس لشکر میں شامل کیے گئے تھے ،سب ہی ’’زمین میں دھنس جانے ‘‘کے عذاب سے دوچار ہوں گے۔علاوہ ازیں یہ بھی معلوم ہواکہ ظالموں ،فاسقوں اور فاجروں سے دور رہنے ہی میں بچاؤ ہے ،برے لوگوں کی صحبت اور معیت ہلاکت اورتباہی کا باعث بن جاتی اور بن سکتی ہے ۔(مترجم)

صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالع ترا طالع کند

کی دوسروں سے چھانٹی کرکے جنگ وقتال کریں ،حالانکہ مسلمانوں کے بس میں یہ معاملہ نہیں کیونکہ مومن تمام لوگوں کے اندرونی اوربیرونی علانیہ اور درپردہ حالات سے بے خبر ہیں ،بلکہ اگر کوئی شخص جنگ کے بعد قیدی بن جائے کی حیثیت میں یہ دعوٰی بھی کرے گا کہ میں آنے پر آمادہ نہیں تھا مجھے تو زبردستی لایا گیا ہے ،اس شخص کا زبردستی لائے جانے کامحض دعوٰی کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا ،جس طرح سیدنا عباس بن عبدالمطلب ؓکے بارے میں احایث میں مروی ہے ،جنگ بدر کے بعد صحابہ کرام ؓنے جب انہیں گرفتار کرکے قیدی بنالیا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺسے کہا :یا رسول اللہ !مجھے زبردستی ساتھ لایا گیا تھا،تو جواباًرسول اللہ ﷺنے ارشاد فرمایا:

)) أَمَّا ظَاهِرُکَ فَکَانَ عَلَیْنَا وَ أَمَّا سَرِیْرَتُکَ فَاِلَی اللِّ (([145]

’’آپ کی ظاہری حالت تو ہمارے خلاف ہی نظر آتی ہے ، جہاں تک آپ کا پوشیدہ یعنی دل کا معاملہ ہے وہ اللہ کے سپرد ہے ۔‘‘)اس واقعہ کی مزید تفصیل صفحہ: پر دیکھیں(

برسرپیکار کفار کی صفوں میں اگر نیک لوگ ہوں تو:

اگر بالفرض مجاہدین اور مسلمانوں کے مخالفین کی صفوں میں کچھ ایسے لوگ ہوں جو بہت ہی بھلے مانس اور نیک لوگ ہوں اور کافر ان لوگوں کو اپنے آگے رکھ کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوجائیں اور سورت حال یہ نظر آرہی ہو کہ ان نیک وصالح مسلمانوں کو قتل کیے بغیر چارہ ہی کوئی نہیں اس کے بغیر کافروں سے جنگ ہی ناممکن ہے توپھر ان بھلے مانس مسلمانوں کو اضطرار اً قتل کردیا جائے گا ۔

ائمہ اسلام اور علماء دین اس بات پر متفق اور متحد ہیں کہ اگر کافر مسلمانوں کے ذریعہ اپنا بچاؤ اور دفاع کررہے ہوں اور کافروں نے مسلمانوں کو اپنی ڈھال بنارکھا ہوتو مسلمانوں کو اس بات کاخطرہ درپیش ہو کہ جنگ کی صورت میں ہمارے اپنے مسلمان بھائیوں کی

[145] اس حدیث کوامام حاکم نے اپنی المُسْتَدْرَکُ عَلَی الصَّحِیْحَیْن میں نقل فرمایاہے اور اس کے بارے میں فرمایا ہے کہ ’’صحیح الاسناد ولم یخرجاہ‘‘ اس حدیث کی سند صحیح ہے جبکہ امام بخاری اورامام مسلم ؒنے اس حدیث کو اپنی صحیح میں نقل نہیں کیا ،اس حدیث کو امام احمد بن حنبلؒنے بھی سیدنا علی ؓسے روایت کیا ہے ،البتہ اس روایت کو بیان کرنے میں الفاظ کا معمولی فرق ہے۔حافظ ابن حجر ؒنے بھی اس کو فتح الباری: 322/7 میں نقل کیا ہے۔اس حدیث کے مفہوم سے کچھ ملتی جلتی بات امام بخاری ؒنے بھی صحیح البخاری کی کتاب المغازی ،حدیث نمبر:4018 کے تحت بیان فرمائی ہے۔

جان کو خطرہ لاحق ہے۔مزید یہ کہ کافروں کے ہاتھوں یرغمال بنے ہوئے اور ان کی ڈھال اور بچاؤ کاذریعہ بنے ہوئے مسلمان مجاہدین اسلام سے جنگ بھی نہیں کررہے ،توایسی نازک صورت حال میں ہم مجاہدین اسلام کے لیے جائز ہے کہ وہ ان مسلمانوں پر فائر کھولیں اور ان پر اسلحہ استعمال کریں جبکہ ہمارے دل میں نیت کافروں کو قتل اورختم کرنے کی ہو۔

بعض علماء کایہ موقف بھی ہے کہ اگر بالفرض کافروں کی طرف سے مسلمانوں کی اپنی جان کو خطرہ نہ بھی لاحق ہوتب بھی ان یرغمال بنے ہوئے مسلمانوں پر فائر کھولا جاسکتا ہے۔

فتنہ کے دور میں اپنی تلوار کند کرنے کاحکم :

اس مسئلہ کو واضح کرتے ہوئے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ ؒمزید فرماتے ہیں :
’’جب یہ بات کلیئر(Clear)ہے کہ جہاد کو جاری رکھنا واجب اور فرض ہے اس کی خاطر چاہے کتنے ہی مسلمان قتل ہوجائیں لہٰذا جو مسلمان کافروںکی صفوں میں ہوں انہیں ’’جہاد فی سبیل اللہ‘‘کی ضرورت اور حاجت کی بناء پر اضطراراً قتل کرنا جہاد کو موقوف کرنے اور ختم کرنے کے جرم سے بڑا جرم نہیں ہے۔بلکہ رسول اللہ ﷺنے فتنہ وفساد والی جنگ میں زبردستی لائے ہوئے شخص کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنی تلوار توڑ ڈالے ،کسی مسلمان کے خلاف جنگ کرنا اس کے لیے جائز نہیں ہے،چاہے وہ خود قتل ہی ہوجائے۔امام مسلم ؒنے سیدنا ابوبکرہ ؓسے درج ذیل روایت نقل فرمائی ہے ،سیدنا ابوبکرہ ؓفرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺنے ارشاد فرمایا:
))اِنَّهَا سَتَكُوْنُ فِتْنٌ ، أَلَآ ثُمَّ تَكُوْنُ فِتْنٌ ، أَلَآ ثُمَّ تَكُوْنُ فِتْنٌ ، اَلْقَاعِدُ فِيْهَا خَيْرٌ مِنَ المَاشِيْ وَالْمَاشِيْ فِيْهَا خَيْرٌ مِّنَ السَّاعِيْ ، أَلَآ فَاِذَا نَزَلَتْ أَوْ وَقَعَتْ فَمَنْ كَانَ لَهٗ اِبِلٌ فَلْيَلْحَقْ بِاِبِلِهٖ وَمَنْ كَانَ لَهٗ غَنَمٌ فَلْيَلْحَقْ بِغَنَمِهٖ ، وَمَنْ كَانَتْ لَهٗ، أَرْضٌ فَلْيَلْحَقْ بِأَرْضِهٖ((قَالَ: فَقَالَ رَجُلٌ : يَارَسُوْلَ اللهِ! أَرَاَيْتَ مَنْ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ اِبِلٌ وَلَا غَنَمٌ وَلَا أَرْضٌ؟ قَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ)) يَعْمِدُ اِلٰى سَيْفِهٖ فَيَدُقُّ عَلٰى حَدِّهٖ بِحَجَرٍ ثُمَّ لِيَنْجُ اِنْ اسْتَطَاعَ النَّجَاءَ ۔

أَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغتُ ، أَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ ، اللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغْتُ((فَقَالَ رَجُلٌ : يَا رَسُوْلَ اللِّٰ! أَرَأَيْتَ اَنْ أُكْرِهْتُ حَتّٰى يُنْطَلَقَ بِيْ اِلٰى اِحْدَى الصَّفَّيْنِ أَوْ اِحْدٰى الفِئَتَيْنِ فَيَضْرِبُنِيْ رَجُلٌ بِسَيْفِهٖ أَوْ يَجِيْئُ بِسَهْمٍ فَيَقْتُلُنِيْ؟ ، قَالَ))يَبُوْءُ بِاِثْمِهٖ وَ اِثْمِکَ فَيَكُوْنَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ(([146]

’’بے شک)میرے بعد(کئی فتنے ہوں گے ،خبردار !ان فتنوں کے بعد پھر فتنے پیدا ہوں گے ،ان کے بعد پھر فتنے ہوں گے ان فتنوں میں بیٹھنے والا شخص چلنے والے شخص سے بہتر ہوگا۔خبردار !جب وہ فتنے وفساد اترے یا واقع ہو توجس شخص کے پاس اونٹ ہوں وہ اونٹوں کی دیکھ بھال کے لیے مگن ہوجائے ،جس کے پاس بکریاں ہوں وہ اپنی بکریوں کے پاس چلا جائے اورجس کے پاس)کھیتی باڑی کے لیے (زمین ہو وہ اپنے کھیتوں اور کھلیانوں میں چلا جائے)یعنی مسلمانوں کی باہمی جنگوں اور فتنے وفساد سے جتنا ہوسکے دور رہے(

ایک شخص نے عرض کیا :یا رسول اللہ !جس آدمی کے پاس نہ اونٹ ہوں نہ بکریاں ہوں اورنہ ہی زمین ہو)وہ آدمی ان ناگفتہ بہ حالات میں کیا کرے ؟(رسول اللہ ﷺنے فرمایا:وہ شخص اپنی تلوار پکڑے اورپتھر کے ساتھ اس تلوار کی دھار کند کرڈالے ۔)یعنی لڑنے کی کوئی چیز تلوار ،تیر ،پسٹل یا کلاشنکوف وغیرہ کوئی اسلحہ پاس نہ رکھے تاکہ وہ اسلحہ اس کو جنگ پر آمادہ نہ کرسکے(پھر اپنا بچاؤ اختیار کرنے میں جتنی جلدی کرسکتا ہے اتنی ہی جلدی اپنا بچاؤ کرے ۔ یااللہ !کیا میں نے تیرا حکم پہنچادیاہے؟ یااللہ !کیا میں نے تیرا پیغام تیرے بندوں تک پہنچادیا ہے ؟یا اللہ !کیامیں نے تیرا پیغام پہنچادیا ہے؟

ایک شخص نے عرض کیا :یا رسول اللہ !مجھے بتائیے ! اگر کچھ لوگ مجھ پر زبردستی کریں یہاں تک کہ مجھے دوصفوں میں سے کسی ایک صف کے درمیان)یا دوگروہوں میں سے کسی ایک گروہ کے درمیان لے جاکر کھڑا کردیں(وہاں ایک شخص اپنی تلوار کے ساتھ مجھ پر حملہ

---

[146] صحیح مسلم=کتاب الفتن:باب نزول الفتن کمواقع القطر ،الحدیث:2887،۔ صحیح البخاری=کتاب المناقب:باب تکون فتنۃ القاعد فیھا خیر من القائم، الحدیث:7082,7081، عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ۔

آور ہوتا ہے اورمجھ پر وار کرتا ہے یا میری طرف کوئی تیر آتا ہے اور مجھے قتل کرڈالتا ہے ۔)ایسی صورت میں میرا کیا معاملہ ہوگااورمجھے قتل کرنے والے کا کیا معاملہ ہوگا؟ (رسول اللہ ﷺنے فرمایا:وہ اپنے گناہ بھی اپنے ذمے لے گا اور تیرا گناہ بھی اپنے ذمے لے گا۔دونوں گناہ کو سمیٹتا ہوا وہ جہنم رسید ہوجائے گا۔‘‘

مظلوم ہوتے ہوئے شہید ہوجانا:

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ فتنے وفساد کے حالات میں جنگ کرنے سے رسول اللہ ﷺنے منع فرمایا ہے ۔بلکہ جس شخص کو زبردستی اور مجبور کرکے ساتھ لے جایا گیا ہو۔اسے بھی رسول اللہ ﷺنے حکم دیا ہے کہ وہ جنگ وقتال سے جتنا ہوسکے دور رہے اور اپنے اسلحہ کو بیکار کرڈالے ،جس اسلحہ کے ساتھ اس نے جنگ کرنی تھی یا جو اسلحہ اسے جنگ پر حوصلہ دلاسکتا تھا۔

اسلحہ کو کند اور بے کار کردینے کا حکم تو تمام افراد کے لیے ہے ۔چاہے زبردستی جنگ میں دھکیلا گیا ہویااس کے علاوہ ہو۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺنے یہ بھی واضح فرمایا ہے کہ ۔۔ میدان جنگ میں زبردستی لایا ہوا شخص اگر بالفرض مظلومیت کی حالت میں شہید بھی ہوجاتا ہے تو اس کے قاتل کے ذمے قاتل کا اپناگناہ بھی ہوگااور اس مقتول کا گناہ بھی ہوگا۔اس موقف کی تائید قرآن مجید کے بیان کردہ اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے جناب آدم ؑکے دوبیٹوں کے بارے میں بیان فرمایا ہے ۔[147]

امام ابن تیمیہ ؒمزید فرماتے ہیں :’’سابقہ بحث کا حاصل اور خلاصہ یہ ہے کہ فتنے وفساد کی حالت میں جس شخص کو زبردستی جنگ میں لایا گیا ہواس کے لیے ہرگز جائزنہیں کہ وہ مسلمانوں کے

[147] سورہ المائدہ میں اللہ تعالیٰ نے جناب آدم ؑکے دوبیٹوں کا ایک واقعہ بیان کیا ہے جس کا ترجمہ یوں ہے :
’’آدم ؑ(کے دونوں بیٹے)ہابیل اور قابیل(کا کھرا کھرا حال بھی انہیں سنادو۔ان دونوں نے اپنی اپنی قربانی پیش کی ۔ان میں سے ایک کی قربانی توقبول ہوگئی اور دوسرے کی قربانی قبول نہ ہوئی۔تو وہ)جس کی قربانی قبول نہیں ہوئی تھی (کہنے لگا میں تجھے مار ہی ڈالوں گا ۔اس)جس کی قربانی قبول ہوگئی تھی(نے کہا:اللہ تعالیٰ تقوٰی والوں کاہی عمل قبول کرتا ہے ۔گوتو میرے قتل کے لیے دست درازی کرے لیکن میںتیرے قتل کی طرف ہرگز اپنے ہاتھ نہ بڑھاؤں گا ۔میں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں جوسارے جہانوں کا پروردگار ہے ۔میں توچاہتا ہوں کہ تومیرا گناہ اور اپنا گناہ اپنے سرپر رکھ لے اور جہنم والوں میں شامل ہوجائے اور ظالموں کابدلہ ہی یہی ہے ۔ پس اسے اس کے نفس نے اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کردیا اور اس نے اسے قتل کرہی ڈالا۔جس سے نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگیا۔پھر اللہ تعالیٰ نے ایک کوّے کو بھیجا جو زمین کھود رہا تھا تاکہ اسے دکھائے کہ وہ کس طرح اپنے بھائی کی لاش کو دفنادیتا؟پھر تو)بڑا ہی(پشیمان اور شرمندہ ہوگیا‘‘)المائدہ=(27:5-31

خلاف جنگ کرے بلکہ اس پرلازم ہے کہ وہ اپنے اسلحہ کو ضائع کرڈالے اور اس پر لازم ہے کہ وہ صبر وبرداشت کا مظاہرہ کرے ، یہاں تک کہ اس کو مظلومیت کی حالت میں قتل کردیاجائے وہ مظلومیت کی حالت میں قتل ہونا برداشت کرلے مگر جنگ میں شرکت نہ کرے۔

مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنا ہرگز جائز نہیں ہے:

اس بات سے اندازہ لگالیں کہ جس شخص کو مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کے لیے زبردستی میدان کارزار میں لایا گیا ہو اور وہ شخص میدان جنگ میں ایسے لوگوں کے ساتھ اترا ہو جو اسلام کے شعائر اور ارکان سے نکلے ہوئے ہیں :مثلاً زکوٰۃ روکنے والے اور اسلام سے پھر جانے والے لوگ یاان جیسے دیگر لوگ ۔

اس بارے میں کوئی شک وشبہ والی بات نہیں کہ فتنے کے حالات میں اگرچہ کسی شخص کو زبردستی میدان جنگ میں مسلمانوں کے خلاف لڑنے کے لیے لایاگیاہوپھربھی ایسے شخص پر واجب اور ضروری ہے کہ وہ شخص جنگ میں حصہ نہ لے خواہ وہ مجاہدین کے ہاتھوں قتل ہوجائے بلکہ قتل ہونا برداشت کرلے ۔یہ بالکل ایسے ہے کہ مثلاً کسی مسلمان کو کافر زبردستی اپنے ساتھ لے جاتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کرے ،ایسی صورت میں اس کے لیے ہرگزجائز نہیں کہ وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنا شروع کردے۔

اس بات کو اس مثال سے بھی سمجھاجاسکتاہے کہ مثلاً ایک آدمی کسی دوسرے آدمی کو مجبور کرتا ہے کہ توفلاں بے قصور اور معصوم مسلمان کو قتل کرڈالے،اس بات پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ مجبور کیے جانے کے باوجود کسی مسلمان شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی بے گناہ مسلمان کو قتل کرڈالے ،اگرچہ مجبور کرنے والا کتنا ہی مجبورکرے ۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ مجبور کرنے والا شخص یہ دھمکی دیتا ہے کہ اگر تو اس بے گناہ اور معصوم مسلمان کو قتل نہیں کرے گا تومیں تجھے قتل کرڈالوں گا اس سوال کا جواب یہ ہے کہ پھر بھی اس کو چاہیے کہ خود قتل ہونا برداشت کرلے مگر اپنے معصوم اور بے گناہ

مسلمان بھائی کے قتل کے درپے نہ ہو۔کیونکہ اپنے آپ کو بچاتے ہوئے کسی بے گناہ مسلمان کی جان لے لینا کسی طور پر بھی قرین عقل وانصاف نہیں ہے۔لہٰذا ایسے مجبور کے لیے ہرگز جائز نہیں کہ خود قتل ہونے کے خوف سے کسی مسلمان کو قتل کرڈالے۔[148] (امام ابن تیمیہ ؒکے طویل اقتباس کا ترجمہ یہاں ختم ہوا)

کفار سے مسلمانوں کی طرف ایمان افروز پینترا:

جس شخص کو کفار ومشرکین مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے پر زبردستی مجبور کررہے ہوں اور اس کے پاس اتنی طاقت اور قوت نہ ہوکہ وہ ان کے سامنے اسٹینڈ (Stand)لے سکے ،ایسے شخص پر کم ازکم یہ ضروری ہے کہ وہ کافروں کے لشکروں اور افواج میں حاضر ہونے کے باوجود اہل اسلام سے جنگ نہ کرے ،بلکہ اپنے اسلحے اور ہتھیار کو بیکار اور ضائع کردے ،اس کے برعکس ایسے شخص کے لیے بڑی عظمت اور عزیمت اور شرف ومرتبہ والی بات ہوگی کہ وہ پینترا بدلتا ہوا مسلمانوں کی صف میں آکر شامل ہوکر کافروں کے خلاف برسرپیکار ہوجائے ۔اس طرح کاایک واقعہ کفر واسلام کے سب سے پہلے اور باقاعدہ معرکے ’’غزوہ بدر‘‘میں پیش آیاتھا ،سہیل بن عمرو کے بیٹے سیدنا عبداللہ بن سہیل اندر سے سچے مسلمان تھے ،جب وہ میدان جنگ میں پہنچے اور کفار کی صفوں میں تھے تو موقعہ پاتے ہی وہ مسلمانوں کے لشکر میں آشامل ہوئے اور کفا رمکہ سے جنگ شروع کردی۔[149]

قیامت کے روز فیصلے نیتوں کے مطابق ہوں گے:

---

[148] مجموع الفتاوی:535/28-540

[149] بعض مورخین نے ذکر کیاہے کہ سیدنا عبداللہ بن سہیل ؓکو ان کے باپ سہیل بن عمرو)یہ وہی قریشی سردار ہے جو صلح حدیبیہ کے موقع پر کفار کی طرف سے رسول اللہﷺکے ساتھ مذاکرات کرنے آیا تھا ،بعد میں یہ مسلمان بھی ہوگیا تھا(نے اس وقت اپنے قابو کرلیا تھا۔جب سیدنا عبداللہ بن سہیل ؓ ہجرت حبشہ سے واپس لوٹے تھے ،اس کے بعد ان کو قید میں ڈال دیا ،جب کفار مکہ بدر کے روز رسول اللہﷺسے جنگ کرنے نکلے تو انہوں نے سیدنا عبداللہ بن سہیل ؓکوزبردستی ساتھ لے لیا۔میدان بدر میں جب دونوں فوجیں ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوئیں تو سیدنا عبداللہ بن سہیل ،مسلمانوں کی طرف چلے آئے اور کفار مکہ کے خلاف نبرد آزما ہوگئے ،اس بناء پر مؤرخین اسلام نے ان کو بدری صحابہ میں شامل کیا ہے ،بعدازاں یہ صلح حدیبیہ کے موقع پر بھی حاضر ہوئے تھے۔ یہی وہ شخص ہیں جنہوں نے اپنے باپ کے لیے فتح مکہ کے روز رسول اللہ ﷺسے جان کی پناہ طلب کی تھی ،اسی وجہ سے سیدنا سہیل بن عمرو۔مسلمان ہونے کے بعد کہا کرتے تھے :’’اللہ تعالیٰ نے اسلام میں میرے بیٹے کے لیے بہت زیادہ بھلائی عطافرمائی ہے ۔‘‘ سیدنا عبداللہ بن سہیل ؓبہت زیادہ غزوات میں شامل ہوئے اور بڑے بڑے واقعات میں شریک تھے ،عہد صدیقی میں مسیلمہ کذاب کے خلاف ہونے والی مشہور ومعروف جنگ ’’یمامہ‘‘میں اعزازِ شہادت سے سرفراز ہوئے ،بوقت شہادت ان کی عمر مبارک اڑتیس(38)سال تھی ،سیدنا عبداللہ بن سہیل ؓکے جنگ بدرر میں شامل ہونے اور مسلمانوں کی طرف پلٹ آنے کا واقعہ سِیَرْ أَعْلَامِ النُّبَّلَاءِ لِلذِّہْبِی:193/1، أَلاِصَابَۃُ فِی تَمییزِ الصحابُ لابن حجر:124/4،۔ الاستیعاب لابن عبدالبر:925/3میں بھی ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمی کفار ک بار میں گفتگو کرت وئ فرماتیں:

’’ وَقَدْ يُقَاتِلُوْنَ وَ فِيْهِمْ مُؤْمِنٌ يَكْتُمُ اِيْمَانَ يَشْهَدُ الْقِتَالَ مَعَهُمْ وَلَا يُمْكِنُ الْهِجْرَ ، وَ هُوَ مُكْرٌَ عَلَى الْقِتَالِ وَ يُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَ عَلٰى نِيَّتِ ، كَمَا فِى الْحَدِيْثِ الصَّحِيْحِ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللہُ عَلَيْ وَ سَلَّمَ)) يَغْزُوْ جَيْشٌ الْكَعْبَ فَاِذَا كَانُوْا بِبَيْدَاءَ مِنَ الْأَرْضِ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَ آخِرِهِمْ((قَالَتْ:يَارَسُوْلَ اللِ! كَيْفَ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَ آخِرِهِمْ وَ فِيْهِمْ أَسْوَاقُهُمْ وَمَنْ لَّيْسَ مِنْهُمْ؟ قَالَ)) يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَ آخِرِهِمْ ثُمَّ يُبْعَثُوْنَ عَلٰى نِيَّاتِهِمْ((الحديث وَهٰذَا فِى ظَاهِرِ الأَمْرِ وَ اِنْ قُتِلَ وَ حُكِمَ عَلَيْ بِمَا يُحْكَمَ عَلَى الْكُفَّارِ فَاللہُ يَبْعَثُ عَلٰى نِيَّتِ ، كَمَا أَنَّ الْمُنَافِقِيْنَ مِنَّا يُحْكَمُ لَهُمْ فِى الظَّاهِرِ بِحُكْمِ الاِسْلَامِ ، وَ يُبْعَثُوْنَ عَلٰى نِيَّاتِهِمْ وَ الْجَزَاءُ يَوْمَ الْقِيَامَ عَلٰى مَا فِى الْقُلُوْبِ لَا عَلٰى مُجَرَّدِ الظَّوَاهِرِ ، وَ لِهٰذَا رُوِىَ عَنِ الْعَبَّاسِ قَالَ : يَا رَسُوْلَ اللہ كُنْتُ مُكْرَهًا ، قَالَ صلى الل علي وسلم :)) أَمَّا ظَاهِرُكَ فَكَانَ عَلَيْنَا وَأَمَّا سَرِيْرُتُكَ فَاِلَى اللِ ((

’’کافروں س جنگ کرت کرت کبھی ایسی صورت حال بھی پیش آسکتی ک ان کافروں کی فوج اور لشکر میں کوئی بند مومن بھی شامل وجو اپنا ایمان چھپائ وئ و اور کافروں ک ساتھ مل کر مسلمانوں ک خلاف ون والی جنگ میں حاضر وگیا وکافروں ک علاق س جرت کرک کسی مسلم علاق کی طرف جانا بھی اس ک بس س بار واب ایسی صورت حال میں اس کو زبردستی جنگ میںلایا گیا وایس افراد ک خدش س ی رسول الل ن فرمایا ک ان کو ان کی نیتوں ک مطابق قیامت ک روز اٹھایا جائ گا جس طرح ک امام بخاری اور امام مسلم ن اپنی اپنی صحیح میں اس بار میں رسول الل کا درج ذیل فرمان روایت کیا رسول الل فرمات یں :

’’قیامت ک روز ایک لشکر کعب پر چڑھائی کر گا جب و زمین ک ایک کھل میدان میں پنچ گا تو انیں اوّل س آخر تک زمین میں دھنسا دیا جائ گا ‘‘ سید عائش فرماتی یں :میں ن عرض کیا :یارسول الل !لشکر کو اوّل تا آخر کیونکر دھنسا دیا جائ گا ،جبک ویں ان ک بازار بھی وں

گے اور ان میں وہ لوگ بھی شامل ہوں گے جو ان لشکر والوں میں (خوشی خوشی شامل نہیں ہوں گے ؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہاں! شروع سے آخر تک ان سب کو دھنسا دیا جائے گا ۔پھر ان کی نیتوں کے مطابق ان کو قیامت کے روزاٹھایا جائے گا ۔''

اس سے معلوم ہوا کہ ظاہری معاملے میں ایسا ہی ہوگا کہ بیت اللہ پرچڑھائی کرنے والے لشکر میں زبردستی لایا گیا شخص بھی زمین میں دھنسا دیا جائے گا ۔اس پر وہی حکم لاگو ہوگا جو کفار کا حکم ہوگا۔لیکن اللہ تعالیٰ اس زبردستی لائے ہوئے مجبور شخص کو اس کی نیت اور دل کے معاملے میں اچھی صورت حال کے مطابق ہی قیامت کے دن اٹھائے گا۔

بالکل ایسے کہ جیسے منافقین بظاہر ہم مسلمانوں میں شمار ہوتے ہیں ۔ظاہراًان پر اسلام کا ہی حکم لگتا ہے ۔لیکن قیامت کے روز اپنے دل کی بری صورت حال کے مطابق ہی اٹھائے جائیں گے ۔ لہٰذا یہ کلیہ اور قانون معلوم ہوا کہ (قیامت کے روز)جزاء وسزا کا اعتبار دل کے اندرون خانہ خفیہ معاملات کے مطابق ہوگا۔محض ظاہری حالات ،واقعات اور شخصیات کے مطابق جزاء وسزا کا معاملہ نہیں ہوگا۔

اس بناء پر سیدنا عباس بن عبدالمطلب ؓسے جو حدیث مروی ہے اس میں یہ بات وضاحت کے ساتھ موجود ہے کہ سیدنا عباس ؓفرماتے ہیں :''یا رسول اللہ ﷺ(میں تو زبردستی اورمجبوراً غزؤ بدر میں ساتھ لایا گیا ہوں ۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جہاں تک آپ کی ظاہری حالت کا معاملہ ہے تو وہ ہمارے خلاف ہے اور جہاں تک آپ کی خفیہ اور درپردہ حالت کا معاملہ ہے وہ اللہ کے سپرد ہے ۔''[150]

فتح الباری کی دوروایات :

زبردستی میدان جنگ میں لائے ہوئے شخص کے بارے میں امام ابن تیمیہ ؒنے جو کچھ فرمایا ہے وہ اس موضوع پر حرف آخر ہے ۔

150 مجموع الفتاوی لابن تیمیہ:224/19-225

رسول اللہ ﷺکے چچا سیدنا عباس بن عبدالمطلب ؓکو قیدی بنانے اور گرفتار کرنے کے متعلق جو روایت امام بخاری ؒنے كِتَابُ المَغَازِی، بَابُ شُهودِ المَلَائِكَۃِ بَدرًا، بَابْ مِنْہُ میں حدیث نمبر:۴۰۱۸ کے تحت بیان کی ہے، اس کی تشریح کرتے ہوئے حافظ ابن حجر عسقلانی ؒنے فتح الباری میں ابن اسحاق کے حوالے سے دوروایات ذکر کی ہیں:

پہلی روایت:

ابن اسحاق نے سیدنا عبداللہ بن عباس ؓکی حدیث یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم ﷺنے بدر کے روز اپنے صحابہ سے فرمایا:

)) قَدْ عَرَفْتُ أَنَّ رِجَالًا مِنْ بَنِیْ هَاشِمٍ قَدْ أُخْرِجُوْا كُرْهًا فَمَنْ لَقِیَ اَحَدًا مِنْهُمْ فَلَا یَقْتُلْهُ ((

’’مجھے پتہ چلاہے کہ بنو ہاشم کے کچھ افراد مجبوراً اور زبردستی میدان بدر میں لائے گئے ہیں ۔اگر ان میں سے کوئی فرد کسی کو مل جائے یا ان میں سے کسی شخص کے بارے میں کسی کو پتہ چل جائے تو وہ اس کو قتل نہ کرے۔‘‘

دوسری روایت:

حافظ ابن حجر ؒچند سطروں کے بعد امام ابن اسحاق سے دوسری روایت نقل کرتے ہیں ۔یہ روایت بھی سیدنا عبداللہ بن عباس ؓسے مروی ہے ،وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺنے ارشاد فرمایا:

))یَا عَبَّاسُ! اِفْدِ نَفْسَكَ وَابْنَ أَخْوَیْكَ عَقِیْلَ بْنَ أَبِیْ طَالِبٍ وَ نَوْفَلَ بْنَ الْحَارِثِ وَ حَلِیْفَكَ عُتْبَۃَ بْنِ عَمْرٍو فَإِنَّكَ ذُوْمَالٍ قَالَ اِنِّیْ كُنْتُ مُسْلِمًا وَ لٰكِنَّ الْقَوْمَ اسْتَكْرَهُوْنِیْ ، قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:))اَللّٰہُ أَعْلَمُ بِمَا تَقُوْلُ ، اِنْ كُنْتَ مَا تَقُوْلُ حَقًّا اِنَّ اللّٰہَ یُجْزِیْكَ وَلٰكِنْ ظَاهِرُ أَمْرِكَ أَنَّكَ كُنْتَ عَلَیْنَا ((‘‘[151]

’’اے عباس بن عبدالمطلب)میرے چچاجان!(آپ اپنا بھی فدیہ ادا کریں ،اپنے دونوں بھتیجوں ،عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن حارث کا فدیہ بھی ادا کریں ،نیز اپنے جنگی دوست عتبہ بن عمرو کا فدیہ بھی ادا کریں ۔اس لیے کہ آپ ایک کھاتے پیتے آدمی ہیں ۔سیدنا عباس بن عبدالمطلب ؓنے جواباً کہا :میں درحقیقت مسلمان ہوچکا تھا۔لیکن میری قوم)یعنی قریش مکہ (نے مجھے ساتھ آنے پر بہت زیادہ مجبور

[151] فتح الباری=کتاب المغازی:باب شهود الملائكۃ بدراً/باب منہ الحدیث:4018 کی شرح

کیا۔اس لیے میں اپنی قوم کے ساتھ آگیا تھا۔رسول اللہ ﷺ نے
فرمایا :’’جو بات آپ کہہ رہے ہیں اس کے بارے میں اصل
حقیقت سے اللہ تعالیٰ ہی آگاہ ہے ۔اگر تو وہ بالکل سچ
ہے جو آپ کہہ رہے ہیں تو فدیہ ادا کرنے پر اللہ تعالیٰ آپ
کو اس کی بہتر جزا دے گا ۔لیکن جہاں تک آپ کے ظاہری
معاملے کا تعلق ہے تو یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ آپ
ہمارے خلاف برسرپیکارتھے ۔‘‘)لہٰذا اگرچہ آپ کو قتل نہیں
کیاجائے گا مگر دیگر احکام آپ پر لاگو ہوں گے۔(

پیشہ ورانہ مجبوریوں کی بناء پر کافروں کا ساتھ دینا:

غور فرمالیجیے !گزشتہ اوراق میں بیان کردہ اقتباس میں سے
امام ابن تیمیہ ؒکا درج ذیل بیان کتنا واضح اور جامع ہے۔جس میں امام
ابن تیمیہ ؒاس مسئلہ کی یوں وضاحت کرتے ہیں :

’’اس بارے میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ
اگرچہ کسی شخص کو زبردستی مسلمانوں کے خلاف میدانِ
جنگ میں لایا گیا ہومگر ایسے شخص پر لازم ہے اور ضروری
ہے کہ وہ شخص جنگ میں حصہ نہ لے ۔خواہ وہ مسلمانوں
کے ہاتھوں قتل ہوجائے ، بلکہ قتل ہونا برداشت کرلے ۔یہ
بات بالکل ایسے ہے کہ مثلاًکسی مسلمان کو کافر زبردستی
اپنے ساتھ لے جاتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کرے
۔ایسی صورت میں اس کے لیے بالکل جائز نہیں کہ وہ
مسلمانوں کے خلاف جنگ لڑنی شروع کردے ۔اس بات کو
اس دوسری مثال سے بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ ایک آدمی
کسی دوسرے مسلمان آدمی کو مجبور کرتا ہے کہ تو فلاں
بے قصور اور معصوم مسلمان کو قتل کردے ۔اس مسئلہ پر
تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ اس مجبور کیے جانے والے
شخص کے لیے ہرگز جائز نہیں ہے کہ وہ اس بے گناہ اور
معصوم کو قتل کرڈالے ۔اگرچہ مجبور کرنے والا کتناہی
مجبور کرے۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ مجبور کرنے والاشخص یہ
دھمکی لگاتا ہے کہ اگر تواس بے گناہ اور معصوم مسلمان
کو قتل نہیں کرے گا تومیں تجھے قتل کرڈالوں گا ۔اس
سوال کا جواب یہ ہے کہ وہ مجبور کیا جانے والا شخص خود

قتل ہونا برداشت کرلے ،مگر بے گناہ مسلمان بھائی کے درپے نہ ہو،کیونکہ اپنی جان کو بچاتے ہوئے کسی بے گناہ مسلمان کو قتل کرڈالنا کسی طور پر بھی قرین عقل وانصاف نہیں ہے۔لہٰذا ایسے مجبور کے لیے ہر گز جائز نہیں ہے کہ خود قتل ہونے کے خوف سے کسی مسلمان کو قتل کرڈالے۔)مجموع الفتاوی:(540/28

اس واضح اورجامع بیان سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ موجودہ دور میں جو لوگ کفر کے سرداروں اور عالمی طاغوتوں کے ہمراہ و ہمرکاب ہوکر مسلمانوں کے خلاف جنگ کے کرنے کے لیے نکل رہے ہیں،وہ لوگ یہ دعوٰی کرتے ہیں کہ ہمارا اس میں کوئی اختیار نہیں ہے۔ہم اس موقع پر حکومت وقت کے آگے اسٹینڈ نہیں لے سکتے ،اس لیے کہ ہم اپنی پیشہ ورانہ ذمہ داریوں کے ہاتھوں مجبور ہیں ۔ہماری انہی ملازمتوں پر ہماری روزی کا انحصار ہے۔

لہٰذا ہم تو مجبوراً اور زبردستی ان کفر کے اماموں اور طاغوتوں کے لشکر میں شامل ہیں ،ان کے پاس سب سے بڑا بہانہ یہی ہے کہ اگر ہم اس موقع پر چوں چراں کرتے ہیں یا حکومت کے سامنے ڈٹ جاتے ہیں تو ہم اپنے دنیاوی معاملات کو کس طرح ہینڈل کریں گے ؟ اپنے دنیوی مفادات کو کیسے حاصل کریں؟جس طرح کے دیگر دنیا دار بھی اپنے یہی عذر پیش کرتے ہیں ۔

دنیا کی عارضی چمک کی خاطر مسلمانوں کو قتل کرنے والے کافر ہیں:

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ ؒکے بیان سے یہ بات بھی کھل کرسامنے آجاتی ہے کہ کافروں کا ساتھ دیتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے والے لوگ ملت اسلامیہ سے خارج اور کافر ہیں ،اس لیے کہ وہ ان لوگوں کے ساتھ ملے ہوئے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے دین ’’اسلام ‘‘کو ختم کرنے کے لیے جنگ کررہے ہیں ،کافرونکا ساتھ دینے والے اس گروہ سے کفرکاحکم جدانہیں ہوگا نہ وہ اس حکم سے بری قرار دیے جائیں ،اس لیے کہ یہ سب لوگ محض دنیا کے چند ٹکوں کی خاطر کافرونکا ساتھ دے رہے ہیں ،نیز اس لیے بھی کہ ان لوگوں کے کفر کا بڑا سبب ان کا دنیاسے ٹوٹ کر محبت کرنااور دنیا کو آخرت پر ترجیح

دینا بھی ہے۔ اسی وجہ سے ایسے لوگوں پر کفر کے فتوٰی سے یہ اسباب واعذار رکاوٹ اورمانع نہیں ہیں ۔اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ ذٰلِکَ بِاَنَّہُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا عَلَی الْاٰخِرَۃِ وَ اَنَّ اللّٰہَ لاَ یَہْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ ﴾ [النحل=107/16]

’’ایمان کے بعد کچھ لوگوں کے کفر کرنے کا بڑا سبب یہی ہے کہ (انہوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت سے زیادہ محبوب رکھا ۔یقینا اللہ تعالیٰ کافروں کو راہِ راست نہیں دکھاتا‘‘

اسلام کی تعلیمات توہمیں کہتی ہیں کہ اگرکسی شخص کو کسی مسلمان کے قتل کرنے پر مجبور کیاجائے جبکہ اس مسلمان کو قتل کرنا جائز نہ ہوتوایسی صورت میں کسی مسلمان کو قتل کرنا جائز نہیں ہے نہ ہی کسی مسلمان پر جسمانی تشدد کرنا مباح ہے۔ اگرچہ اس کے بدلہ حالت جبر میں اس کو خود قتل ہونا پڑے وہ اپنا قتل ہونا برداشت کرلے ۔یا اپنے جسم پر تشددبرداشت کرنا پڑے تو برداشت کرلے ۔یہاں سے غور فرمالیں کہ محض دنیا کی معمولی اور عارضی چمک کی خاطر کسی مسلمان کو قتل کرنا کس طرح جائز ہوسکتا ہے ۔بلکہ تقوٰی وپرہیزگاری اور عقل وخردکا تقاضا تویہ ہے کہ اپنے آپ کو دنیوی مفادات اور لذتوںسے محروم رکھ لینا کسی بے گناہ مسلمان کو قتل کرنے ،اس کو تکلیف پہنچانے یا اس بارے کسی طاغوت کا ساتھ دینے سے حددرجہ بہتر ہے۔ لہٰذا یہ بات بلاخوف تردید کی جاسکتی ہے کہ اس طرح کے حالات میں اگرکچھ لوگ اس طرح کا گھناؤنا اوربہیمانہ کردار ادا کریں تو کافروں کے ایسے اتحادیوں اور ساتھیوں کا بھی بالکل وہی معاملہ اور حکم ہوگا جو کفار اور مرتدین کا ہے۔

علامہ قرطبی ؒفرماتے ہیں :

اسلامی تعلیمات کی رو سے کسی مسلمان کو قتل کرنا ہرگز جائز نہیں ہے ۔اگرچہ کسی مسلمان شخص کو کسی مسلمان شخص کے قتل پر زبردستی مجبور کیا جائے ۔اس بارے مشہور ومعروف مفسر قرآن علامہ قرطبی ؒفرماتے ہیں :

’’علماء کا اس مؤقف پر متفقہ فیصلہ ہے کہ جس شخص کو مجبورکیاجائے کہ توفلاں بے گناہ مسلمان کو قتل کردے، ایسی صورت میں بھی مجبور کیے جانے والے شخص کے لیے ہرگز جائز نہیں ہے کہ وہ کسی مسلمان کو قتل کرڈالے یااس کی عزت کو پامال کرڈالے یا اس پر جسمانی تشددکرے یا اس طرح کا کوئی اور کردار ادا کرے ،بلکہ مجبور کیے جانے والے شخص پر لازم ہے کہ اگر اس پر عرصۂ حیات تنگ کیا جاتا ہے اور اس کو اذیتوں اورابتلاؤں سے دوچار کیا جاتا ہے تو وہ ان پریشانیوں اور اذیتوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتا ہوا اپنے اللہ سے اجروثواب کی امید رکھے ۔یہ قطعاً جائز نہیں کہ اپنی جان بچاتے ہوئے وہ کسی دوسرے مسلمان کی جان لے لے ۔ویسے ہرقسم کے حالات میں اللہ تعالیٰ سے دنیاوآخرت کی عافیت اور خیریت ہی مانگتے رہنا چاہیے۔‘‘[152]

ایک نصیحت:

اپنی اس گفتگو کے آخر میں ہم یہ نصیحت کرنا چاہتے ہیں کہ تمام مسلم حکمرانوں،مسلح افواج ،پولیس فورسز اور حساس ایجنسیوں کے اہلکاروں پر واجب ہے کہ وہ فوراً توبہ کی طرف بھاگیں اور اپنے اللہ سے گناہوں کی معافی مانگیں ،کافروں اورطاغوتوں سے دوستانہ مراسم ختم کریں اور ان کا تعاون کرنے سے اپنا ہاتھ کھینچ لیں ،مسلمانوں کی صفوں میں شامل ہوکر کافروں کے خلاف برسرپیکار ہوجائیں اور جہاد فی سبیل اللہ میں اپنا میں اپنا بھرپور کردار ادا کریں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کافروں اور مسلمانوں کے درمیان اپنا فیصلہ فرمادے ۔اور اللہ تعالیٰ ہی بہترین فیصلہ فرمانے والا ہے۔

*****

[152] تفسیر القرطبی:183/10

باب:10

اگر مجاہدین کافروں اور ظالموں کے اوپر جوابی کاروائی کرتے ہوئے کوئی حملہ کریں اور اس میں بڑے بڑے چھوٹی کے طاغوت اور ان کے فوجی مارے جائیں تو ہمارے مسلمان حکمران اور حکمرانوں کے ترجمان اخبارات میں بیان جاری کردیتے ہیں کہ ’’یہ جوابی کاروائی فی سبیل اللہ نہیں ہے نہ ہی اسلام ان جیسی کاروائیوں کی اجازت دیتا ہے یہ تو سراسر شدت پسندی ،انتہاء پسندی اور بنیاد پرستی ہے‘‘

دومفید بحثیں

کتاب کے آخر میں بطور ضمیمہ اورتتمہ ہم دواہم اور بحثیں پیش خدمت کررہے ہیں جن کا اس کتاب کے موضوع اور مضمون سے گہرا تعلق ہے وہ درج ذیل ہیں :

- .... تقیہ
- .... مدارات اور مداہنت میں فرق

۱۔تقیہ کیا ہے؟

لفظ ’’التَّقِیَّہ‘‘ کا عربی زبان میں ہی آسان اور مترادف معنی ’’الحَذر‘‘ہے ۔ ’’الحَذر‘‘ کامعنی ہے ’’بچنااور ڈرنا‘‘۔لٰذا ’’التَّقِیَّہ‘‘کامعنی ہے ’’بچنا اور بچاؤاختیار کرنا ‘‘۔ثلاثی مزید فیہ سے باب اِفْتَعَلَ کے وزن پر اس کا فعل ماضی ’’اِتَّقٰی‘‘ آتا ہے۔

اس باب کے دومشہور مصدر ہیں :۔.....تَقِیْۃً۔.....تُقًی

یہ دونوں مصدر ہی عربی قراء ت میں مستعمل اور موجود ہیں ۔ عربی زبان میں یہ جملہ بولاجاتا ہے کہ ’’اِتَّقَیْتُہٗ تَقِیَّۃً‘‘ اس کا معنی ہے کہ ’’حَذَرْتُہٗ حَذْرًا‘‘ یعنی میں اس سے بال بال بچا۔‘‘[153]

علامہ ابن حجر ؒکے ہاں تقیہ کا معنی :

صحیح البخاری کے مشہور شارح اور فتح الباری کے مصنف علامہ حافظ ابن حجر ؒلفظ ’’تقیہ‘‘کامطلب بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں :

’’ هِیَ الْحَذَرُ مِنْ اِظْهَارِ مَا فِی النَّفْسِ مِنْ مُعْتَقَدٍ وَ غَيْرِهٖ لِلْغَيْرِ ‘‘[154]

’’کسی شخص کا دل میں جو عقیدہ ونظریہ وغیرہ ہو اس کا اظہار کسی دوسرے کے سامنے کرنے سے ڈر محسوس کرنا اس کو تقیہ کہتے ہیں ۔‘‘

امام ابن قیم ؒتقیہ کی وضاحت یوں کرتے ہیں :

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ ؒکے شاگرد رشید علامہ ابن قیم ؒلفظ تقیہ کا مطلب بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں :

’’ وَمَعْلُوْمٌ أَنَّ التُقَاۃَ لَيْسَتْ بِمُوَالَاۃٍ ، وَ لٰكِنْ لَمَّا نَهَاهُمُ اللہُ عَنْ مَوَلَاۃِ الْكُفَّارِ اقْتَضٰی ذَالِکَ مُعَادَاتَهُمْ وَ الْبَرَاءَۃَ مِنْهُمْ وَ مُجَاهَرَتَهُمْ

---

[153] لسان العرب،مادہ تُقٰی۔

[154] فتح الباری:)کتاب الاکراہ، الحدیث:6940

بِالْعُدْوَانِ فِيْ كُلِّ حَالٍ اِذَا خَـافُوْا مِنْ شَـرِّهِمْ فَأَبَـاحَ لَهُمْ التَّقِيَّةَ ، وَلَيْسَتِ التَّقِيَّةُ بِمَوَالَاةٍ ''[155]

''یہ بات توبہرحال طے ہے کہ تقیہ ایک الگ چیز ہے اور موالات)یعنی کافروں سے دوستی(ایک الگ چیز ہے ۔دونوں میں بہت فرق ہے۔جب اللہ رب العزت نے کافروں سے دوستانہ مراسم استوار کرنے سے منع کردیا تو اس کا لازمی تقاضا تھا کہ کافروں سے دشمنی ہو ،ان سے بیزاری اور نفرت کااظہار ہو،ہرحالت میں ان سے علی الاعلان اورکھلے بندوں دشمنی کی جائے ۔لیکن کبھی حالات کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ علانیہ دشمنی کا اظہار کرنے سے کافروں کے شر سے نقصان پہنچ سکتا ہے۔لہٰذا ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ نے ''تقیہ''کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے ۔لیکن بہرحال ''تقیہ کرنے ''کا مطلب''کافروں سے دوستی کرنا''ہرگز نہیں ہے۔''

٭٭٭٭٭

تقیہ کی آڑ میں کیاخونِ مسلم بہانا جائز ہے؟

سابقہ گفتگو سے معلوم ہوا کہ تقیہ کامطلب ومفہوم یہ ہے کہ کافروں کی نفرت اور ان سے دشمنی کو دل میں مخفی رکھنا ،یہ مطلب ہر گز نہیں کہ تقیہ کی آڑ میں کافروں سے محبت اور دوستی شروع کردی جائے ،یا تقیہ کی آڑ میں کافروں کے کفریہ اورباطل عقائد و نظریات کو اختیار کرنا شروع کردیا جائے ،یا تقیہ کی آڑ لیتے ہوئے کافروں کے پروگراموں ،ایجنڈوں ،اقدامات اور مشنز(Missions)کوہی درست قرار دے دیاجائے نہ ہی تقیہ کایہ مطلب ہے کہ کافروں کے اتحادی بن کر مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شمولیت اختیار کرلی جائے۔جس شخص نے تقیہ کا یہ مطلب سمجھا ہے ،اس نے دین اسلام میں ایسی بات سمجھی اور کہی ہے جس کا فتنہ وفساد کوئی ڈھکا چھپا نہیں ہے۔

یہ بات بھی ذہین نشین رہے کہ تقیہ کرتے ہوئے کسی مسلمان کا خون بہانا اور کسی کلمہ گو مسلمان کو موت کے گھاٹ اتارنا بھی جائز نہیں ہے ۔تقیہ کرتے ہوئے نہ ہی کسی حرام کا م کا ارتکاب کرناجائز

[155] بدائع الفوائد لابن القیم:69/3

ہے تقیہ سے اصل مقصود یہ ہے کہ دل کی بات اور دل کے عقیدہ ونظریہ کو ظاہر کرنے سے بچنا اور احتیاط کرنا ہے۔ اس صورت میں ہوتا ہے کہ جب سخت اذیت کا خوف دامن گیر ہویا پھر قتل کردیے جانے کا اندیشہ ہو اور دارالکفر سے نکلنے کی مومن کے پاس استطاعت بھی نہ ہو۔

امام قرطبی کے ہاں ’’تقیہ‘‘کی وضاحت:

امام قرطبی ؒتقیہ کی وضاحت کرتے ہوئے چند مشہور ومعروف علماء امت کی توضیحات پیش کرتے ہیں :

- سیدنا عبداللہ بن عباس ؓفرماتے ہیں :
  ((هُوَ أَنْ يَّتَكَلَّمَ بِلِسَانِهٖ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ وَ لَا يَقْتُلُ وَ لَا مَأْثَمًا))[156]
  ’’تقیہ اس کو کہتے ہیں کہ کوئی مسلمان شخص کفار کے شر سے بچنے کے لیے اپنی زبان سے کوئی ایسی بات کہہ دے جس سے بچاؤ ممکن ہو۔اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو۔تقیہ کرتے وقت نہ توکسی مسلمان کو قتل کرنا جائز ہے نہ ہی کسی گناہ کا ارتکاب کرنا جائز ہے۔‘‘

- عوف اعرابی ؒجناب حسن بصری ؒسے تقیہ کے بارے میں نقل کرتے ہیں :
  ’’اَلتَّقِيَّةُ جَائِزٌ لِلْمُؤْمِنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ اِلَّا أَنَّهٗ كَانَ لَا يُجْعَلُ فِی الْقَتْلِ تَقِيَّةٌ‘‘[157]
  ’’تقیہ کرنے کی سہولت اور اجازت مومن کے لیے قیامت تک باقی ہے۔مگر کسی خونِ ناحق میں تقیہ کرنا جائز نہیں ہے۔‘‘

- امام قرطبی ؒنے کہنے والے کا نام ذکر کیے بغیر فرمایا ہے کہ تقیہ کے بارے میں یہ بھی کہاگیا ہے:
  ’’اِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا كَانَ قَائِمًا بَيْنَ الْكُفَّارِ فَلَهٗ أَنْ يُّدَارِ بِهِمْ بِاللِّسَانِ اِذَا كَانَ خَائِفًا عَلٰى نَفْسِهٖ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ

---

156 تفسیر القرطبی:57/4
157 فتح الباری:214/12کتاب الاکراہ ، الحدیث:6940

وَالتّقِيَّۃُ لَا تَحِــلُّ اِلَّا مَــعَ خَــوْفِ الْقَتْــلِ أَوِ الْقَطْــعِ أَوْ الاِيْــذَاءِ الْعَظِيْمِ ‘‘ [158]

’’کوئی مومن بندہ جب کفار ومشرکین کے درمیان رہائش پذیر ہو ،اس کے لیے جائز ہے کہ وہ کافروں سے اپنی زبان کے ساتھ نرم وملائم گفتگو کرتے ہوئے زندگی بسر کرے یہ اس صورت میں جائز ہے جب کسی مومن کو اپنی جان کا خطرہ لاحق ہومگر اس کادل ایمان پر مطمئن ہو۔تقیہ صرف اس صورت میں جائز ہے جب کفار کی طرف سے قتل کا خطرہ ہو،یا جب کافروں کی طرف سے یہ خطرہ ہوکہ وہ گردن کاٹ دیں گے ،یا کافروں کی طرف سے بہت بڑی اذیت کا خوف ہو‘‘

امام ابن کثیر ؒکے ہاں تقیہ کی وضاحت:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :

﴿ لَايَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً وَ يُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ﴾[سورۃ آل عمران=3:28]

’’مومنوں کو چاہیے کہ ایمان والوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں اور جوایسا کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی کسی حمایت میں نہیں ،مگریہ کہ ان کے شر سے کسی طرح بچاؤ مقصود ہو،اور اللہ تعالیٰ خود تمہیں اپنی ذات سے ڈرارہا ہے،اور اللہ تعالیٰ کی ہی طرف لوٹ کرجانا ہے۔‘‘

امام ابن کثیر ؒمذکورہ بالا فرمانِ باری تعالیٰ کے الفاظ :﴿ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ﴾کامطلب اور تفسیر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں :

’’اَی مَنْ خَافَ فِیْ بَعْضِ الْبَلْدَانِ وَ الأَوْقَاتِ مِنْ شَرِّهِمْ فَلَهُ أَنْ يَتَّقِيْهُمْ بِظَاهِرِهِ لَا بِبَاطِنِهِ وَ نِيَّتِهِ‘‘ [159]

’’یعنی بعض اوقات اگرکوئی شخص زمین کے کسی ایسے علاقہ یا ملک میں ہو جہاں کافروں کی کسی شرارت یا خباثت کا خوف پیدا ہوجائے تو ایسے حالات میں جائز ہے کہ

[158] تفسیر القرطبی:57/4
[159] تفسیر ابن کثیر:357/1

ظاہری طور پراور وقتی طور پر ان کے شر سے بچنے کے لیے ان سے کچھ میل جول ظاہرکرلیں ،لیکن دل میں ان کی رغبت اور محبت نہ رکھیں۔‘‘

- اس موقف کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جسے اِمَامُ الْمُحَدِّثِیْنَ وَالْمُجْتَہِدِیْنَ جناب محمد بن اسماعیل البخاری ؒنے سیدنا ابودرداء ؓسے ایک اثر نقل کیا ہے ،سیدنا ابودرداء ؓفرماتے ہیں :

)) اِنَّا لَنَکْشِرُ فِیْ وُجُوْہِ اَقْوَامٍ وَ قُلُوْبُنَا تَلْعَنُہُمْ (([160]

’’بعض)ظالم اور فاسق قسم کے (لوگوں کے سامنے ہم ہنستے مسکراتے ہوئے ملاقات کرتے ہیں ،مگر ہمارے دل ان پر لعنتیں برسارہے ہوتے ہیں ۔‘‘

- امام سفیان ثوری ؒفرماتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عباس ؓفرماتے ہیں :

لَیْسَتِ التَّقِیَّۃُ بِالْعَمَلِ ، اِنَّمَا التَّقِیَّۃُ بِاللِّسَانِ‘‘ [161]

’’)اگر کافروں کی شرارت کے خوف سے(بظاہر دوستی کا اظہارکرناپڑہی جائے تو وہ صرف قول وگفتار کی حد تک ہو،عمل وکردار سے نہ ہو۔‘‘

- اسی طرح ایک مشہور تابعی جناب عوفی ؒسیدنا عبداللہ بن عباس ؓسے درج ذیل الفاظ نقل کرتے ہیں :

’’اِنَّمَا التَّقِیَّۃُ بِاللِّسَانِ‘‘ [162]

’’تقیہ صرف زبان کی حد تک جائز ہے)نہ کہ عملی کاروائیوں سے(

- بالکل یہی موقف امام ابوعالیہ ،امام ابوشعشاء ، امام ضحاک اور امام ربیع بن انس ؒکا بھی ہے ۔[163]
- امام بخاری ؒفرماتے ہیں کہ امام حسن بصری ؒفرمایا کرتے تھے:

’’التَّقِیَّۃُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ‘‘ [164]

’’قیامت تک تقیہ کرنے کی اجازت باقی ہے ۔‘‘

---

160 صحیح البخاری=کتاب الادب:باب المداراۃ مع الناس ، الحدیث :6131 سے پہلے
161 تفسیر ابن کثیر:357/1
162 تفسیر ابن کثیر:357/1
163 تفسیر ابن کثیر:357/1
164 تفسیر ابن کثیر:357/1

الشیخ عبداللطیف بن عبدالرحمن)آل شیخ (فرماتۃ ۃیں :

فضیلۃ الشیخ عبداللطیف بن عبدالرحمن)آل شیخۃ (تقیۃ کی وضاحت کرتۃ ۃوئۃ فرماتۃ ۃیں:

'' وَ مَسْأَلَۃُ اِظْھَارِ الْعَدَوَاۃِ غَیْرُ مَسْأَلَۃِ وُجُوْدِ الْعداَوَ ، فَأَوَّلُ : یُعَذَّرُ بِہٖ مَعَ الْخَوْفِ وَالْعَجْزِ ، وَالثَّانِیْ : لَا بُدَّ مِنْہُ ، لِأَنَّہٗ یَدْخُلُ فِی الْکُفْرِ بِالطَّاغُوْتِ وَ بَیْنَہٗ وَ بَیْنَ حُبِّ اللِ وَرَسُوْلِہٖ تَلَازُمٌ کُلِّیٌّ لَا یَنْفَعُکَ عَنِ الْمُؤْمِنِ'' [165]

''ایک چیز ''اظۃار عداوت''ۃۃ جبکۃ دوسری چیز ''وجود عداوت ''ۃۃ)یعنی زبان سۃ عداوت کا اظۃارکرنا اور چیز ۃۃ ۃاور دل کۃ اندر عداوت رکھنا بالکل الگ تھلگ چیز ۃۃ(اگر کسی شخص پر دشمن کا خوف ۃو یا وۃ دشمن کۃ سامنۃ بۃ بس ۃوتو ایسی صورت میں اگر کوئی پۃلی صورت ''اظۃار عداوت ''نۃ بھی کرسکۃ تواللۃ کۃ ۃاں مجرم نۃیں ۃوگابلکۃ اللۃ کۃ ۃاں بھی اس کو معذور ۃی سمجھاجائۃ گاۃجب کۃ دوسری چیز''وجود عداوت''یعنی کافروں کۃ بارۃ دل کۃ اندر عداوت اور دشمنی کۃ جذبات رکھنا لازمی اور ضروری ۃۃ اس کۃ بغیر کوئی چارۃ کارۃی نۃیں ۃۃ ۃکیونکۃ دائرۃ اسلام میں داخل ۃونۃ کۃ لیۃ ''طاغوت کاانکار ''لازمی ۃۃۃ''طاغوت کۃ انکار''اور ''اللۃ ورسول ۃسۃ محبت ''کۃ مابین ''تلازم کلی''کی نسبت ۃۃۃ[166]ایک مومن شخص سۃ یۃ نسبت کبھی بھی ختم اور جدا نۃیں ۃوتیۃ''

مدارات اور مداۃنت میں فرق:

رَئِیْسُ الفُقَھَاءِ و المُجتَھِدِین امام بخاری ۃسیدۃ عائشۃ ۃسۃ حدیث بیان کرتۃ ۃیں ۃسیدۃ عائشۃ فرماتی ۃیں :

))اِسْتَأْذَنَ رَجُلٌ عَلٰی رَسُوْلِ اللِ صَلَّی اللِ عَلَیْۃِ وَسَلَّمَ فَقَالَ:اِئْذَنُوْا لَہٗ ۃ بِئسَ أَخُو الْعَشِیْرَۃِ]أَوْ اِبْنُ الْعَشِیْرَ(([فَلَمَّا

---

165 الرسائل المفیدۃ للشیخ عبداللطیف آل شیخ :284

166 ''تَلَازُم کُلِّی'' کامطلب ۃۃ کۃ مذکورۃ دونوں چیزیں ایک دوسرۃ کۃ لیۃ لازم وملزوم ۃیں ۃپۃلی چیز ۃوگی تو دوسری ۃوگی ۃعلیٰ ۃذا القیاس دوسری چیز ۃوگی تو پۃلی ٰوگی ۔یعنی اگر کسی کۃ دل میں ''طاغوت کا انکار'' ۃوگا تو یۃ اس بات کی دلیل ۃوگی کۃ واقعتا اس شخص کۃ دل میں اللۃ ورسول کی محبت موجود ۃۃ ۃعلیٰ ۃذا القیاس اگر کسی شخص کۃ دل میں ''طاغوت کۃ انکار''کا عقیدۃ وجذبۃ بھی موجود ۃۃ' معلوم ۃوا کۃ اگر''طاغوت کا انکار''نۃیں ۃوگا، طاغوت اورکفر سۃ نفرت اور دشمنی نۃیں ۃوگی تو ''اللۃ اور رسول سۃ محبت''کا دعوٰی کھوکھلا اور بۃ وزن ۃوگاۃاسی طرح اگراللۃ ورسول سۃ محبت نۃیں ۃوگی تو پھر لازماً وۃاں طاغوت کۃ انکار ،کفر سۃ نفرت اور کفار ومشرکین سۃ عداوت کۃ جذبات بھی نۃیں ۃوں گۃۃ

دَخَــلَ أَلَانَ لَہٗ الْكَلَامَ قُلْتُ: يَارَسُــوْلَ اللِہ! قُلْتَ الَّذِىْ قُلْتَ : ثُمَّ أَلَنْتَ لَہٗ الْكَلَامَ؟ قَالَ :)) أَى عَائِشَۃُ ! اِنَّ شَــرَّ النَّاسُ أَوْ وَدَعَہٗ النَّاسُ اِتِّقَاءَ فُحْشِہٖ(([167]

’’ایک شخص نے رسول اللہﷺسـے شـرف ملاقـات کی اجـازت چاہی ،آپ ﷺنے فرمایـا:’’اسـے اجـازت دے دو‘‘ویسـے یہ اپـنے قـبیلے کـا بـرا آدمی ہے ۔‘‘ وہ شـخص انـدر آیـا تـو رسـول اللہﷺنے اس سـے بـڑی نـرمی اور ملائمت کے سـاتھ گفتگـو کی ۔)جب وہ اٹھ کر چلاگیا تو(میں نے عرض کیا :’’یا رســول اللہ ! آپ نے اس شخص کے متعلق جو کہا سو کہاپھـر جب وہ اندر آگیا تو آپ نے اس سے بڑی نرمی کے ساتھ اور حسـن اخلاق کے ســــاتھ گفتگـــــو فرمــــائی ؟رســــول اللہﷺنے فرمایا:’’عائشہ !لو گوں میں سے بدترین شخص وہ ہے جسے لوگ اس کی فحش کلامی ،بدکلامی اور بداخلاقی سـے بچـنے کی وجہ سے ملنا جلنا پسند نہ کریں۔‘‘ [168]

علامہ قرطبی ؒکی زبانی:

فتح الباری میں حافظ ابن حجـر ؒمنـدرجہ بـالا حـدیث کی تشـریح بیان کرتے ہیں ،تشریح کرتے ہوئے وہ علامہ قرطبی ؒکـا وہ قـول بیـان کرتے ہیں جو انہوں نے قاضی عیـاض ؒکی مـوافقت میں نقـل کیـا ہے۔ علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں :

’’وَالْفَرْقُ بَيْنَ الْمُدَارَاِ وَالْمُدَاهِنَۃِ ، أَنَّ الْمُدَارَاَ بَـذْلُ الـدُّنْيَا لِصَـلَاحِ الدُّنْيَا أَوِ الدِّيْنِ لِصَلَاحِ الدُّنْيَا، وَالنَّبِیُّ صَلّی اللہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَـا بَذَلَ لَہٗ مِنْ دُنْيَاہُ حُسْنِ عِشْرَتِہٖ وَ الرِّفْقَ فِی مُكَالَمَتِہٖ ، وَ مَـعَ ذَالِكَ فَلَمْ يَمْدَحہٗ بِقَوْلٍ ، فَلَمْ يُنَاقِصُ قَوْلُہٗ فِيْہِ فِعْلَہٗ ۔‘‘ [169]

’’مـدارات اورمـداہنت میں یہ فـرق ہے کہ:’’)یعـنی کسـی بداخلاق اور بدکلام شخص کے سـامنے نـرم گفتگـو اور خـوش

---

[167] صحیح البخاری=کتاب الأدب:باب ما یجوز من اغتیاب أهل الفساد ، الحدیث:5054۔ صحیح مسلم=کتاب البر والاداب والصلۃ:باب مدارۃ من یتقٰی فحشہ، الحدیث:2591

[168] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول ﷺنے ایک بدکلام شخص کی بدکلامی کے شرسے بچنے کے لیے بـڑی نـرم خوئی کی عادت حسنہ اختیار فرمائی ،لہٰذا کسی بداخلاق اور بلاکلام شخص کے روبـرو اس طـرح کـا خـوش اخلاقی اور خوش گفتاری کا رویہ اختیا رکرنے کو عربی زبان میں ’’مـدارا‘‘کہتے ہیں ۔لیکن اس کے بـرعکس کسـی کـافر وفاسق کے کفر وفسق کے سامنے بے غیرتی پرمبنی خاموشی ،چشم پوشی اور نرمی اختیار کرنا ’’مـداہنت ‘‘کہلاتـا ہے۔یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے کی اسی طرح متضـاد ہیں جس طـرح سـخاوت اور فضـول خـرچی ،قنـاعت اور کنجوسی،جہاد اور دہشت گردی یا فدائی کاروائی اور خودکشـی ایـک دوسـری کی متضـاد ہیں ۔یہ چـیزیں بظـاہر ایک دوسری سے ملتی جلتی ہیں لیکن حقیقت اور کیفیت کے اعتبار سے دونوں میں اتنا فرق ہے جتنا عروج وپسـتی میں ،دھوپ اور چھاؤں میں اور اندھیرے اور اجالے میں فرق ہے۔

[169] فتح الباری:454/10

گفتاری کی خصلت اختیار کرنا(سے کوئی شخص فقط اپنی دنیا کی قربانی دیتا ہے ،اپنی دنیا کی قربانی دیتا ہے،اپنی دنیاکوسنوارنے کے لیے یا اپنے دین کو سنوارنے کے لیے یا دنیا اور دین دونوں کو بیک وقت اکٹھا سنوارنے کے لیے)اپنی دنیا کی قربانی دیتا ہے(یہ تو واضح اور بدیہی بات ہے کہ یہ رویہ اورخصلت نہ صرف جائز ہے بلکہ کبھی کبھار تو مستحب)پسندیدہ عمل (کا درجہ رکھتی ہے ۔لیکن اس کے برعکس مداہنت اختیارکرنے سے کوئی شخص اپنی دنیا کو سنوارنے کے لیے اپنے دین کی قربانی دیتا ہے۔)لٰہذادونوں رویوں اور خصلتوں میں فرق صاف واضح ہے(نبی اکرم ﷺنے آنے والے شخص کے سامنے حسن معاشرت اور نرم دم گفتگو کا رویہ اختیارکرکے فقط اپنی دنیا کی ہی قربانی پیش کی تھی ۔)آپ ﷺنے اپنے دین پر توکوئی حرف نہیں آنے دیاتھا(مزید یہ کہ نبی اکرم ﷺنے اپنی زبان سے فقط اپنی گفتگو میں نرمی پیدا کی تھی ،اس کے آنے پر اس کی تعریفوں کے پل باندھنے شروع نہیں کردیئے تھے ۔لٰہذا اس طرح رسول اکرمﷺکی ذات گرامی پر یہ اعتراض بھی وارد نہیں ہوسکتا کہ آپ نے اپنے قول وفعل میں تضادظاہر کیا تھا۔‘‘)علامہ قرطبی ؒکے اقتباس کا ترجمہ مکمل ہوا(

علامہ ابن بطال کی زبانی :

حافظ ابن حجر عسقلانی ؒابن بطال ؒکے حوالے سے نقل فرماتے ہیں :

اَلْمَدَارَاۃُ مِنْ أَخْلَاقِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ ھِیَ خَفْضُ الْجَنَاحِ لِلنَّاسِ وَ لِیْنُ الْکَلِمَۃِ وَ تَرْکُ الْاِغْلَاظِ لَھُمْ فِی الْقَوْلِ ، وَ ذٰلِکَ مِنْ أَقْوٰی أَسْبَابِ الْأُلْفَۃِ ، وَ ظَنَّ بَعْضُھُمْ أَنَّ الْمَدَرَاۃَ ھِیَ الْمَدَاھِنَۃٌ مُحَرَّمَۃٌ ، وَالْفَرْقُ أَنَّ الْمُدَاھَنَۃَ مِنَ الدِّھَانِ ، وَ ھُوَ الَّذِیْ یُظْھَرُ عَلَی الشَّیْئِ وَ یُسْتَرُ بَاطِنُہٗ ، وَ فَسَّرَھَا الْعُلَمَاءُ بِأَنَّھَا مُعَاشِرَۃُ الْفَاسِقِ وَ اِظْھَارُ الرِّضَا بِمَا ھُوَ فِیْہِ مِنْ غَیْرِ اِنْکَارٍ علَیْہِ ، وَالْمَدَارَاۃُ ھِیَ الرِّفْقُ بِالْجَاھِلِ فِی التَّعْلِیْمِ وَ بِالْفَسِقِ فِی النَّھْیِ عَنْ فِعْلِہِ ، وَ تَرَکُ الْاِغْلَاظِ عَلَیْہِ حَیْثُ لَا یُظْھِرُ مَا ھُوَ فِیْہِ وَالْاِنْکَارِ عَلَیْہِ بِلُطْفٍ بِالْقَوْلِ وَالْفِعْلِ لَا سِیْمَا اِذَا احْتِیْجَ اِلٰی تَاَلُّفِہٖ وَ نَحْوَ ذَالِکَ‘‘)فتح الباری:(528/10

’’مدارات کا تعلق تومومنوں کی اخلاقیات سے ہے۔مدارات یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ اپنا برتاؤ اور رویہ نرم رکھنا،نرم اورملائم گفتگو کرنا اور لوگوں سے گفتگو کرتے ہوئے ترش گفتگو اور سخت کلامی نہ کرنا ،یہ چیزیںمحبت والفت پیدا کرنے کے بڑے بڑے اسباب ہیں ۔جن لوگوں نے یہ سمجھا ہے کہ’’مدارات ‘‘تو ایک پسندیدہ عمل ہے جبکہ ’’مداہنت ‘‘حرام عمل ہے ۔ان میں فرق یہ ہے کہ لفظ ’’مداہنت‘‘لفظ ’’الدہان‘‘سے تعلق رکھتا ہے۔)الدّہان‘‘کا معنی رنگ وروغن اور تیل وغیرہ ہے(کسی چیز پر وہان استعمال کرنے سے دہان)تیل اور رنگ وروغن(ظاہراًنظرآتا رہتا ہے اور اس چیز کا باطن اور اندرون پس منظر میں چلا جاتا ہے ۔علماء کرام نے مداہنت کی تشریح یہ کی ہے کہ فاسق وفاجر لوگوں کے ساتھ مل جل کر زندگی گزارنے اور جو کچھ وہ لوگ کررہے ہو اور جو بھی ان کے نظریات ہیں ،بغیر انکار کیے ان پر رضامندی ظاہرکرتے جانے کو ’’مداہنت ‘‘کہتے ہیں ۔اس کے بالمقابل علماء کرام نے ’’مدارات‘‘کی تشریح یہ بیان کی ہے کہ کسی جاہل کو)دین کی باتیں(سکھانے میں نرمی اختیار کرنے ،کسی فاسق وفاجر کوکسی برے کام سے منع کرنے ،کوئی فاسق جس برائی والی حالت پر ہے اس کو اس حالت سے باز رکھنے کے لیے شدت آمیز رویہ اختیار نہ کرنے اورکسی بدکردار و گنہگار کی بری حرکتوں اور کرتوتوں کاگفتار اورکردار کی نرمی کے ساتھ انکار کرنے کو ’’مدارات‘‘کہتے ہیں ۔یہ اس وقت تو زیادہ ضروری ہے ۔جب کسی شخص میں الفت ومحبت وغیرہ کی تخم ریزی مقصود ہو۔‘‘)علامہ ابن بطال ؒکے قول کا ترجمہ مکمل ہوا(

ایک جہنمی کا بیان اور مداہنت کی وضاحت:

امام بخاری ؒنے سیدنا اسامہ بن زید ؓسے ایک حدیث بیان فرمائی ہے ،مندرجہ ذیل حدیث کے ایک راوی ابووائل کہتے ہیں :

((قِيْلَ لِأُسَامَةَ لَوْ أَتَيْتَ فُلانًا فَكَلَّمْتَهُ ، قَالَ: اِنَّكُمْ لَتَرَوْنَ أَنِّيْ لَا أُكَلِّمُهُ اِلَّا أَسْمِعُكُمْ ؛ اِنِّی اُكَلِّمُهُ فِی السِّرِّ دُوْنَ أَنْ أَفْتَحَ بَابًا لَا أَكُوْنُ أَوَّلَ مَنْ فَتَحَهُ ، وَلَا أَقُوْلُ لِرَجُلٍ -- أَنْ كَانَ عَلَيَّ أَمِيْرًا ---

اِنَّہٗ خَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ شَيْئٍ سَمِعْتُہٗ مِنْ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّى اللہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ قَالُوْا : وَمَا سَمِعْتَہٗ، يَقُوْلُ ؟ قَالَ : سَمِعْتُہٗ، يَقُوْلُ: ((يُجَاءُ بِالرَّجُلِ يَوْمَ الْقِيَامَۃِ فَيُلْقٰى فِى النَّارِ فَتَنْدَلِقُ أَقْتَابُہٗ فِى النَّارِ ، فَيَدُوْرُ كَمَا يَدُوْرُ الْحِمَارُ بِرَحَاہُ فَيَجْتَمِعُ أَهْلُ النَّارِ عَلَيْہِ فَيَقُوْلُوْنَ : أَىْ فُلَانُ ! مَا شَأْنُكَ؟ أَلَيْسَ كُنْتَ تَأْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهٰى عَنِ الْمُنْكَرِ؟ قَالَ: كُنْتُ آمُرُكُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَا آتِيْہِ وَ أَنْهَاكُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ آتِيْہِ)).[170]

’’سیدنا اسامہ بن زید سے کہاگیا کہ بہت اچھا ہواگر آپ فلاں صاحب)مراد سیدنا عثمان بن عفان ہیں (کے پاس جائیں اور ان سے جاکر)اس بارے(گفتگوکریں)کہ وہ کسی طرح فتنے وفساد برپا کرنے والوں کا سدباب کریں اور ان کو لگام ڈالیں(سیدنا اسامہ بن زیدفرماتے ہیں :تم کیا سمجھتے ہو کہ میں ان سے اس بارے میں بات چیت نہیں کرتا ہوں ۔ تم صرف اس گفتگو کو گفتگوسمجھتے ہو جو تمہیں سناکر کی جائے ۔بلکہ میں ان سے اس بارے خلوت اور تنہائی میں)لوگوں سے گفتگو مخفی رکھتے ہوئے (گفتگو کرتا رہتا ہوں۔اس معاملے کو ایک ایشو (issue)کے طور پر کھڑا کرکے فساد کا کوئی دروازہ نہیں کھولنا چاہتا۔میں نہیں چاہتا کہ کسی فساد کے دروازے کو میں ہی سب سے پہلے کھولنے والا بن جاؤں ۔نہ ہی کسی شخص)کی خوشامد اوربے جاتعریف کرتے ہوئے چاپلوسی کے طور پر(کے بارے میں یہ کہنا مناسب سمجھتا ہوں کہ وہ تو سب لوگوں سے بہترین آدمی ہے ہرچند کہ وہ میرا امیر ہی کیوں نہ ہو۔رسول اللہ ﷺسے ایک حدیث سننے کے بعد ایسی بات کہنے کی میں بالکل جرأت نہیں کرسکتا ۔ان کے پاس بیٹھے ہوئے ساتھی ،ان سے کہنے لگے :ہمیں بھی بتائیے کہ وہ کونسی حدیث ہے جو آپ نے رسول اللہ ﷺسے سماعت فرمائی ہے ؟ سیدنا اسامہ بن زید فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺکو یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا ہے:

’’قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا اور اسے جہنم میں ڈال دیاجائے گا ۔آگ میں اس کی آنتیں باہر نکل آئیں

---

[170] صحیح البخاری=کتاب بدء الخلق:باب صفۃ النار مخلوقۃ ، الحدیث:3267۔ وکتاب الفتن:باب الفتنۃ التی تموج کموج البحر ، الحدیث:7098۔ صحیح مسلم=کتاب الزھد والرقاق باب عقوبۃ من یأمر بالمعروف ولا یفعلہ ، الحدیث :2989

گی اور وہ شخص اس طرح چکر لگائے گا جیسے گدھا اپنی چکی پر گردش کیا کرتا ہے۔ دیگر جہنمی اس کے قریب آکر جمع ہوجائیں گے اور اس سے کہیں گے :اے فلاں ! آج یہ تمہاری کیا حالت ہے؟کیا تم ہمیں اچھے کام کرنے کے لیے نہیں کہا کرتے تھے اور کیاتم برے کاموں سے ہمیں منع نہیں کیا کرتے تھے ؟وہ شخص کہے گا:جی ہاں! میں تمہیں تو اچھے کاموں کا حکم دیتا تھا لیکن خود نہیں کرتا تھا ہمیں تمہیں برے کاموں سے منع بھی کیا کرتا تھا مگر میں خود وہ برے کام کیا کرتا تھا۔'' [171]

حافظ ابن حجر ؒکی زبانی فرق:

مندرجہ بالاحدیث کی تشریح وتوضیح بیان کرتے ہوئے حافظ ابن حجر عسقلانی رقمطراز ہیں :

'' فِیْہٖ ذَمُّ مُدَاھِنَۃِ الْاُمَرَاءِ فِی الْحَقِّ وَاِظْھَارِ مَا یُبْطِنُ خِلَافَہٗ کَالْمُتَعَلِّقِ بِالْبَاطِلِ، فَأَشَارَ أُسَامَۃُ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اِلٰی الْمُدَارَاۃِ الْمَحْمُوْدَۃِ وَالْمُدَاھِنَۃِ الْمَذْمُوْمَۃِ ، وَضَابَطُ الْمُدَارَاۃِ أَنَّ لَا یَکُوْنَ فِیْھَا قَدْحٌ فِی الدِّیْنِ ، وَالْمُدَاھِنَۃُ الْمَذْمُوْمَۃُ أَنْ یَّکُوْنَ فِیْھَا تَزِیِیْنُ الْقَبِیْحِ وَ تَصْوِیْبُ الْبَاطِلِ وَ نَحْوِ ذَالِکَ۔'' [172]

''اس حدیث میں گویا امراء اور حکام کے متعلق مداہنت کرنے کی مذمت وارد ہوئی ہے۔یعنی امراء اور خلفاء کو حق بات کہنے سے گریز کرنا مداہنت ہے۔اسی طرح دل میں ایک بات ہو مگر زبان پر کوئی اور بات ہو ،یہ بھی مداہنت ہے۔گویا باطل کے ساتھ چاپلوسی کرنا حق کے ساتھ مداہنت اختیارکرنا ہے۔سیدنا اسامہ نے اپنے جامع

---

[171] سیدنا اسامہ بن زیدؓکا مقصد یہ تھا کہ میرے متعلق تم یہ گمان ہرگز نہ کرو کہ میں موجودہ بحرانی صورتِ حال میں باغیوں اور فسادیوں کی بغاوت کودبانے کے لیے امیرالمومنین کو مشورے نہیں دیتا یاانہیں کوئی نیک اوردرست بات سمجھانے میں مداہنت اور سستی کرتا ہوں ،میرے بارے میں یہ بھی نہ سمجھنا کہ میں سیدنا عثمانؓکی خوشامد اور چاپلوسی کرتا ہوں اور ان کی بے جا تعریفیں کرتا ہوں ،اس وجہ سے کہ وہ خلیفۂ وقت ہیں ،بلکہ انہیں جو بات کہنے والی ہوتی ہے وہ کہتاہوں جوسمجھانے والی ہوتی ہے وہ سمجھاتا ہوں ،ضروری نہیں کہ تمہیں سنا کر وہ بات کروں بلکہ مجھے جب موقع میسر آتا ہے ،میں خلوت وتنہائی میںبات کرتا ہوں ،تاکہ شور وغل کی کیفیت بھی نہیں پیدا ہوتی اورنہ ہی کسی فتنے وفساد کا دروازہ کھلتا ہے۔

سیدنا اسامہ بن زیدؓنے بعد میں جو حدیث رسول ﷺبیان فرمائی ہے ،اس حدیث میں ایک دوزخی شخص کا جو حال بیان کیاگیا ہے ،یہ بیان کرکے آخر میں اس کی وجہ بھی بیان کی ہے ،الغرض حدیث سناکر اپنے ساتھیوں کو یہ سمجھایا کہ تم میرے متعلق یہ نہ سوچنا کہ میں سیدنا عثمان tکو نیک مشورہ دینے میں کوتاہی کرتا ہوں ،کیامیں اپنا حال اس شخص کی طرح کرلوں گا جو انتڑیوں کو اٹھائے ہوئے گدھے کی طرح گھومے گا۔یعنی اگر میں تم لوگوں سے یہ کہوں کہ بری بات اور قابل اصلاح بات دیکھنے پرمنع کیا کرو اور جوکوئی بری روش اختیار کرے اس کو سمجھا کر بری روش سے باز کیا کرو ،جبکہ میں خود ایسا نہ کروں ،بلکہ برے کاموں کو دیکھ کرخاموشی اختیار کرلوںتو میراحال اس دوزخی کا ساہوگا۔)اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْ ذَالِک(اس روایت میں گویا سیدنا اسامہ ؓنے مداہنت کی بڑے اچھے انداز سے وضاحت کردی ہے۔

[172] فتح الباری:53,52/13

بیان میں گویا دونوں چیزوں کو واضح کردیا ہے ،قابل ستائش صفت ’’مدارات‘‘کو بیان کردیا ہے اور قابل مذمت ونفرت صفت ’’مداہنت‘‘کو بھی بیان کردیا ہے ،فتنہ وفساد کادروازہ کھولے بغیر مناسب موقع پاکر امراء کو حق بات کہہ دینا مدارات ہے ،یہ بھی واضح کردیا کہ مدارات کی صورت میں دین داری پر حرف نہ آنے دینا چاہیے ۔قابل مذمت مداہنت یہ ہے کہ بری بات کو خوبصورت بناکر پیش کیا جائے اور باطل کو حق ثابت کرنے کی مذموم سعی کی جائے وغیرہ‘‘)حافظ ابن حجر ؒکے اقتباس کاترجمہ مکمل ہوا(

عالمی طاغوتوں کوتقویت پہنچانا مدارات نہیں :

سابقہ گفتگو میں جو کچھ بیان ہوا ہے اس کے بعد مدارات اورمداہنت کے بارے میں کسی اور وضاحت کی ضرورت باقی نہیں رہتی مدارات ایک قابل تعریف عمل ہے جب کہ مداہنت ایک قابل مذمت عمل ہے ۔

اس بات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس شخص کا مؤقف مبنی برفساد اور مبنی برضلال ہے جو آج دنیاکے بڑے بڑے عالمی طاغوتوں کی مدد کررہا ہے اوراپنے قول وعمل سے انہیں تقویت دے رہا ہے۔بلکہ عالمی غنڈوں اور بین الاقوامی بدمعاشوں کے سامنے اطاعت وفرمانبرداری کی اعلانیہ بیعت کرچکا ہے۔ان تمام امور ومعاملات کے بعد وہ کیسے یہ دعوٰی کرسکتا ہے کہ میں کافروں کے شر سے بچنے کے لیے فقط ’’مدارات‘‘ کا اظہار کررہاہوں۔

یہ کہاں کی دانشمندی ہے؟

گذشتہ بحث میں اہل علم کے جو اقتباسات پیش خدمت کیے گئے ہیں ،ان سے واضح ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے خلاف برسر پیکار جنگ میں کافروں کے مشن اور ایجنڈے کو سراہنا اور ان پر خوشی کااظہار کرنا مدارات سے ہرگز تعلق نہیں رکھتا ۔اس طرح جہاد کو دہشت گردی اور شدت پسندی کہنا بھی ہرگز مدارات نہیں ہے ،مجاہدین کو غیر ملکی دہشت گرد اور تخریب کا وغیرہ کہنا بھی ہرگز مدارات نہیں ہیں یہی وہ القاب ہیں جو کافروں کو مسلمانوں کے خلاف صف آراء

اور برسرپیکار ہونے پر جرأت اور جواز بخشتے ہیں ۔علی ہذا القیاس اگر مجاہدین کافروں اور ظالموں کے اوپر جوابی کاروائی کرتے ہوئے کوئی حملہ کریں اور اس میں بڑے بڑے چوٹی کے طاغوت اور ان کے فوجی مارے جائیں توہمارے مسلمان حکمرانوں کے ترجمان اخبارات میں بیان جاری کردیتے ہیں کہ ’’یہ (جوابی)کاروائی جہاد فی سبیل اللہ نہیں ہے نہ ہی اسلام ان جیسی کاروائیوں کی اجازت دیتا ہے ۔یہ تو سراسر شدت پسندی ،انتہاء پسندی اور بنیاد پرستی ہے۔‘‘یہ بیانات صادر کرتے ہوئے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اچھی پالیسی اختیار کیے ہوئے ہیں ۔ہم بہترین کام سرانجام دے رہے ہیں وہ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ ہم بہت زیادہ عقل ودانش کے مالک ہیں اور ہمارے ہاں زندگی کے بڑے گہرے تجربات موجود ہیں ۔(حالانکہ وہ سراسر گمراہی اور تباہی کی طرف جارہے ہیں اور قوم کو بھی لے جارہے ہیں)

مسلمانوں اور کافروں کے درمیان دشمنی ازلی ہے:

ا س سے بڑھ کراور جرم کیا ہوگاکہ کچھ ایسے نام نہاد مسلم حکمران موجود ہیں جو دنیا کے بڑے بڑے طاغوتوں اور سرداروں کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر واضح الفاظ میں آمادہ کرتے ہیں لوگوں کے سامنے یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ مجاہدین اسلام اور قرآن وسنت پر عمل پیرا مسلمان فقط اپنے آپ کو دین اسلام کی طرف منسوب کرتے ہیں ۔درحقیقت ان کااسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے (کیونکہ ان نام نہادمسلمانوں کے ہاں آج دنیا داری،بے دینی ،کافروں کی مشابہت اورماڈرن ازم ہی ’’اعتدال پسند اسلام‘‘بن چکا ہے)

حقیقت یہ ہے کہ ان نام نہاد مسلمانوں اورکافروں کے ساتھ دوستی اورمحبت کی پینگیں بڑھانے والے حکمرانوں کی ساری کوششیں رائیگاں اوربیکار جائیں گی۔اس لیے کہ مسلمانوں اورکافروں کے درمیان دشمنی اور عداوت کامعاملہ کوئی عارضی ،وقتی اور حادثاتی نہیں بلکہ ازلی ،ابدی اور واقعاتی ہے ۔کفر کے اماموں اور اسلام کے مابین دشمنی زمانہ ماضی میں بھی تھی ۔زمانہ حال میں بھی ہے اور زمانہ مستقبل میں بھی جاری وساری رہے گی ۔ (ان شاء اللہ)

ایک ایک کرکے مسلمانوں کو ٹارگٹ بنایاجارہا ہے:

دنیا کا ہر کافر دنیا کے ہرمسلمان کا دشمن ہے ۔کافروں کی اپنی ترجیحات ہیں اور ان کی اپنی ترتیب ہے ۔دنیا کے تمام کافر مسلمانوں کے خلاف ایک ملت کی شکل اختیار کیے ہوئے ہیں یہ انتہاء پسندی اور شدت پسند محض میڈیا کا پروپیگنڈا ہے ۔دراصل ان کی حقیقت کچھ اور ہے ہر وہ شخص جو اسلام کی طرف منسوب ہے اور اپنے آپ کو مسلمان کہلاتا ہے وہ کافروں کا دشمن ہے ۔وہ اس کو اپنے لیے خطرہ سمجھتے ہیں خواہ وہ دین پرمکمل عمل پیرا ہو یا فقط نام کی حدتک مسلمان ہو ۔کافروں کی سوچ او رپلاننگ یہ ہے کہ سب مسلمانوں کو اپنایکدم دشمن نہ بنالیا جائے ۔ایک ایک کرکے ان کو اپنا ہدف (Target)بنایاجائے ۔تاکہ یہ سب مل کر اور متحد ہوکر ہم پر یکبارگی حملہ آور نہ ہوجائیں ۔اس منصوبہ کے تحت وہ پہلے کچھ مسلمانوں سے اپنی عداوت ظاہر کرتے ہیں اور ان پر خونخوار درندوں کی طرح ٹوٹ پڑتے ہیں ۔ان مسلمانوں کا صفایا کرنے کے بعد وہ کسی دوسرے مسلم ملک کو اپنا ہدف بنالیتے ہیں ۔

یہ کتاب دراصل ایک نصیحت ہے:

لہذا ہم ایک ناصح اور خیراندیش کے طور پر ان لوگوں کو یہ نصیحت کرنا چاہتے ہیں ،جوکافروں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف نبردآزما ہیں ۔کلمہ پڑھنے والے مسلمان اورجہاد کرنے والے خالص العقیدہ مومنوں کے سینے اپنی ہی گولیوں سے چھلنی کررہے ہیں ۔ان لوگوں کے لیے یہ مختصر تحریر ہلکی سی کوشش ہے کہ وہ اپنے اس غلط ایجنڈے اور پالیسی سے واپس پلٹ کر دین اسلام کی طرف پالیسی سے واپس پلٹ کر دین اسلام کی طرف آجائیں اور دین اسلام اور قرآن وسنت کی بہت واضح پالیسی اور حکمت عملی ہے کہ فقط اللہ کی خاطرمحبتیں ہوں اور فقط اللہ کی خاطر نفرتیں ہوں ۔ کافروں کے وفادار اور اتحادی بننے والے مسلمان کوچاہیے کہ وہ اللہ کی رسی اور دین قیم کو مضبوطی سے تھام لیں ۔کافروں کی پناہ پکڑنے کی بجائے ساری طاقتوں اور قوتوں کے مالک اللہ رب العالمین کی پناہ پکڑیں۔

اگر دنیا بھر کے مسلمان)عوام اور حکمران(سب سے سب اپنے برتر وعظیم اللہ رب العزت کی پناہ پکڑیں گے تو اللہ کی طرف سے نصرت وحمایت مسلمانوں کے ساتھ ہوگی)ان شاء اللہ (یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ اللہ اپنے مخلص ومومن اور قربانیاں دینے والے بندوں کی

مدد ضرور فرماتا ہے ۔اپنی مدد جلد نازل کرے یامسلمانوں کی اچھی طرح پرکھ اور پڑتال کرذرا دیر بعد نازل کرے بہرحال اللہ اپنے بندوں کو بے یارومدگار نہیں چھوڑتا۔

اسی بات پر ہم دوستی اور دشمنی کے موضوع پر اپنی تحریر سمیٹتے (Wind-up) ہوئے مکمل کرتے ہیں۔

))اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِہٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتِ ، وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ صَلَّی اللہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ((

مراجع ومصادر ....’’دوستی اور دشمنی‘‘

)) تفاسیر القرآن وعلوم القرآن ((

۱۔ القرآن الکریم
۲ تفسیر ابن جریر (الجامع البیان) محمد بن جریر الطبری ۔سن وفات 310ھجری۔

۳۔ تفسیر ابن کثیر ۔تفسیر القرآن العظیم۔ حافظ محمد اسماعیل بن کثیرالدمشقی۔474ھجری۔ مطبوعۃ جمعیۃ احیاء التراث الاسلامی۔
۴۔ تفسیر الجامع لاحکام القرآن ابوعبداللہ محمد بن احمد القرطبی ۔691ھ ۔۔بیروت۔
۵۔ تفسیر روح المعانی۔ علامہ محمود آلوسی ۔1270ھ ۔ المنیریۃ مصر
۶۔ فتح القدیر۔ محمد بن علی الشوکانی ۔1250ھ ۔ بیروت
۷۔ المفردات فی غریب القرآن۔ حسین بن محمد الراغب الأصفھانی۔502ھ ۔
۸۔ احکام القرآن الجصّاص
۹۔ تفسیر ابی سعود۔الشیخ ابوسعود
۱۰۔ محاسن التاویل۔الشیخ جمال الدین القاسمی
۱۱۔ احکام القرآن۔ ابن العربی
۱۲۔ التفسیرالکبیر۔امام فخرالدین الرازی
۱۳۔ صفوۃ الآثار والمفاہیم من تفسیر القرآن۔ الشیخ عبدالرحمن الدوسری

۔۔کتب الحدیث وعلوم الحدیث۔۔

۱۴۔ الصحیح البخاری۔ الامام محمد بن اسماعیل البخاری ۔256ھ ۔ دارالسّلام للنشر والتوزیع ۔ الریاض
۱۵۔ صحیح مسلم۔ الامام ابوالحسین مسلم بن الحجاج النیسابوری ۔261ھ ۔
۱۶۔ الجامع الترمذی۔ الامام محمد بن عیسی الترمذی۔279ھ ۔ مکتبۃ التربیۃ العربی للدول الخلیج۔
۱۷۔ سنن النسائی۔ الامام ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب النسائی ۔303ھ ۔ مکتبۃ التربیۃ العربی للدول الخلیج
۱۸۔ سنن ابی داؤد۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعت السجستانی۔275ھ ۔
۱۹۔ سنن ابن ماجہ۔۔ امام ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ۔ القزوینی۔273ھ ۔ مکتب التربیۃ للدول الخلیج۔

۲۰□ مسند الامام احمد□ الامام احمد بن حنبل □241ھ □
۲۱□ صحیح ابن حبان بترتیب الاحسان□ امام محمد بن حبان بن احمد□ 354ھ □
۲۲□ السنن البهیقی□ حافظ ابوبکر احمد بن حسین بن علی البهیقی□ 458ھ □ بتحقیق محمد عبدالقادر عطا□ دارالمکتب العلمی□ □ بیروت
۲۳□ مسند البزار□ الامام البزار
۲۴□ فتح الباری شرح صحیح البخاری□ حافظ ابن حجر العسقلانی□ 852ھ □دارالمعرف□ □ بیروت□لبنان
۲۵□ معالم السنن شرح ابی داؤد□ الامام محمد بن علی الشوکانی □ 1250ھ □
۲۶□ نیل الأوطار شرح منتقی الأخبار□ الامام محمد بن علی الشوکانی □ 1250ھ □
۲۷□ شرح النَّووی علی صحیح مسلم□ الامام یحیٰی بن شرف النووی□ 676ھ □ دارالکتب العلمی□□ بیروت□لبنان
۲۸□ مختصر سنن ابی داؤد□ الحافظ عبدالعظیم المنذری□656ھ □المکتب□ الأثری□ □ سانگل□ ھل □ پاکستان
۲۹□ المستدرک علی الصحیحین□ امام حاکم

□□کتاب العقائد وعلماء العرب□□

۳۰□ الفصل فی الملل والأهواء والنحل□ الامام ابن حزم الظاهری□ 456ھ □
۳۱□ الفرقان بین اولیائ الرحمن وأولیائ الشیطان□ امام احمد بن عبدالحلیم بن تیمی□□728ھ □
۳۲□ الایمان □ارکان□،حقیقت□ ونواقض□□□ الدکتور محمد نعیم یاسین□ دار عمر بن الخطاب للطباع□ والنشر والتوزیع الاسکندری□
۳۳□ الدررالسنی□ فی الأجوب□ النجدی□ □طائف□ من علماء العرب□
۳۴□ الولاء والبراء فی الاسلام□ صالح الفوزان
۳۵□ الرسال□ الحادی□ عشر□ من مجموع□ التوحید□ الشیخ سلیمان بن عبدا□ بن محمد بن عبدالوهاب
۳۶□ مجموع□ التوحید□ □طائف□ من علماء العرب□

۳۷□ المورد العذب الزلال فی کشف شبه□ أهل الضلال□ الشیخ عبدالرحمن بن حسن بن محمد بن عبدالو□اب
۳۸□ الرسائل الشخصی□□ مجدد الدعو□ محمد بن عبدالو□اب
۳۹□ رسال□ کشف الشبهات فی التوحید من مجموع□ التوحید□ محمد بن عبدالوهاب
۴۰□ الرسائل النجدی□□ □طائف□ من علماء العرب□
۴۱□ الرسال□ السابع□ من بِضعَ رسائل اخری□ □لاحفاد شیخ الاسلام محمد بن عبدالوهاب □بضع رسائل□
۴۲□ الدفاع عن اهل أهل السن□ والاتباع□ للشیخ حمد بن عتیق النجدی
۴۳□ رسال□ بیان النجا□ والفکاک من موالا□ المرتدین واهل الاشراک من مجموع□ التوحید □طائف□ من علماء العرب□
۴۴□ مجموع الفتاوٰی ومقالات متنوع□□ الشیخ ابن باز
۴۵□ الرسائل المفید□□ الشیخ عباللطیف آل شیخ
۴۶□ فتاوٰی اللجن□ الدائم□ للبحوث العلمی□ والافتاء □طائف□ من علماء العرب□
۴۷□ دیوان عُقُود الجواهر المنضد□ الحسان□ الشیخ سلیمان بن سمحان

□□کتب الفق□ واللغات□□

۴۸□ لسان العرب□ ابن منظور
۴۹□ النهای□ فی غریب الحدیث□ ابوالسعادات المبارک بن الأثیر□606ھ □
۵۰□ المحلّی□ الحافظ علی بن احمد بن حزم□456ھ □
۵۱□ المغنی مع المتخلص□ عبدا□ بن احمد بن قدام□ المقدسی□63ھ □ عالم الکتب□بیروت

□□کتب السیر□ والرجال والمختلف□□□

۵۲□ الجواب الکافی□ امام ابن قیم الجوزی□
۵۳□ مجموع الفتاوٰی□ احمد بن عبدالحلیم بن تیمی□□728ھ □
۵۴□ زادالمعاد فی هدی خیر العباد صلی اللّٰ□ علی□ وسلم□ امام ابن قیم الجوزی□ □751ھ □ □بتحقیق شعیب و عبدالقادر الارناؤوط□

۵۵۔ البدایۃ والنہایۃ، الحافظ ابن کثیر الدمشقی (774ھ)، دار الاحیائ التراث العربی، بیروت
۵۶۔ الرحیق المختوم، الشیخ صفی الرحمن مبارکپوری، المکتبۃ السلفیۃ، شیش محل روڈ لاہور
۵۷۔ الصارم المسلول علی شاتم الرسول، احمد بن عبدالحلیم بن تیمیۃ (728ھ)
۵۸۔ سیرۃ النبی کامل، ابومحمد عبدالملک بن ہشام (213ھ)، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور
۵۹۔ الجواب الصحیح فیمن بدّل دین المسیح، احمد بن عبدالحلیم بن تیمیۃ (728ھ)
۶۰۔ سیر أعلام النبلاء، الحافظ محمد بن احمد الذہبی (748ھ)
۶۱۔ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، الحافظ ابن حجر العسقلانی (582ھ)
۶۲۔ الاستیعاب فی أسماء الأصحاب، الحافظ ابن عبدالبر القرطبی (463ھ)
۶۳۔ بدائع الفوائد، امام ابن قیم الجوزیۃ (751ھ)

۔۔۔۔۔

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان
Website: http://www.muwahideen.co.nr
Email: salafi.man@live.com